فضائل صحابہ و اہل بیت

حضرت [illegible]

شبیر برادرز ۴۰ اردو بازار

فضائلِ صحابہ و اہلِ بیت

حضرت مولانا محمد علی حسین ابکری صاحب

شبیر برادرز، اردو بازار
لاہور

نام کتاب ———— مجموعہ ہشت بہشت یعنی فضائل صحابہ و اہل بیت

موضوع ———— فضائل و مناقب

مرتب ———— مولانا محمد علی حسین البکری

اشاعت ———— مارچ ۱۹۸۷ء

تعداد ———— ۱۱۰۰

مطبع ———— بک پرنٹرز 43 اے ریٹی گن روڈ لاہور

ناشر ————

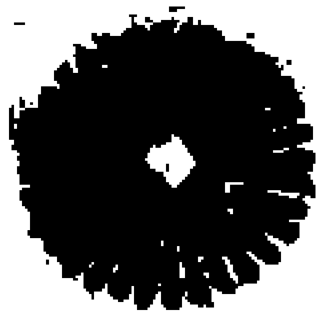
قیمت / روپے

فہرست

عرض ناشر

آپ کے ناشر تصوف پبلی کیشنز نے کچھ عرصہ پہلے عمدہ عمدہ کتب کی اشاعت کا کام شروع کیا الحمد للہ کہ آپ حضرات نے اس ادارہ کی پہلی شائع کردہ کتاب مکاشفۃ القلوب کو بہت پسند فرمایا اور اس کتاب کو آپ حضرات میں بے حد مقبولیت ہوتی ہے اور ہاتھوں ہاتھ اس کی خرید ہو رہی ہے۔ آپ کی اس سرپرستی کی وجہ سے ادارے میں عزم اور پختگی اور پیدا ہوتی ہے، ہمت اور حوصلہ میں اضافہ ہوا ہے اور اب ہم اس قابل ہو رہے ہیں کہ آئندہ آپ کی خدمت میں نئی سے نئی معیاری کتب پیش کریں۔

مکاشفۃ القلوب کی کامیاب پیش کش کے بعد ہم آپ کی خدمت میں اب نئی کتاب فضائل صحابہ و اہلِ بیت پیش کر رہے ہیں کہ کتاب اصل میں بہشت بہشت کے نام سے طبع ہوئی تھی مگر عرصہ سے نایاب تھی مگر اس کتاب میں خلفائے راشدین اور اہلِ بیت کے فضائل اور مناقب بہت ہی دلکش انداز میں بیان کیے گئے ہیں جس سے خاص کر واعظین بہت زیادہ استفادہ حاصل کر سکتے ہیں اس کی افادیت کے پیشِ نظر ہمارے ادارہ نے یہ عزم کیا کہ اتنی اہم کتاب پھیلنے سے محروم کیوں رہے لہذا اس ضرورت کے پیش نظر ہم نے اس کتاب کو نئی اور دل کش ترتیب کے ساتھ پیش کر رہے ہیں امید ہے کہ آپ حضرات قبول فرمائیں گے۔



ہماری عملیات اور وظائف کی مؤثر کتب

علامہ عالم فقری کی کتب	دیگر مصنفین کی کتب
فقری مجموعہ وظائف	شمع شبستان رضا مکمل چار حصے
خزینہ درود شریف	مجموعہ اعمال رضا مکمل تین حصے
روحانی وظائف	خزینہ عملیات
ڈائری روحانی تعویزات	حرز سلیمانی
روحانی عملیات	نقش سلیمانی مکمل چار حصے
اسم اعظم	مجرب عملیات و تعویزات
قرآنی عملیات المسمّٰی اذکار قرآنی	ذخیرہ عملیات

شبیر برادرز ۴۰ بی اردو بازار۔ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم
وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ○

۱۳۶۵ھ کے حج و زیارت کی حصول کے بعد مدینہ منورہ میں حضرت مولانا حافظ محمد علی حسین صاحب قادری مدنی مدظلہٗ سے اٹھارہ سال کے بعد مجھ کو جب دوبارہ شرفِ نیاز حاصل ہوا تو میں نے حضرت سے یہ درخواست کی مسلمانانِ ہند کی ہدایت و رہنمائی کیلئے حضرت کچھ کہہ دیتے، کچھ نئے رشحاتِ قلم سرفراز فرمائیں تو حضرت نے کہا کہ مجموعۂ ہشت بہشت جس کا مسودہ ایک بزرگ دہلی لے گئے ہیں طلب کر کے طبع کا انتظام کر لو۔ اسی وقت جناب حکیم معزالدین صاحب مالک و موجد زندہ طلسمات نے اس کی طبع کا ذمہ لیا اور یہ مجموعہ بحمداللہ تباہیٔ دہلی سے پہلے ہی حیدرآباد پہنچ گیا اور حکیم صاحب ممدوح نے اس کو زیورِ طبع سے آراستہ کیا۔ اس مجموعہ میں حضرت نے خلفائے راشدین حضرت احسنین و سیدالشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم کے مناقب اور ان کی مختصر سیرت تحریر فرمائی ہے، اور حالات کو اس حسن و خوبی سے جمع فرمائے کہ جملہ رسائل مجموعہ احادیث معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت کا طرزِ بیان اس قدر دلکش اور سلیس ہے کہ ہر ایک شخص اس سے بآسانی استفادہ کر سکتا ہے۔

اہلِ سنّت کا مذہب یہ ہے کہ خلفائے راشدین سے محبت ہو اور ان کے فضائل میں سلسلۂ خلافت کے خلاف کسی کو ترجیح نہ دی جائے اور نہ ایسی روایات کی جانب توجہ ہو جس سے فضائل و مراتب میں اشکال واقع ہو۔ اس مجموعۂ ہشت بہشت میں اہلِ سنّت کے عقیدہ

کے بموجب ان صحیح روایات کو جمع کیا گیا ہے جس سے باحسن الوجوہ عقیدہ اہل سُنت کا ثبوت ملتا ہے اور خلفائے راشدین و اہلِ بیت رضی اللہ عنہم کی باہمی خلوص و یگانگت اخلاق کا اتفاق و اتحاد کلی ثابت ہوتا ہے۔

اسلام کا اصل اصول خدا کی توحید اور رسولؐ کی اطاعت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو خدا کی وحدانیت کے ساتھ باہمی ایسے اتحاد و اتفاق کا سبق دیا ہے جس کو قرآن مجید میں بنیان مرصوص یعنی فولادی دیوار کہا گیا ہے اور اسی کے ساتھ ہر مسلمان کو سپاہیانہ سادہ زندگی بسر کرنے اور صاحب ایثار ہونے کی تعلیم دی گئی ہے۔ صحابہ کرامؓ کی سیرت اس تعلیم کا آئینہ ہے اور اس مجموعہ میں اس تعلیم کو اس طریقہ سے ادا کیا گیا ہے کہ اس سے خلفائے راشدینؓ خاتونِ جنت، صحابہ کرامؓ اور اہلِ بیتؓ کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اور ایمان تازہ ہوتا ہے۔ خدا ئے تعالیٰ مجھ کو اور حضرت مؤلف، ان کے متوسلین اور مسلمانوں کو تمام عالم میں اس سعادت سے بہرہ یاب اور دونوں جہاں میں کامیاب و بامراد کرے آمین۔

ف۔ مجموعہ ہشت بہشت اور حضرت کی دوسری تالیفات مدینہ منورہ میں حضرت مولانا محمد علی حسین ابن حضرت شاہ محمد اعظم حسین خیر آبادی مہاجر مدنی سے مل سکتی ہیں۔ حضرت کا تیس چالیس سال سے مسجد نبوی سے قریب قیام ہے اور مدینہ منورہ میں ان سے نہ صرف ہندوستان بلکہ دمشق و شام، مصر و حجاز، مکہ معظمہ و مدینہ منورہ کے علماء اور فضلاء ہر روز اکتساب علم کرتے اور فیضیاب ہوتے ہیں اور جن حضرات کو حضوری مدینہ طیبہ کا شرف حاصل ہوتا ہے وہ حضرت کی ملاقات پر ایسے مسرور ہوتے ہیں کہ عمر بھر ان کا یہ سرور و کیف باقی رہتا ہے۔

یک زمانہ صحبتے با اولیاء ۔۔۔ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

محمد خیر الدین

آغازِ کتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم و بہ نستعین رب یسر ولا تعسر و تمم بالخیر

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف المرسلین وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین ○

امابعد احباب اخلاص نصاب نے اصرار کیا کہ حضرت خلفائے راشدین اربعہ اور دیگر بعض اکابرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے مناقب و حالات میں چند مختصر تالیفات ضروری ہیں کہ جن میں التزام روایات صحیحہ کے ساتھ طریقہ توسط کا ہو۔ افراط و تفریط سے از روئے مضامین تحریر پاک ہو۔ ہر چند اپنی بے بضاعتی اور نادانی کے اعذار ایک طرف اور کثرت مؤلفات علماء اعلام دوسری طرف پیش کئے لیکن ان محبین کے لئے موجب قبول نہ ہوئے۔ ناچار اس اصرار کو الہامِ ربانی جانتے ہوئے تیمنًا و تبرکًا بعونہ تعالیٰ و فضلہ اس میدانِ عظیم میں شہسوار قلم کی باگ کو ہمیز دی اور ذخیرۂ سعادت و عزت دارین جان کر ادب سے قدم بڑھایا۔ حق تعالیٰ ہر قسم کی کجروی و لغزش سے ان حضرات اعلام کی برکات سے بچاتے ہوئے تکمیل مقصد فرمائے اور تاج قبولیت سے مشرف فرمائے آمین۔

اصل مقصد ان ساداتِ کرام کے مختصر مناقب و تشریفات عالیہ کا بیان و نشر ہے۔ کسی طائفہ کی رد و قدح مرکوزِ ضمیر نہیں۔ صرف اعلائے حق و تبرک اصل مقصود ہے۔ حق تعالیٰ محبت بھرے قلوب کے لئے موجب تنویر و ازدیادِ تعلق محبت بنائے کہ ان ساداتِ عظام کی محبت عین محبت بارگاہِ مصطفوی و قرب حضرت اعلائے احدی جل شانہ ہے اور عکس اس کا

برعکس اس کے سبب، حق تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اور اس مسطر سطور و اولاد و ذریت و محبین منتسبین حقیر پُر تقصیر کو راہِ شقاوت و محرومی سے دُور رکھتے ہوئے ان حضراتِ کرام کی غلامی کا تاجِ عز و شرف جو کہ عین سعادت و عزت ہے دارین میں بخشے۔

اس مبارک سلسلہ کا حلقۂ اوّل سب سے اوّل تصدیقِ رسالت فرمانے والی ذات اطہر حضرت سیدنا صدیقِ اکبرؓ خلیفہ بلا فصل حضور سیدا لخلق والبشر صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوتا ہے۔ اسی لئے بہشتِ اوّل سے اس تالیف مختصر کی تعبیر کی گئی۔ واللہ تعالیٰ ولی التوفیق ومنہ اسئل المعونۃ والتوفیق۔ آمین۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نام مبارک

نام مبارک بقول اکثر عبد اللہ ہے، آپ کے والد ماجد کا نام عثمان اور کنیت ابو قحافہ ہے۔ ابوبکر خود حضرت صدیق کی کنیت ہے جو نام پر بھی غالب آگئی۔ قدیمی لقب آپ کا عتیق ہے جس کی وجہ میں چند اقوال ہیں۔ بقولے بوجہ آپ کے حسن و جمال کے اور بقولے بوجہ آپ کے نسب کی طہارت کے اور بقولے بوجہ آپ کی قدامتِ اسلام کے اور بقولے بوجہ اس کے کہ آپ کی والدہ سے کوئی اولاد زندہ نہ رہتی تھی جبکہ آپ پیدا ہوئے تو وہ آپ کو کعبۂ معظمہ کو لے گئیں اور دعا کی کہ رب میرے یہ موت سے آزاد ہو اور تو اس کو مجھے بخش دے۔

لقب صدیق

امام ترمذی اور امام حاکم نے حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے کہ ایک روز آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور نے فرمایا، اے ابوبکر تم اللہ کے آزاد کئے ہوئے ہو دوزخ سے۔ پس اسی روز سے آپ عتیق مشہور ہوئے صدیق آپ کا لقب ہے۔ کہا گیا ہے کہ چونکہ آپ صدق و سچائی میں جاہلیت میں بھی معروف تھے اسی لئے آپ کا لقب صدیق ہوا۔ ایک روایت ہے کہ مشرکین صبح معراج شریف کو آپ کے پاس آئے اور کہا کہ دیکھتے ہو تمہارے صاحب کو وہ کہتے ہیں کہ آج رات وہ بیت المقدس لے جائے گئے۔ آپ نے سن کر فرمایا کہ کیا انہوں نے یہ فرمایا ہے۔ مشرکین نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ بے شک انہوں نے سچ فرمایا ہے۔ میں تو اس سے بھی بہت زیادہ آسمانی خبروں میں صبح و شام ان کی تصدیق کیا کرتا ہوں۔

پس آپ کی شہرت صدیق ہوگئی۔ ایک روایت ہے کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شب معراج شریف میں واپس ہوتے ہوئے مقام ذی طوی پر پہنچے تو فرمایا۔ اے جبریل میری قوم میری تصدیق نہ کرے گی۔ انہوں نے فرمایا۔ ابوبکر حضور کی تصدیق کریں گے اور وہی صدیق ہیں۔

نزال بن سبرہ کہتے ہیں کہ ہم نے امیرالمومنین حضرت سیدنا علی ؓ سے پوچھا کہ حضرت ابوبکر کی نسبت ہم کو بتلایئے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ تو ایسے مرد ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل اور حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اور خلیفہ۔ نماز میں حضور نے ان کو ہمارے دین کے لئے پسند فرمالیا اس لئے ہم نے ان کو اپنی دنیا کے لئے بھی پسند کرلیا۔ ابویحییٰ کہتے ہیں کہ میں شمار نہیں کرسکتا اتنی بار حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو منبر پر فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ مبارک پر حضرت ابوبکر کا نام صدیق رکھا ہے۔ حکیم بن سعد فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قسم کھا کر فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر کا نام آسمان سے صدیق اتارا ہے۔

ولادت وابتدائی حالات

آپ کی والدہ آپ کے والد کی چچیری بہن تھیں، ان کا نام سلمیٰ بنت صخر بن عامر بن کعب ہے والد کی طرف سے مرۃ بن کعب بن لوئی میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نسب اطہر میں مل جاتے ہیں۔ ولادت باکرامت آپ کی بعد بروز تولد نبوی کے دو سال چند ماہ بعد ہوئی۔ آپ نے مکہ مکرمہ ہی میں نشوونما پایا اور بجز تجارت کے کبھی آپ مکہ مکرمہ سے نہ نکلتے تھے، آپ قریش میں نہایت مالدار اور بامروت اور احسان وکرم میں ممتاز تھے۔ ابن الدغنہ نے آپ کے وہی اوصاف گنائے ہیں جو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے گنائے ہیں۔ انہوں نے آپ سے کہا کہ تم کو اللہ کبھو رسوا نہ کرے گا اس لئے کہ تم صلہ رحمی کرتے ہو اور بات سچی کرتے ہو اور نادار کے لئے کسب کرتے ہو اور

آفاتِ زمانہ میں لوگوں کی مدد کرتے ہو اور مہمانی کرتے ہو۔ آپ سردارانِ قریش میں گنے جاتے تھے اور ارباب مشورہ میں سے تھے اور قریش کے انساب اور ان کی روایات کو سب جاننے والے تھے اور قریش کے ان دس رؤسا میں سے ایک ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے جاہلیت میں بھی بزرگی بخشی اور اسلام میں بھی۔ ایام جاہلیت میں قریش کی طرف سے منصب سفارت اور دیتوں اور تاوانوں کا لینا دینا، آپ ہی سے سند تھا۔ آپ ایام جاہلیت ہی سے نہایت عفیف و پاکدامن تھے۔ کبھی آپ نے کوئی نشہ نہیں استعمال فرمایا اور نہ کبھی شعر و شاعری کی۔ ابوالعالیہ ریاحی کہتے ہیں کہ ایک بار مجمع صحابہ کرام میں آپ سے پوچھا گیا کہ آپ نے ایام جاہلیت میں کبھی شراب پی آپ نے فرمایا۔ اعوذ باللہ۔ پوچھا گیا کہ کیوں؟ فرمایا، میں اپنی آبرو اور مروّت کو بچاتا تھا۔ اس لئے کہ جس نے نشہ پیا اس نے اپنی آبرو بھی اور مروّت بھی ضائع کر دی۔ یہ گفتگو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے گوشِ عالی کو پہنچی تو دو بار فرمایا کہ ابوبکر نے سچ کہا ہے۔ حافظ ابن عساکر بسند صحیح حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا انہوں نے کبھی شعر نہیں کہا اور نہ جاہلیت میں نہ اسلام میں اور تحقیق انہوں نے اور حضرت عثمان نے جاہلیت ہی میں شراب حرام کر لی تھی۔ اللھم ادم مریحا الرضوان علیہ، وایدنا بالاسرار التی اودعتھا لدیہ۔

قبولِ اسلام

صحابہ کرام کے عصر مبارک سے اختلاف اس امر میں چلا آرہا ہے کہ سب سے اوّل کون مشرف بہ اسلام ہوا۔ حضرت صدیق اکبرؓ۔ حضرت ام المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ، حضرت علی مرتضیٰ شیر خدا، حضرت زید بن حارثہ، حضرت ام ایمن، حضرت بلال، حضرت ورقہ بن نوفلؓ ہیں۔ اس اوّلیت میں روایت کا انحصار ہے۔ بکثرت صحابہؓ کرام اور تابعین و اعلام اسی طرف گئے ہیں کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان سب میں اوّل ترین ہیں۔ بہرحال بہترین جمع اس اوّلیت کی جو کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ نے فرمائی ہے اور جس کو تمام اعلام

امت نے قبولیت سے تسلیم ونقل کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ آزاد مردوں میں سب سے اوّل حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ اور مستورات میں حضرت ام المومنین خدیجۃ الکبریٰ اور بچوں میں حضرت سیدنا علی مرتضیٰ اور موالی میں حضرت زید بن حارثہ اور غلاموں میں حضرت بلالؓ اور لونڈیوں میں حضرت ام ایمنؓ ہیں۔ اس اختلاف کی تفاصیل کی اس مختصر میں نہ گنجائش نہ غرض تالیف سے علاقہ۔ البتہ چند روایاتِ معتبرہ آپ کی اوّلیت کی دلیل میں لکھنا ضرور ہیں۔ امام ترمذی اور ابنِ حبان نے اپنی صحیح میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کی ہے کہ سقیفۂ بنی ساعدہ میں خلافت کے موقع پر مجمع مہاجرین وانصار اعلام میں حضرت صدیق اکبرؓ نے جو خطبہ فرمایا ہے اس میں اپنا احق ترین مستحق خلافت ہونے کے لئے جو خصائص آپ نے سب کے روبرو گنائے ہیں اس میں یہی فرمایا ہے کہ کیا میں اوّل اسلام لانے والا شخص نہیں ہوں۔ اگر فی الواقع ایسا نہ ہوتا تو آپ کی ذات اس سے بالاتر ہے کہ جو صفت آپ میں نہ ہو اس کا ادعا کرتے اور حاضرین بھی اس سے بالاتر تھے کہ وہ ایسے ادعا کو تسلیم کر لیتے۔

ابنِ عساکر حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مردوں میں سب سے اوّل اسلام لانے والے حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ حافظ خیثمہ بسند صحیح حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے اوّل جس نے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز ادا کی وہ حضرت ابوبکر ہیں۔ امام طبرانی اور حضرت عبداللہ بن امام احمد نے حضرت شعبی سے روایت کی ہے کہ میں نے حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا، کہ کون اوّل اسلام لایا ہے انہوں نے فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیق۔ کیا نہیں سنتے ہو تم حضرت حسان کو کہ وہ ان کی مدحت میں فرماتے ہیں ؎

اذا تذکرت شجوًا من اخی ثقۃٍ ... فاذکر اخاک ابابکرٍ بما فعلا

خیر البریۃ اتقاھا واعدلھا ... الا النبی واوفاھا بما حملا

والثانی التالی المحمود مشھدہٗ ... واوّل الناس منھم صدق الرسلا

یعنی کہ جب کسی قابل اعتماد دوست پر غمگینی کیا کرو تو سب سے اوّل حضرت ابوبکر کا ذکر کیا کرو ان کی کارگزاریوں پر جو بہترین مخلوقات ہیں اور سب سے زیادہ تقویٰ والے اور سب سے زیادہ سیدھے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اور جو کہ دو کے دوسرے ہیں (غار) میں اور لگے ہوئے ہیں (حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے) جن کے تمام مشاہد محمود ہیں اور جو کہ اوّل ترین تمام لوگوں میں کہ جنہوں نے مرسلین کرام کی تصدیق کی ہے۔ علیٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام ۔۔۔ حافظ ابونعیم فرات بن السائب سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے میمون بن مہران سے پوچھا کہ حضرت علیؓ تمہارے نزدیک افضل ہیں یا حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ۔ یہ سُن کر ان کو ایسا لرزہ ہوا کہ ان کی عصا ان کے ہاتھ سے گر گئی۔ پھر کہا۔ میں یہ گمان بھی نہ کرتا تھا کہ میں ایسے زمانہ تک رہوں گا کہ جس میں ان دونوں کے برابر کسی کو کیا جاوے۔ یہ دونوں تو اسلام کے سر ہیں۔ میں نے کہا کیا حضرت ابوبکرؓ اوّل تھے اسلام میں یا حضرت علیؓ۔ فرمایا، اللہ کی قسم کہ حضرت ابوبکرؓ بحیرٰی راہب کے وقت سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا چکے تھے۔ اور وہی پیامبر تھے درمیان حضور کے اور حضرت ام المومنین خدیجہؓ کے جبکہ حضورؐ نے ان سے نکاح کیا ہے۔ اور یہ سب ہُوا ہے قبل اس کے کہ حضرت علیؓ پیدا بھی ہوئے ہُوں۔ صحیح بخاری میں حضرت ابوالدرداؓ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ کیا تم میرے ساتھی کو (اذیت دینے سے) چھوڑنے والے ہو۔ میں نے کہا اے لوگو میں اللہ کا رسول ہوں۔ تمہاری سب کی طرف پس تم سب نے کہا کَذَبْتَ اور ابوبکرؓ نے کہا صَدَقْتَ یہ نص فرمان عالی اپنے مفہوم میں بالکل صریح ہے جس میں کوئی استثنا نہیں۔ انہیں الفاظ و معنی بکثرت روایات صحاح موجود ہیں بعض کا کچھ تفصیل سے اپنے موقع پر بیان آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اللھم ادم علیہ الرضوان علیہ وامدنا بالاسرار ودعنا یا یہ۔



رفاقتِ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم

باتفاق علماء امت آپ اسلام لانے کے وقت سے برابر ہمیشہ حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر اور رفیقِ سفر وحضر رہے ہیں تمام غزوات میں حضور کی ہمرکابی کا شرف آپ کو حاصل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف تک کبھی آپ نے مفارقت نہ کی۔ بجز اس کے کہ حضور انور کے حکم سے کسی غزوے میں یا حج کے لئے نکلے ہیں۔ حضور ہی کی رفاقت میں سفر ہجرت فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی میں اپنا مال اہل وعیال سب کو چھوڑ کر تنہا حضور کی رفاقت کی جس پر وہ افتخار عظیم سے مشرف ہوئے جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ ہی کا امتیاز خاص ہے۔ جس کو حق تعالیٰ خود کلام پاک میں فرماتا ہے۔ ثانی اثنین اذ ھما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا۔ یعنی حضور دو کے ایک تھے جب کہ وہ دونوں غار میں تھے۔ جب کہ فرماتے تھے حضور اپنے صاحب (حضرت سیدنا ابوبکر رض) سے کہ نہ غمگین ہو تحقیق اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نثار کر دیا۔ غزوۂ احد اور غزوۂ حنین میں بھی برابر حضور کی ہمرکابی میں ثابت قدم رہے جبکہ دوسرے حضرات کے پیر اکھڑ گئے تھے۔

شجاعتِ صدیق

آپ تمام صحابہ کرام میں شجاعت میں بالاتر تھے۔ خود اکابر صحابۂ کرام اس کے معترف ہیں۔ امام بزار حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ایک بار پوچھا کہ مجھے بتاؤ بہادر ترین کون ہے۔ لوگوں نے عرض کیا۔ آپ ہیں۔ فرمایا۔ میں نے جس شخص سے مقابلہ کیا اس سے اپنا بدلہ لے لیا، تم سے پوچھتا ہوں بتاؤ مجھ کو کون شخص بہادر ترین ہے۔ سب نے عرض کیا ہم نہیں جانتے آپ ہم کو بتائیں وہ کون ہے۔

فرمایا۔ وُہ حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ جب کہ جنگ بدر کا دن تھا تو ہم نے ایک ٹٹی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بنائی۔ پھر ہم صحابہ نے آپس میں کہا کون ہے جو کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اس ٹٹی پر رہے۔ پس قسم اللہ کی ہم میں سے کسی کو بھی اس کی جرأت نہ ہوئی بجز حضرت ابوبکرؓ کے۔ وُہ ننگی تلوار لے کر عریش کے دروازے پر اور حضورؐ کے سر مبارک پر کھڑے ہو گئے۔ جب کسی کافر نے حضورؐ انور کی جانب قصد کیا فوراً حضرت ابوبکرؓ اس کی طرف لپکے اور اس پر وار کیا۔ پس وہ بہادر ترین مرد تھے اور تحقیق میں دیکھا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جبکہ قریش حضورؐ کو گھیرے ہوئے ہیں، کوئی تلوار میان سے نکال کر دھمکاتا ہے، کوئی اپنی طرف پکڑ کر کھینچتا ہے اور وہ سب بیک آواز حضور کو دھمکاتے ہوئے کہہ رہے ہیں، کہ تمہیں ہو جو سب خداؤں کو مٹا کر ایک ہی کو خدا بتاتے ہو۔ پس قسم اللہ کی کہ ہم میں سے کسی کو ان کفار قریش کے قریب جانے کی جرأت نہ ہوئی، بجز حضرت ابوبکرؓ کے کہ وہ اس کو مارتے۔ اس کو پکڑ کر کھینچتے اور اُن سے کہتے جاتے کہ کیا تم ایسے مرد کو قتل کرنا چاہتے جو کہتے ہیں کہ میرا رب اللہ ہے یہ فرما کر حضرت شیر خدا نے اپنی چادر چہرے پر سے اُٹھائی اور رُو دیئے۔ یہاں تک کہ داڑھی مبارک آپ کی تر ہو گئی۔ پھر فرمایا اللہ کی قسم تم کو دیتا ہوں بتاؤ کہ آل فرعون کا مومن بہتر ہے یا کہ حضرت ابوبکرؓ۔ سب حاضرین چپ ہو گئے۔ فرمایا کیوں تم مجھے جواب نہیں دیتے۔ پس قسم اللہ کی کہ ایک گھڑی حضرت ابوبکرؓ کی ایک ہزار گھڑیوں آلِ فرعون کے مومن سے بہتر ہے۔ وہ اپنا ایمان چھپاتے ہوئے تھا اور انہوں نے اپنا ایمان آشکارا کیا۔ امام بخاری حضرت عروۃ بن الزبیر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔ کہ سخت ترین بے ادبی جو مشرکین قریش نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو، وُہ بیان کریں۔ فرمایا کہ میں نے عقبۃ بن ابی معیط کو دیکھا کہ وُہ حضور کے نزدیک آیا، جب کہ وہ مسجد الحرام میں نماز میں تھے اور اپنی چادر حضورؐ کی گردنِ مبارک میں ڈال کر اس کو موڑ کر گلا گھونٹنا شروع کیا۔ پس آئے حضرت ابوبکرؓ اور اس کو دھکا دے کر حضورؐ سے الگ کیا اور کہا کہ کیا تم ایسے مرد کو قتل کرنا چاہتے ہو اے کفار جو کہ کہتے ہیں کہ رب میرا اللہ ہے اور تحقیق وہ کھلے ہوئے معجزات و نشانیاں لے کر تمہارے

طرف آئے ہیں تمہارے رب کی طرف سے۔

سخاوت صدیق رض

آپ باتفاق تمام صحابہ کرام میں سب سے زیادہ اللہ کی راہ میں سخی ہیں۔کوئی اس خصلت میں آپ کی برابری کا مدعی نہ ہُوا۔امام ابن جوزی فرماتے ہیں کہ تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ یہ آیات شریفہ آپ ہی کی شان میں اُتری ہیں۔ وسیجنبہا الاتقی الذی یؤتی مالہ یتزکی آخر سورہ تک یعنی قریب ہے کہ بچایا جائے گا لپٹ والی آگ سے وُہ سب سے زیادہ متقی جو کہ اپنا مال دیتا ہے پاکی چاہتے ہُوئے اور اس کے پاس کسی کا احسان نہیں کہ جس کا بدلہ کیا جاوے بجز اس کے کہ اللہ بلند کی رضامندی چاہنے کے اور ہر آئینہ قریب وہ راضی ہو جائے گا۔ابوجہل اور دیگر مشرکین نے حضرت بلال رض کو خرید کر کے آزاد کرتے وقت کہا کہ حضرت بلال رض کا کوئی احسان ابوبکر رض پر تھا اس لئے انہوں نے اس کا بدلہ کرتے ہُوئے ان کو خرید کے آزاد کیا ہے۔ اس کی تردید میں حق تعالیٰ نے یہ آیات اور آپ کے انفاق و خرچ کرنے کو خالص اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لئے ہونا رب العالمین جل شانہٗ نے مبثوت فرمایا ہے۔بہت سے صحابہ کرام نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔فرمایا کسی کا مال میرے کار آمد نہ ہوا جتنا کہ ابوبکر رض کا مال مجھے کار آمد ہوا۔ حضرت ابوبکر رض یہ سُن کر روئے اور عرض کیا یا رسول اللہ بجز حضور کے میں اور میرا مال کس کا ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رض کے مال میں ایسا ہی تصرف فرماتے تھے جیسا کہ اپنے مال خاص میں تصرف فرماتے تھے۔جس دن کہ آپ اسلام لائے ہیں چالیس ہزار درہم کے مالک تھے۔یہ سب مال حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر قربان کر دیا۔ سات غلام لونڈی مسلمان جن کو کفار سخت عذاب دیتے تھے کہ اسلام سے پھر جائیں آپ نے ان کو خرید کر کے آزاد کیا۔سفر ہجرت کے وقت صرف آپ پانچ ہزار دینار کے مالک رہ گئے تھے وہ بھی سب اللہ تعالیٰ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضامندی میں خرچ کر دیا۔

حضرت سیدنا فاروق اعظم فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کا

ہم کو حکم دیا۔ میرے پاس اس وقت کافی مال تھا۔ میں نے خیال کیا کہ اگر میں کبھی حضرت صدیقؓ پر سبقت لے جا سکوں گا تو وہ آج کا دن ہو گا چنانچہ میں نصف مال اپنا لایا اور حضورؐ کے جناب میں پیش کیا۔ حضورؐ نے مجھ سے پوچھا کہ اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا۔ میں نے عرض کیا کہ اسی قدر چھوڑا ہے۔ پھر حضرت ابو بکرؓ نے بحاضر ہو کر اپنا صدقہ پیش کیا۔ حضورؐ نے ان سے بھی پوچھا۔ کہ اپنے گھر والوں کے لئے کیا چھوڑا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ان کے لئے اللہ کو اور اس کے رسولِ کریمؐ کو چھوڑ آیا ہوں۔ حضرت حسن بصریؓ سے بسند جید روایت ہے کہ ایک بار حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنا صدقہ حضور میں پوشیدگی سے لا کر پیش کیا اور عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ میرا صدقہ ہے اور اللہ ہی مجھے دوبارہ دینے والا ہے۔ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا صدقہ لائے، اور علی الاعلان پیش کر کے عرض کیا کہ یارسول اللہ یہ میرا صدقہ ہے اور پھر بھی دوبارہ مجھے اللہ کے حضور میں واپس ہونا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سُن کر فرمایا کہ تمہارے دونوں کے صدقوں کے درجات میں اتنا ہی فرق ہے جتنا کہ تمہارے دونوں کے کلمات میں فرق ہے۔ یعنی حضرت صدیقؓ کے عرض کا مفہوم یہ ہے کہ جو تھا وہ سب حاضر کر دیا ہے اب اللہ تعالیٰ ہی پھر مجھ کو دینے والا ہے اور حضرت فاروقؓ کے عرض کا مفہوم یہ ہے کہ اس قدر میں نے اپنے مال میں سے راہِ الٰہی میں اس وقت پیش کیا ہے اور پھر بھی جب صدقہ کی طلب ہوگی تو میں دوبارہ بھی اس کے برابر حضورؐ میں پیش کرنے والا ہوں۔ فتح مکہ مکرمہ میں حضرت صدیق اکبرؓ اپنے والد کو لے کر اسلام لانے کے لئے حضورؐ کے جناب میں حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے ازراہ مکارم فرمایا کہ کیوں تم نے ان معمر کو نہ چھوڑا کہ میں خود ان کے پاس آتا۔ آپ نے عرض کیا کہ ان پر چل کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہونا زیادہ اہم تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بلکہ ان کی حرمت کی زیادہ حفاظت کرنا چاہتے ہیں بر بنائے اِن کے فرزند کے تعلقات و خدمت گذاریوں کے جو ہمارے حضورؐ میں ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی کا دستِ خدمت گزاری ہمارے یہاں اتنا دراز نہیں ہے

جتنا کہ ابوبکرؓ کا کہ انہوں نے ہماری خدمت گزاری کی اپنی جان سے اور اپنے مال سے اور بیاہ دی اپنی بیٹی۔

قبل وفات شریف جو خطبۂ عام حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس میں منبر شریف پر فرمایا کہ جس کسی کے ہاتھ ہمارے پاس تھے۔ ہم نے ان سب کے ہاتھوں کی مکافات کر دی ہے۔ بجز ابوبکرؓ کے ہاتھوں کے کہ ان کی مکافات ہماری طرف سے اللہ قیامت کے دن ان کو عطا فرمائے گا۔ (الصلوٰۃ) دم۔

آپ کا علم

آپ باتفاق اعلم ترین صحابۂ کرام ہیں اور فہم سلیم میں بھی لاثانی۔ اس کے دلائل کے وقائع بکثرت ہیں صلح حدیبیہ میں حضرت سیدنا عمرؓ کا حضور کی خدمت میں عرض کرنا کہ کیوں ہم اپنے دین میں پنیچ دئے جاتے ہیں۔ پھر یہی سوال حضرت صدیق اکبرؓ سے ان کا کرنا۔ آپ کے جواب کے کلمات بلا ادنیٰ فرق کے وہی تھے جو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا تھا۔ نیز بعد وفات شریف کے جن قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا آپ نے اُن پر جہاد کا حکم دیا۔ تمام صحابۂ کرام نے اس کے خلاف میں آپ سے عرض معروض و بحث کی۔ آپ نے قسم کھا کر فرمایا کہ جو نماز اور زکوٰۃ میں فرق کرے گا ضرور میں اس سے لڑوں گا قسم اللہ کی اگر ان میں سے ایک بکری کا بچہ مجھ کو دینے سے انکار کرے گا جو کہ حضورؐ کو پیش کرتا تھا تو بھی اس سے لڑوں گا۔ یہاں تک کہ وہ مجھ کو ادا کرے جس طرح کہ نماز حق بدنی ہے اسی طرح زکوٰۃ حق مال ہے آخر کار تمام صحابہ کرام کو آپ ہی کا صائب الرّائے ہونا ثابت ہو گیا۔ اور سب نے تسلیم کر لیا۔

اسی طرح حضورؐ نے قبل وفات شریف کے خطبہ میں فرمایا کہ ایک بندے کو اللہ تعالیٰ نے مخیر فرمایا دنیا میں رہنے میں یا آخرت اختیار کرنے میں پس اُس بندے نے جو اللہ تعالیٰ کے یہاں ہے اسی کو اختیار کر لیا۔ یہ سُن کر حضرت صدیقؓ رو پڑے اور عرض کیا کہ ہم حضورؐ پر اپنے باپوں اور ماؤں کو قربان کرنے پر تیار ہیں۔ تمام صحابۂ کرام تعجب کرنے لگے کہ

حضور ایک بندے کے تذکرہ فرما رہے ہیں، ان بزرگ کو کیا ہوا کہ یہ روتے ہیں۔ پھر واضح ہوگیا کہ حضورؐ ہی وُہ عبدِ تخیر تھے۔ اور حضرت ابوبکرؓ ہم سب سے زیادہ عالم تھے۔ یہ صحابۂ کرام کے خود کلمات ہیں اور اسی طرح کثیر وقائع ہیں بعض اپنی اپنی جگہ بیان ہوں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ ان سے واضح ہو جاتا ہے کہ آپ تمام صحابۂ کرام میں عالم ترین تھے اور وقت فہم وذکاوت میں بھی باعتراف اکابر صحابہ کرام آپ مفرد تھے اور ان سب میں سب سے زیادہ عقل رکھنے والے۔ تمام ان مواقع پر کہ جہاں تمام صحابۂ کرام کو حیرانی ہوتی اور کسی کے پاس اس مشکل کا حل نہ ہوتا آپ سے مراجعت کی جاتی۔ فی الفور آپ ارشاداتِ نبویہ سے ان کی اس مشکل کا حل فرما دیتے چنانچہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف پر تمام صحابۂ کرام کا مدہوش ہو جانا حتیٰ کہ حضرت فاروق اعظمؓ نے وقوع وفات شریف ہی سے مذہول کر تلوار برہنہ کر لی کہ جو کہے گا کہ حضورؐ نے وفات پائی اس کا سر جُدا کر دوں گا۔ آپ ہی کا وجود با ہوش تھا جس نے تمام صحابۂ کرام کو اس مدہوشی سے ہوش بخشا اور حضرت فاروقؓ کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ پڑی اور سب نے تسلیم کر لیا۔

اسی طرح حضورؐ کی جائے مدفن انور اور غسل شریف وغیرہ امور میں جو اختلاف ہُوا آپ ہی کے حواس کامل اور عقلِ ذہن کے برکات تھے کہ ہر حادثے پر آپ نے سب کو فرامین نبویہ سُنا کر مطمئن فرما دیا۔ اور اختلاف کو رفع کر دیا۔ یہ سب واضح ترین اُمور ہیں کہ جن سے آپ کا اعلم ترین صحابۂ کرام ہونا روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔

ایک حدیث شریف میں ارشاد نبوی ہے کہ جو علوم و معارف اللہ نے مجھ کو عطا فرمائے وہ سب میں نے ابوبکر کے سینے میں ڈال دیئے صریح حکم نبوی ہے کہ نماز میں جو حاضرین میں سب سے زیادہ عالم اور قاری ہو وہی امامت کرے۔ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا چند بار حکم دے کر اپنی غیبت میں آپ کو امامت کے لئے نامزد فرمانا بالخصوص تمام ایام مرض وفات شریف میں بتاکید حکم عالی کا صدور کہ ابوبکرؓ کو ہمارا حکم پہنچا دو کہ وُہ مسلمانوں کی امامت کریں۔ تمام صحابۂ کرام کی موجودگی میں یہ دلیل قاطع ہے۔ آپ کی اعلمیت اور افضلیت مطلقہ پر اسی طرح فصاحت و بلاغت و نطق لسانی میں بھی آپ سب سے

زیادہ ہیں۔

زبیر بن بکار کہتے ہیں کہ میں نے اہل علم سے سنا ہے کہ تمام خطباء صحابہ کرام میں فصیح ترین حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علی مرتضیٰؓ تھے آپ اُن سب میں اللہ تعالیٰ کو زیادہ جاننے والے اور سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والے بھی تھے۔ خوابوں کی تعبیر میں آپ کو خاص ملکہ تھا۔ حتیٰ کہ اکثر رویائے نبویہؐ میں بھی خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کی تعبیر فرمانے کی اجازت چاہتے تھے۔ اور حضورؐ ان کی عرض کو قبول فرماتے تھے اور اکثر ان کی تعبیر کی تصدیق فرماتے تھے۔

حضرت محمد بن سیرین جو کہ امام المعبرین ہیں فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس اُمت میں ابوبکرؓ سے بہتر کوئی تعبیر کرنے والا نہیں ہے۔ علم انساب قبائل قریش وعرب میں بھی آپ کا ثانی نہ تھا۔ غرض کہ اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کی صحبت اور خدمت و رفاقت خاص کے لئے ازل سے آپ کو چن کر وہ تمام اوصاف کمال جو کہ انبیاء و مرسلین عظام کے بعد کسی بشر میں ہو سکیں سب آپ کی ذات بابرکات میں جمع فرما دیئے تھے۔ چنانچہ آپ کے فضائل میں جو مختصر احادیث شریف بیان ہوں گے ان سے ان کا ثبوت بخوبی واضح ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ آپ کی درستی رائے کے لئے بہترین دلیل یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضور اشرف المخلوقین صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ ذات اعلیٰ حضور کی عقل کل ہے۔ حکم دیا کہ وشاورھم فی الامر۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ کوئی کام حضور صلعم بلا مشورہ آپ کے نہ فرماتے بلکہ اکثر مجالس مشورے میں حضور کی موافقت آپ ہی کی رائے سدید پر ہوا کرتی تھی۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کو جب یمن کا حاکم و قاضی بنا کر بھیجنا چاہا تو ذوالرائے صحابہ کرام سے مشورہ فرمایا۔ ہر ایک نے اپنی رائے عرض کی۔ حضورؐ نے حضرت معاذ سے فرمایا کہ تمہاری کیا رائے ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ جو رائے حضرت ابوبکرؓ کی ہے وہی میری رائے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ آسمانوں سے اوپر اس کو ناپسند و مکروہ

رکھتا ہے کہ ابوبکرؓ کی رائے زمین میں غلط سے منسوب کی جائے۔

فضائلِ حضرت صدیق اکبرؓ

تمام اہلِ سنت والجماعت نے اجماع کیا ہے کہ لوگوں میں افضل تر بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت سیدنا ابوبکرؓ ہیں۔ پھر حضرت سیدنا عمر و عثمان پھر حضرت سیدنا علیؓ پھر بقیہ عشرہ مبشرین بالجنۃ ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین امام بخاری حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضورؐ کے عہد انور میں حضرت ابوبکرؓ کو پھر حضرت عمرؓ کو پھر حضرت عثمانؓ کو بہترین کہا کرتے تھے امام طربی کی روایت میں ہے کہ حضورؐ کو ہماری اس تفصیل کا علم ہوتا تھا اور حضورؐ نے کبھی اس پر انکار نہ فرمایا۔ یہ تقریر سکوتی ہے اس لئے کہ کسی کام پر حضور کا سکوت فرمانا اس کی زبانی تقریر کے، مرادف ہے۔ ابن عساکر کی روایت میں حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ کا اسم گرامی بھی ہے نیز حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم گروہِ صحابہ کہا کرتے تھے کہ اس امت کے افضل تر بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ۔ پھر حضرت عثمانؓ۔ پھر ہم سکوت کرتے تھے۔ امام ترمذی حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے عرض کیا کہ اے بہترین تمام لوگوں سے بعد حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ آپ نے سُنا اور فرمایا کہ اگر تم نے یہ کہا تو میں نے بھی حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ عمرؓ سے بہتر آفتاب طلوع نہیں ہوا۔

امام بخاری حضرت محمد بن الحنفیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت شیرِ خدا علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا کہ حضور رسولؐ کے بعد سب سے بہتر کون ہے۔ فرمایا حضرت ابوبکرؓ۔ عرض کیا اُن کے بعد کون ہے۔ فرمایا حضرت عمرؓ۔ پھر مجھے خوف ہوا کہ اب پوچھوں تو حضرت عثمانؓ کو فرمائیں، تو میں نے خود ہی پوچھا کہ پھر آپ ہیں۔ فرمایا میں تو مسلمانوں میں سے ایک فرد ہوں۔

امام احمد وغیرہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے

فرمایا کہ اس اُمت کے بہترین بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہیں۔ امامین ترمذی و حاکم حضرت سیدنا عمرؓ سے راوی ہیں۔ فرمایا آپ نے ابوبکرؓ ہمارے سردار ہیں اور ہم سب میں بہتر ہیں اور ہم سب سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ پیارے ہیں۔ عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ آپ ہی سے راوی ہیں کہ آپ نے سرِ منبر فرمایا کہ اس امت کے افضل ترین بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ جس نے اس کے سوا کچھ کہا وہ مفتری ہے۔ اس کی سزا مفتری کی سزا ہے۔ نیز یہی جلیل القدر تابعی حضرت امیرالمؤمنین علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ خبردار کوئی تم میں سے مجھ کو حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ پر فضیلت نہ دے ورنہ اس کو مفتری کی حد ماروں گا۔ یعنی اسّی دُرّے کا مستحق ہوگا۔

۔ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے بطرق متعددہ روایت ہے کسی پر آفتاب طلوع و غروب نہیں ہوا جو کہ بہتر ہو ابوبکرؓ سے امام طبرانی حضرت سلمہ بن الاکوع رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ فرمایا حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ابوبکرؓ صدیق تمام لوگوں میں بہترین ہیں مگر یہ کہ نبی ہوں یعنی انبیاء کرام کے سوا آپ تمام بنی آدم میں افضل ہیں۔ امام بخاری و مسلم حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ لوگوں میں کون حضور کو زیادہ پیارا ہے۔ فرمایا عائشہ۔ میں نے عرض کیا مردوں میں سے فرمایا۔ اُن کے باپ۔ عرض کیا ان کے بعد فرمایا عمرؓ۔ امام ترمذی وغیرہ حضرت انسؓ سے راوی ہیں کہ فرمایا حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کی نسبت یہ دونوں انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے سوا تمام معمرین جنتیوں کے سردار ہیں۔ آپ کا ایمان و تصدیق یہ رتبہ ہے کہ بہت سی ایسی تعجب خیز اشیاء جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے کہ جس کو سُن کر حاضرین تعجب میں رہ جاتے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی عدم حاضری میں بھی فرما دیتے کہ اس پر میں ایمان رکھتا ہوں اور ابوبکرؓ اور عمرؓ بھی چنانچہ بھیڑیے اور گائے وغیرہ حیوانات کے کلام کرنے کی روایات جو صحیحین وغیرہ میں ہیں، جن کو سُن کر سامعین تعجب کرتے اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے

تھے۔ امام ترمذی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ آسمان والوں میں سے میرے دو وزیر ہیں جبرئیل و میکائیل علیہما السلام اور زمین میں سے میرے دونوں وزیر ابوبکرؓ و عمرؓ ہیں۔ نیز حضرت انسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوتے اکابر مہاجرین و انصار حلقہ کئے ہوئے بیٹھے منتظر ہوتے۔ ان میں حضرت عمرؓ بھی ہوتے تھے۔ پس ادب اور ہیبت سے کوئی بھی حضورؐ کے چہرۂ انور کی طرف نگاہ نہ اُٹھا سکتا تھا۔ بجز حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے۔ کہ صرف یہی دونوں حضرات حضورؐ کی طرف متوجہ ہوتے اور حضورؐ ان کو دیکھ کر تبسم فرماتے اور حضورؐ کو دیکھ کر یہ دونوں تبسم کرتے۔ نیز حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے راوی ہیں کہ ایک روز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دولت خانہ سے مسجد شریف میں تشریف فرما ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے درمیان میں اس طرح کہ ایک کا ہاتھ اپنے داہنے دستِ مبارک میں۔ دوسرے کا ہاتھ بائیں دستِ مبارک میں لئے ہوئے اور فرمایا کہ اسی طرح ہم قیامت کے دن اُٹھیں گے۔ سبحان اللہ کیا ہی بلند مقام حضرات شیخین کا ہے۔ جس کی بلندی پر فلک ہفتم کو بھی جائے رشک ہے۔ نیز حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ فرمایا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ میں وہ سب سے اوّل ہوں کہ جن سے زمین شق ہوگی، یعنی بعثت کے وقت۔ پھر ابوبکرؓ پھر عمرؓ۔ نیز حضرت عبداللہ بن حنظلہ سے راوی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ دونوں کان اور آنکھیں ہیں۔

امامین بزار و حاکم حضرت ابو اروی دوسی رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ میں خدمتِ اقدس نبوی میں ایک بار حاضر تھا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ حاضر ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا سب حمد اسی اللہ کو ہے جس نے تم دونوں سے مجھ کو موئد فرمایا۔ امام احمد حضرت عبدالرحمٰن بن غنم سے راوی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کو فرمایا کہ جس مشورے میں تم دونوں متفق الرائے ہو جاؤ تو میں کبھی تمہارے مشورے کے خلاف نہ کروں۔ اللّٰھم ادم۔



عظمت سیدنا صدیق اکبرؓ

شیخین حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بامنت لوگوں میں سے مجھ پر سب سے زیادہ ابوبکرؓ ہیں۔ ازروئے صحبت ورفاقت کے بھی اور ازروئے جان ومال نثاری کے بھی اور اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو دوست بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا البتہ اسلام کی برادری اور مودت ہے۔ بجز ابوبکرؓ کی کھڑکی کے کوئی کھڑکی مسجد میں کھلی نہ چھوڑی جائے سب بند کر دی جائیں۔ یہ اس خطبۂ نبویہ کا بعض حصہ ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد حجۃ الوداع کے مدینہ طیبہ میں فرمایا تھا۔ یہ حدیث شریف علماء محدثین کے نزدیک احادیث متواترہ میں سے ہے بکثرت صحابہؓ کرام اس کے راوی ہیں اور ہر زمانہ میں اس کے راوی بڑھتے ہی گئے ہیں۔ اس میں صریح اشارہ آپ کی خلافت کا بھی ہے۔

امام بخاری حضرت ابوالدردا ءرضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ ایک روز میں خدمت نبوی میں حاضر تھا کہ حضرت ابوبکرؓ حاضر ہوئے اور سلام عرض کرکے عرض کیا کہ میرے اور عمر بن الخطابؓ کے درمیان کچھ ناراضی تھی۔ میں نے ان سے تیز کلامی کی۔ پھر مجھے ندامت ہوئی، پس میں نے اُن سے معافی چاہی انہوں نے انکار کیا لہٰذا میں حضور میں عرضِ حال کو حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخشے جاؤ گے تم اے ابوبکرؓ۔ اس کو تین بار فرمایا۔ پھر حضرت عمرؓ کو ندامت ہوئی تو وہ آپ کے مکان پر پہنچے۔ وہاں آپ کو نہ پایا تو وہ بھی حاضر خدمت اقدس نبویؐ ہوئے۔ حضورؐ کا چہرہ انوار غضبناک ہونا شروع ہوا۔ یہاں تک کہ حضرت ابوبکرؓ کو حضرت عمرؓ پر حضورؐ کے غضب کا ڈر پیدا ہوا تو آپ گھٹنوں پر کھڑے ہو گئے اور عرض کیا کہ حضورؐ میں ان سے زیادہ ظالم تھا۔ دوبار یہی عرض کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حاضرین کو مخاطب کرکے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا۔ تم سب نے کہا۔ کذبت اور ابوبکرؓ نے کہا۔ صدقت۔ پھر میری مواساۃ کی اپنی جان سے اور اپنے مال سے۔ پس کیا تم لوگ میرے صاحب کو میرے لئے چھوڑنے والے ہو۔ دوبار فرمایا۔

یعنی ان کی اذیت دہی سے باز رہنے والے ہو یا نہ - اس کے بعد سے پھر کسی کو جرأت نہ تھی کہ آپ کی جناب میں کوئی بے ادبی کرتا -

امام بخاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ سُنا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہُوئے کہ جس نے دو جوڑ کسی چیز کے اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کئے وہ جنت کے دروازوں سے پکارا جائے گا اے بندے اللہ کے یہ کام تیرا بہتر ہے - پھر جو نمازی ہوگا وہ باب نماز سے پکارا جائے گا اور جو مجاہد ہوگا وہ بابِ جہاد سے بلایا جائے گا اور جو روزہ دار ہوگا وہ بابِ ریّان سے پکارا جائے گا اور جو صدقہ دینے والا ہوگا وہ باب صدقہ سے بلایا جائے گا - پس عرض کیا حضرت ابوبکرؓ نے جو کوئی سب دروازوں سے پکارا جائے اس کے لئے کچھ ضرر نہیں پھر کیا کوئی تمام جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا - حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - ہاں ! - اور میں امید رکھتا ہوں کہ تم انہیں میں سے ہوگے اے ابوبکرؓ جو سب دروازوں سے پکارے جائیں گے - امامین ابی داؤد اور حاکم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ فرمایا حضور رسول صلعم نے اے ابوبکرؓ بے شک تم میری اُمت میں سب سے اوّل ہو جو کہ جنت میں داخل ہوں گے -

امام بزار حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ ایک روز حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم بعد نماز صبح کے لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے - پھر فرمایا تم میں کون ہے جو آج روزہ دار اُٹھا ہے - حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میں نے رات روزے کی نیت نہیں کی تھی اس لئے افطار ہی پر اُٹھا ہوں - حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا لیکن میں نے رات سے روزے کا ارادہ کر لیا تھا اس لئے میں روزے سے اُٹھا - پھر حضورؐ نے پوچھا تم میں کون ہے جس نے بیمار کی عیادت آج کی ہو - حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ابھی تو نماز صبح ہی سے ہم نے کہیں حرکت نہیں کی ہے - پھر کیوں کر کسی بیمار کی عیادت کرتے - حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ مجھے خبر ملی تھی کہ میرے بھائی عبدالرحمٰن بن عوف کچھ ناساز ہیں تو میں نے اپنا راستہ انہیں کی طرف سے کیا تاکہ دیکھوں کس حال میں انھوں نے صبح کی - پھر حضورؐ نے فرمایا تم میں کون ہے جس نے آج کسی مسکین کو کچھ کھلایا ہو - حضرت عمرؓ نے عرض

کیا کہ یا رسول اللہ ابھی تو ہم نے حضورؐ کے ساتھ نماز پڑھی ہے۔ پھر ابھی اُٹھے بھی نہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ میں مسجد میں داخل ہو رہا تھا کہ ایک سائل کھڑا تھا۔ ایک جو کی روٹی کا ٹکڑا عبدالرحمٰن کے ہاتھوں میں میں نے پایا اُن سے لے کر اس سائل کو دے دیا۔ حضورؐ نے سُن کر فرمایا۔ خوش باش اور جنت کی تم کو بشارت ہو۔ پھر حضرت عمرؓ کو خوش کرنے کا بھی کوئی کلمہ فرما دیا۔

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ کبھی میں نے کسی خیر کا ارادہ نہیں کیا۔ مگر یہ کہ ہمیشہ حضرت ابوبکرؓ کو اپنے پہلے اس نیکی کی طرف سبقت کرنے والا پایا۔ امام احمد حضرت ربیعہ اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ ایک بار میرے اور حضرت ابوبکرؓ کے درمیان کچھ بات چیت ہوگئی اس میں آپ نے مجھے کوئی کلمہ کہہ دیا۔ جو مجھے مکروہ ہوا۔ پھر ان کو ندامت ہوئی، اور مجھ سے فرمایا کہ ویسا ہی کلمہ تو مجھے کہہ دے تاکہ قصاص ہو جائے میں نے کہا ہرگز نہیں کہوں گا۔ فرمایا تو کہہ ورنہ تیری شکایت حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے میں کروں گا۔ میں نے عرض کیا کہ میں ہرگز ویسا کہنے والا نہیں۔ پس حضرت ابوبکرؓ چلے گئے۔ پھر میرے قبیلے کے لوگ آئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ حضرت ابوبکرؓ پر رحمت فرمائے۔ انہوں نے ہی تم کو کہا جو کچھ کہا پھر حضورؐ میں تمہاری شکایت کس چیز کی کریں گے۔ میں نے ان سے کہا کہ تم جانتے ہو یہ کون ہیں۔ یہ ابوبکر صدیقؓ ہیں یہ ثانی اثنین ہیں یہ مسلمانوں کے سفید ریش بزرگ ہیں۔ خبردار ہوا ایسا نہ ہو کہ وہ پلٹ کر دیکھ لیں۔ کہ تم میری مدد پر ان کے خلاف ہیں اور ان کو اس سے غصہ ہو۔ ان کے غصہ سے حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غصہ ہو اور حضورؐ کے غضب سے اللہ تعالیٰ مجھ پر غضب فرمائے۔ تو ربیعہ ہلاک ہوا جب حضرت ابوبکرؓ چلے گئے تو میں دُور سے آپ کے پیچھے ہو لیا یہاں تک کہ وہ حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو قصہ ہوا تھا وہ بجنسہ عرض کر دیا۔ حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سر مبارک میری طرف اُٹھا کر پوچھا اور فرمایا کہ اے ربیعہ تمہارے اور صدیقؓ کے درمیان کیا ہے میں نے عرض کیا کہ حضور ایسا ایسا ہوا۔ انہوں نے ایسا کلمہ مجھے کہا جو مجھے ناپسند ہوا پھر مجھ سے فرمایا کہ ویسا ہی کلمہ مجھ کو کہہ دے تاکہ قصاص ہو جائے۔ میں نے

انکار کیا۔ حضورؐ نے فرمایا خوب کیا ہرگز ویسا کلمہ ان کو نہ کہنا بلکہ کہہ اسے ابوبکرؓ اللہ آپ کو بخش دے۔ میں نے ان کو مخاطب کرکے عرض کیا۔ اسے ابوبکر اللہ آپ کو بخش دے۔

حافظ ابو یعلیٰ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ فرمایا حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ مجھے معراج کرائی گئی پس جس آسمان پر گزرا وہاں میں نے اپنا نام پایا۔ محمد الرسول اللہ اور اپنے نام کے پیچھے پایا ابوبکرِ الصدیق۔ اس روایت کی سند ضعیف ہے، مگر چھ صحابہ کرام سے مختلف سندوں سے مروی ہے اس لئے محدثین کے نزدیک حسب قاعدہ درجۂ حسن کو پہنچ گئی ہے حالانکہ فضائل ومناقب میں ضعیف حدیث برابر علماء کے نزدیک مسلم مانی گئی ہے۔ واضح ہو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معراجیں چونکہ بہت ہیں اس لئے اس انکار کی جگہ یہاں نہیں ہے کہ بڑی معراج شریف کی روایات میں ایسا تذکرہ مشہور احادیث شریف میں نہیں ہے۔ امامین ابونعیم اور ابن ابی حاتمؒ حضرت سعید بن جبیر سے راوی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے مواجہ اقدس میں یہ آیت شریف پڑھی گئی۔ یٰاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ یہ بہت ہی پیاری بات ہے۔ حضور انور صلعم نے فرمایا کہ بے شک قریب ہے کہ تمہاری موت کے وقت فرشتہ تم سے یہی کہے گا۔

امام طبرانی وغیرہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ ایک بار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابۂ کرام کے کسی تالاب میں اُترے اور فرمایا کہ ہر شخص تم میں سے اپنے دوست کی طرف پیرے ہر ایک دوسرے کی طرف پیر گیا۔ حضرت انور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ باقی رہ گئے۔ تو خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کی جانب پیر کر معانقہ کیا اور فرمایا کہ اگر میں کسی کو خلیل بناتا سوائے اپنے رب کے تو ابوبکرؓ کو ضرور خلیل بناتا۔ لیکن وہ میرے مصاحب ہیں

ابن ابی الدنیا وغیرہ حضرت سلیمان بن یسار سے راوی ہیں کہ ایک بار حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیکی کی خصلتیں ۳۶۰ ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بہتری کا ارادہ فرماتا ہے تو ان میں سے ایک خصلت اس میں کر دیتا ہے کہ اس کی وجہ سے اس

اس کو جنت میں داخل کر دیتا ہے۔

حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا مجھ میں ان نیک خصلتوں میں سے کچھ ہے فرمایا۔ ان تمام خصلتوں میں سے تم میں بہت کچھ ہے۔ ایک روایت کا لفظ ہے کہ تم میں وہ سب خصلتیں ہیں۔ پس تہنیت ہو تم کو اے ابوبکرؓ۔ حافظ ابن عساکر مجمع بن یعقوب انصاری سے، وہ اپنے والد سے راوی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس شریف حلقے در حلقے بھر جاتی تھی۔ اور حضرت ابوبکرؓ کی جگہ خالی رہتی تھی۔ کبھی کسی کی جرأت نہ ہوتی کہ آپ کی جگہ بیٹھ سکے۔ یہاں تک کہ وہ حاضر ہوتے، اور اپنی جگہ بیٹھتے۔ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کی جانب متوجہ ہو کر کلام فرماتے اور سب لوگ مستفید ہوتے۔

ابن عساکر حضرت انس اور حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت ابوبکرؓ کی محبت اور ان کا شکر ادا کرنا میری امت کے ہر فرد پر واجب ہے۔ اللھم آدم مریدا الرضوان علیہ و امدنا بالاسرار التی اودعتہا لدیہ۔

آپ کی شان میں کلماتِ تحسین

امام بخاری حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ ابوبکرؓ ہمارے سب کے سردار تھے۔ امام بیہقی حضرت فاروق اعظم سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اگر ابوبکرؓ کا ایمان تمام زمین والوں کے ایمان سے تولا جائے تو انہیں کے ایمان کا پلہ بھاری رہے گا۔ ابن ابی خیثمہ اور عبداللہ بن امام احمد حضرت فاروق اعظم سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا کاش کہ میں ایک بال ہوتا ابوبکر صدیقؓ کے سینہ میں اور فرمایا کہ میری آرزو ہے کہ میں جنت میں ایسی جگہ ہوں کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو دیکھ سکوں۔ حضرت شیر خدا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ آپ کے انتقال کے بعد نعش پر حاضر ہوئے اور فرمایا کہ مجھے اس سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں کہ اللہ تعالیٰ سے ملتا میں ان لپیٹے ہوئے اعمال

کے ساتھ۔ نیز امام طبرانی آپ سے راوی ہیں کہ فرمایا آپ نے قسم اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کبھی ہم نے کسی نیکی میں مُسابقت نہ کی مگر یہ کہ ابوبکرؓ ہم سب پر سبقت لے جانے والے ہوتے تھے۔ نیز جحیفہ سے راوی ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ نے فرمایا تمام لوگوں میں بہترین بعد حضور رسولؐ کے ابوبکرؓ ہیں۔ اُن کے بعد عمرؓ ہیں۔ میری محبت اور ان دونوں کا بغض کسی مومن کے دل میں ہرگز جمع نہیں ہو سکتا۔

ابن عساکر ربیع بن انس سے راوی ہیں فرمایا اُنھوں نے کہ اگلی کتابوں میں حضرت ابوبکرؓ کی مثال مینہ کی مثال ہے کہ جہاں پڑا فائدہ پہنچایا۔ نیز انہیں سے راوی ہیں۔ کہا کہ ہم نے تمام انبیاء کرام کے اصحاب پر نظر کی۔ کسی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ پایا۔ کہ ان کا صاحب مثل حضرت ابوبکرؓ کے ہو۔ امام زہری فرماتے ہیں کہ منجملہ فضیلت حضرت ابوبکرؓ کی یہ ہے کہ کبھی ایک لحظہ کے لئے بھی آپ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک میں ہرگز ہرگز شک نہ ہُوا۔

ابو حصین فرماتے ہیں۔ تمام انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا، اولادِ حضرت آدم میں حضرت ابوبکرؓ سے افضل کوئی پیدا نہ ہوا۔ اور بالتحقیق ردّت[ا] کے دِن انہوں نے نبوت کے منصب کا کام انجام دیا۔ امام شعبی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے چار خصلتیں حضرت ابوبکرؓ کو وُہ دی ہیں کہ کسی کی اُن کے ساتھ شرکت اُن میں نہیں۔ ان کا صدیق نام رکھا۔ یہ نام کسی دوسرے کو نہیں دیا گیا۔ اور حضورؐ کے صاحب مفرد بنائے گئے۔ سفرِ ہجرت میں اور حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو نماز کی امامت کا حکم فرمایا۔ تمام صحابہ کی حاضری میں۔

حضرت امام محمد باقرؓ فرماتے ہیں کہ جبرئیل علیہ السلام کی مُناجات کو جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے تھے حضرت ابوبکر سنتے تھے البتہ حضرت جبرئیل کو دیکھ نہ سکتے تھے۔ حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مثل وزیر کے تھے۔ تمام اُمور میں حضورؐ اُن سے مشورت فرماتے تھے۔ اور تھے وہ حضورؐ کے دوسرے اسلام میں اور حضور کے دوسرے عریش میں جنگ بدر کے دن اور حضورؐ

[ا] یوم وصال نبویؐ۔

کے دوسرے ہیں قبر میں اور حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کو ان پر کبھی مقدم نہ فرماتے تھے۔ امام ابو حازم فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت سیدنا علی زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آیا اور پوچھا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا مرتبہ ہے۔ فرمایا۔ مثل اسی کے جوان کو اس وقت حاصل ہے۔ یعنی کہ جس طرح ذاتِ مقدسہ نبویہ سے ان کے اجساد طاہرہ اب ملے ہوئے ہیں یہی منزلت ان کی بارگاہِ نبوی میں ہمیشہ ہے وہی قرب و اتصال دوامی ان کا رتبۂ خاص ہے۔

آپ کی خلافتِ حقہ

سب سے اول چند آیاتِ قرآنیہ لکھی جاتی ہیں جن سے بکمال وضوح آپ کی خلافت راشدہ کا ثبوت ہوتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ ۔ پ ۶ ع ۱۲۔ یعنی اے ایمان والو تم میں سے جو اپنے دین سے مرتد ہوگا پس قریب ہے کہ اللہ ایسی قوم لائے گا جن سے وہ محبت رکھتا ہے اور وہ اس سے محبت رکھتے ہیں۔ ایمان والوں کے ساتھ نرمی کرنے والے اور کافروں پر بھاری اور غالب ہونے والے جہاد کریں گے اللہ کی راہ میں اور اس کی راہ میں کسی ملامت کرنے والی کی ملامت سے نہ ڈریں گے۔ امام بیہقی حضرت امام حسن بصری سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا۔ قسم اللہ کی اس آیت کے مشار الیہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ہیں۔ جبکہ قبائل عرب دین سے پھرے تو انہوں نے اور ان کے پیروؤں نے ان کو اسلام کی طرف دوبارہ پھیرا۔ چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ سب سے اول اور زبردست ارتداد تھا۔ لہٰذا اس آیت شریفہ سے آپ کی خلافت محبوبہ و مرضیۂ حق تعالیٰ کا روز روشن کی طرح ثبوت ہے۔ اس لئے کہ مرتدین پر آپ سے پہلے کوئی جہاد حضور کے بعد ہوا ہی نہیں۔

حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ ہم گروہ تابعین آپس میں یہ کہا کرتے تھے کہ آیت مذکورہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کے حق میں اتری تھی۔ قُلْ لِلْمُخَلَّفِينَ مِنَ الْأَعْرَابِ سَتُدْعَوْنَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ ۔ یعنی کہہ دیجئے اے نبی کریم پیچھے رہنے والے

بدویوں سے کہ قریب ہے کہ بلائے جاؤ گے تم واسطے لڑنے ایسی قوم کے جو کہ سخت جنگجو ہیں۔ ان سے تم کو لڑنا ہوگا۔ یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جاویں اور اگر تم نے اُس وقت اطاعت کی تو اللہ تم کو بڑا ثواب دے گا۔

امامین ابن ابی حاتم اور ابنِ حتیبہ کہتے ہیں کہ یہ آیت حجت واضح ہے حضرت صدیقؓ کی خلافت حقہ پر اس لئے کہ وُہ جنگ جو قوم بنو حنیفہ مسیلمہ کذاب کی جماعت اور اس کے پیرو تھے اور ان سے لڑنے کے لئے حضرت ابوبکرؓ ہی نے قبائل کو دعوت دی۔ امام ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں کہ یہ آیت خلافت حضرت صدیقؓ میں صریح ہے۔ اس لئے کہ تمام اہل علم نے اجماع کیا ہے کہ اس آیت شریفہ کے نازل ہونے کے بعد سے کوئی جنگ نہیں ہوئی، سوائے حضرت ابوبکرؓ کے قبائل کو دعوت دینے کے۔ مرتدین و مانعین زکوٰۃ سے جنگ کرنے کے لئے اس آیت شریفہ میں آپ کی خلافت کا وجوب بھی ہے اور آپ کی اطاعت کرنے کی فرضیت بھی ہے۔ اس لئے کہ آخر میں وعید فرماتا ہے کہ اگر پیشتر کی طرح اس جہاد سے بھی تم پھر گئے تو اللہ تم کو دردناک عذاب دے گا۔

حافظ ابن کثیر کہتے ہیں کہ جن مفسرین نے جنگجو قوم کی تفسیر فارس اور رُوم سے کی ہے۔ ان کے نزدیک بھی حضرت صدیقؓ ہی اس آیت کے مشارٌ الیہ ہیں۔ اس لئے کہ آپ ہی نے سب سے اوّل ان پر فوج کشی کی ہے۔ جس کا تتمہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے ہاتھوں ہوا، اور وہ دونوں آپ ہی کے فرع تھے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ الآیۃ یعنی اللہ نے وعدہ کرلیا ہے ان لوگوں سے جو ایمان لائے تم میں سے اور نیک کام کئے ہیں اُنھوں نے کہ ہر آئینہ تحقیق ضرور خلیفہ کرے گا اُن کو زمین میں اور ہر آئینہ ضرور مضبوط بٹھا دے گا ان کے لئے ان کے دین کو جس کو کہ اُس نے ان کے لئے پسند کرلیا ہے اس آیت شریفہ سے حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ اور ان کے بعد کے خلفائے راشدین کی خلافت کا مبیّن ثبوت ہے اور یہ کہ، یہ حضرات سب نیکوکار اور اللہ تعالےٰ کے حضور میں پسندیدہ اعمال تھے۔ اس لئے کہ ان حضرات کے ایام خلافت کے ہر دور میں

اسلام ترقی اور قوت ہی کی طرف چلتا اور بڑھتا رہا ہے جس میں موافق، مخالف، دوست اور دشمن کسی کو بھی مجال دم زدن نہیں اور جو اس کا انکار کرے اُس کا انکار اپنے وجود کے انکار سے بھی بدتر ہے۔ تمام مفسرین نے اس آیت پاک کو خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی خلافت کا کھلا ہوا ثبوت تسلیم کیا ہے۔

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ ۔۔۔ الخ

یعنی مالِ غنیمت میں ان فقراء اور مہاجرین کا بھی حق ہے منجملہ دیگر اقسام مذکورہ بیشتر کے، جو کہ نکالے گئے اپنے گھروں سے اور اپنے مالوں سے، وہ اللہ کا فضل اور اس کی رضامندی چاہتے ہیں اور اللہ کی اور اس کے رسول کی مدد کرتے ہیں وہی لوگ سچے امام ہیں۔ امام ابوبکرؓ بن عیاش فرماتے ہیں کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے سچا کہا ہے ان سچے بندوں نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کی اور آپ کو خلیفۂ حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کہہ کر پکارا۔ لہٰذا یہ سچے بندے جھوٹے نہیں ہو سکتے۔

حافظ ابنِ کثیر نے کہا کہ یہ استنباط بھی اچھا ہے۔ ان آیات کے سوا سورۂ توبہ، سورۂ زمر اور سورۂ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور سورۂ فتح اور سورۂ حجرات وغیرہ کثیر آیات سے علماء نے آپ کی خلافت اور آپ کی صدیقیت اور افضلیت کے استنباطات نکالے ہیں جن میں سے ایک بھی عقلِ سلیم والے کے لئے بس ہے۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہ مضطر تھے انہوں نے اس اضطرار میں تلاش کی تو آسمان کی چھت کے نیچے حضرت ابوبکرؓ سے بہتر کسی کو نہ پایا۔ اس لئے سب نے اُن کے لئے اپنی گردنیں طاعت کی پیش کر دیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ پکڑے گا اُس کا بار ہم اسی پہ ڈال دیں گے اور اُس کو دوزخ میں جلائیں گے۔ لہٰذا اس اجماع کی حجت بھی اس آیت شریف سے صاف ظاہر ہے۔ آپ کی خلافت میں دو صحابہ کرام بھی مختلف نہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اللہ نے میری امت کو اس سے بچا لیا ہے کہ وہ سب کے سب گمراہی پر جمع ہو جائیں۔ اس حدیث شریف سے بھی ثبوت حقیقت خلافت حضرت صدیقؓ کا ظاہر و باہر ہے کہ تمام صحابہ کرام کا اس پر اجماع ہو چکا

مُسلم شریف وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ سب مسلمان جس کام کو بہتر جان لیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی بہتر ہے اور عکس اس کا بالعکس اس کے۔ لہٰذا تمام صحابہ نے باتفاق آپ کی خلافت کو امر مستحسن جان کر آپ کی بیعت کر لی۔

اب چند احادیث صحیحہ بھی لکھی جاتی ہیں جو کہ اپنے مقصد میں بغرض صریح یا صریح کا حکم رکھتی ہیں۔ امامین بخاری و مسلم حضرت جبیر بن مطعمؓ سے راوی ہیں کہ ایک عورت حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی۔ حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دوبارہ خدمت اقدس میں آنے کا حکم دیا۔ اس نے عرض کیا کہ اگر میں حاضر ہوں اور حضور کو نہ پاؤں۔ فرمایا کہ اگر تو مجھ کو نہ پائے تو ابوبکرؓ کے پاس آنا۔

امام حاکم حضرت انسؓ سے راوی ہیں۔ فرمایا انہوں نے کہ بنی مُصطَلِق کے قبیلے نے مجھ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پوچھنے کے لئے بھیجا کہ حضور کے بعد اپنی زکوٰۃ اور صدقات ہم کس کو پیش کریں؟ حضورؐ نے جواب میں ارشاد فرمایا کہ ابوبکرؓ کو۔ یہ ہر دو احادیث شریف اپنے مفہوم میں بالکل نص صریح ہیں۔

امام مُسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں۔ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرضِ وفات شریف میں مجھ سے فرمایا کہ اپنے باپ اور بھائی کو بُلاؤ تا کہ میں ایک فرمان لکھ دوں۔ مجھے خوف ہے کہ کوئی خلافت کی آرزو کرنے والا پیدا ہو جائے یا کوئی کہنے والا کہے کہ میں زیادہ بہتر ہوں خلافت کے لئے اور اللہ نہیں چاہتا اور تمام ایمان والے ابوبکرؓ کے سوا کسی کو۔ امام احمد وغیرہ کی روایت میں اتنا اضافہ اخیر میں اور کہ پھر فرمایا جانے دو۔ اللہ کی پناہ ہے ایمان والوں کو کہ ابوبکرؓ کی نسبت اختلاف کریں۔

امامین بخاری و مُسلم حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ جب مرض حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت سخت ہو گیا تو فرمایا کہ ابوبکرؓ کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ وہ بہت نرم دل مرد ہیں جبکہ وہ حضورؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو امامت نہ کر سکیں گے۔ فرمایا "ابوبکرؓ کو حکم دو کہ امامت لوگوں کی کریں۔ پھر دوبارہ انہوں نے وہی عرض کیا۔ شدت سے فرمایا۔

ابوبکرؓ کو حکم دو کہ لوگوں کی امامت کریں۔ تم سب مستورات حضرت یوسف علیہ السلام کے قضیہ والوں کی مثل ہو، یعنی کہ اسی قسم کا مکر تم عورتیں کرنا چاہتی ہو۔ جیسا کہ حضرت زلیخا اور ان کی دعوت والی عورتوں نے کیا۔ چنانچہ آخر وقت تک آپ ہی بحکم رسالت امامت فرماتے رہے۔ بلکہ ایک بار آپ کو کچھ دیر ہو گئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے امامت کی۔ اُن کی تکبیر کی آواز سُن کر کھڑکی سے حضورؐ نے چہرۂ انور بہت خشمناکی سے نکالا اور پُوچھا کہ ابوقحافہ کے بیٹے کہاں گئے جو عمرؓ امامت کرتے ہیں۔ جب آپ کی تاخیر بیان ہوئی تو سکوت فرمایا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر کی آواز سُن کر فرمایا۔ نہیں نہیں نہیں۔ اللہ انکار کرتا ہے اور تمام ایمان والے انکار کرتے ہیں۔ ابوبکرؓ کے سوائے یعنی ان کے سامنے کسی کو حق تقدم نہیں، اللہ کے نزدیک بھی اور مومنین کے نزدیک بھی۔ ابن عساکر وغیرہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا ام المومنین سے راوی ہیں کہ انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ جب بیمار ہوتے ہیں تو حضرت ابوبکرؓ کو امامت کے لئے بڑھاتے ہیں۔ فرمایا کہ میں نہیں بڑھاتا ہوں ان کو بلکہ اللہ ان کو بڑھاتا ہے۔ نیز حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ سے راوی ہیں آپ نے فرمایا کہ تحقیق حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو امامت کا حکم فرمایا۔ در آنحالیکہ میں حاضر خدمت تھا نہ غائب تھا نہ بیمار تھا پس جب کہ حضورؐ نے ان کو ہمارے دین کا پیشوا ہمارے لئے چاہ لیا تو ہم نے ان کو اپنی دنیا کا بھی پیشوا مان لیا۔

شیخین حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم سے راوی ہیں کہ فرمایا حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں ایک کنوئیں پر ہوں جس پر ڈول لگا ہوا ہے۔ میں نے اس ڈول سے کھینچا جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ پھر اس ڈول کو ابوبکرؓ نے لے کر ایک یا دو ڈول نکالے۔ ان کے نکالنے میں ضعف ہے اور اللہ ان کو بخشے گا۔ پھر عمرؓ آئے اور انہوں نے پانی کھینچنا شروع کیا تو وہ ڈول ان کے ہاتھ میں پکھال ہو گیا۔ پس میں نے کسی قوی چست کو لوگوں میں ایسا نہ پایا جو اُن کے مثل تیزی اور قوت سے وہ کام ان کا سا کرنے والا ہو۔ یہاں تک کہ لوگوں نے حوض بھر لئے۔ علماء کا اتفاق ہے کہ اس میں صریح اشارہ خلافت حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت فاروق اعظمؓ کا بالترتیب اور بکثرت فتوحات

کا اور ظہور اسلام کا خلافتِ فاروقیہ میں ہونا واضح فرمایا ہے۔ امام ترمذی و حاکم بسند صحیح حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ فرمایا حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اقتدا کرو ان دونوں کی جو میرے بعد ہوں گے ابوبکرؓ و عمرؓ۔ اس میں بھی صریح اشارہ حضرات شیخین کی خلافت کا ہے اور دونوں حضرات کے کمالِ فضل کا بدیہی ثبوت ہے۔ ان نصوص صریحہ کے بعد اگر کوئی کورچشم حقیقت ان حضرات کے کمال میں قدح کرے یا معاذاللہ حضورؐ کے بعد پھر جانے یا بدل جانے کا معتقد ہو تو اس سے زیادہ بدبخت و محروم کون ہوگا۔ اللھم احفظنا۔ نیز ارشاد صحیح ہے کہ میرے بعد خلافت رحمت تیس سال رہے گی۔ پھر کاٹنے والا ملک ہو جائے گا ان چند احادیث شریفہ سے آپ کی خلافتِ راشدہ حقہ کا ثبوت بالکل واضح اور مبین ہے۔ آیاتِ قرآنیہ اور نصوص احادیث نبویہ اور اجماع صحابۂ کرام سے آپ کی خلافت راشدہ مسلم الثبوت ہے۔ ہر ایک دلیل اپنے مقصد میں کافی اور وافی ہے۔

اللہ تعالیٰ جہل و عناد اور شقاوت سے سب مسلمانوں کو بچائے، اور اللہ تعالیٰ کے احکامات اور فرامین نبویہ اور صحابہ کرام کے اقوال و افعال کو کما حقہٗ بلا تعصب و نفسانیت اخلاص سے سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کی توفیق بخشے آمین۔

آپ کا دورِ خلافت

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حادثۂ ہائلہ وفات شریف ان اعظم ترین مصائب کا دن تھا۔ بہت سے صحابہ کی عقل زائل ہو گئی۔ بہت گونگے ہو گئے۔ بہت اس وقت لُنج ہو گئے۔ یا [illegible] کی حرکت مسلوب ہو گئی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رونق فرمائی مدینہ طیبہ کے دن جیسا کوئی پُر نور و پُر سرور دن نہ تھا اور حضور کی وفات شریف کے دن جیسا سیاہ اور غمگین دن مدینہ شریف پر نہ گزرا۔ وہ دن سخت ماتم کا دن تھا۔ صحابہ کرام حلقہ بحلقہ عالم بدہوشی میں تھے۔ مستورات پردہ نشین تھی کہ کنواری بچیاں بھی شدت غم و اندوہ سے باہر نکل پڑیں اور سب حواس باختہ تھے۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے بھی باوجود عظمت مقام کے حواس ٹھکانے نہ رہے؟

اور برہنہ تلوار لے کر گھومنے لگے اور کہتے کہ جس سے سنوں گا کہ حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گئے اس کا سر اس تلوار سے جدا کر ڈالوں گا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک صحابی نے جا کر اس تمام حادثہ کی خبر دی۔ آپ دوڑے ہوئے، غم میں بھرے ہوئے حاضر ہوئے کمال عقل سے جو کہ تمام صحابہ کرام میں آپ ہی کا مقام اعلیٰ ہے، اس حالت میں کسی سے گفتگو مناسب نہ جانی اور براہ راست حجرۂ مقدسہ میں داخل ہوئے اور چادرِ مبارک چہرۂ انور سے ہٹا کر حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کے رخسار اطہر اور پیشانیٔ انور کے روتے ہوئے بوسے لئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ پاک ہیں حضور زندگی میں اور بعد وفات بھی۔ میرے باپ اور ماں قربان حضور پر۔ یا رسول اللہ بارگاہِ خداوندی میں ہم کو حضور یاد رکھیں۔ اس کے بعد فرمایا۔ قسم ہے کعبہ کے رب کی کہ وفات پائی حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ پھر چادر مبارک ڈھک دی اور مسجد نبوی شریف میں داخل ہو کر منبر شریف کا رخ لیا۔ تمام صحابہ آپ کو دیکھ کر جمع ہو گئے۔ آپ نے بعد حمد و نعت کے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور نہیں ہیں محمد مگر رسول تحقیق ان سے پہلے بھی مرسلین گزر چکے ہیں۔ کیا پس وہ اگر وفات پا جائیں یا مقتول ہوں تو تم اپنے الٹے پاؤں دین سے پھر جاؤ گے، اور جو اپنے الٹے پیر پھرے گا پس ہرگز اللہ کو کچھ بھی ضرر نہ پہنچے گا اور قریب ہے کہ اللہ شکر کرنے والوں کو بدلہ دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تحقیق تم بھی وفات پانے والے ہو اور یہ سب (دشمن) بھی مرنے والے ہیں۔ پھر قیامت کے دن تمہارے سب کے رب کے حضور میں خصومت تمہاری ہونے والی ہے۔ اس کے بعد جان لو کہ تحقیق تم میں سے جو کوئی حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پرستش کرتا ہو تو حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اور جو تم میں سے اللہ کی پرستش کرتا ہے سو اللہ تعالیٰ ہمیشہ زندہ ہے وہ مرنے والا نہیں۔ یہ کلمات اور آیات طیبات سنتے ہی حضرت فاروق اعظم رض کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ پڑی اور آپ کے حواس بجا ہو گئے حضرت فاروق اعظم رض فرماتے ہیں کہ یہ آیات سن کر مجھے احساس ہوا کہ شاید اسی وقت یہ آیتیں اتری ہیں۔ اپنی مدہوشی میں ان آیات کا ادراک نہ رہا تھا۔ اس کے بعد مسجد شریف سے باہر نکلے۔ تو ایک انصاری صحابی نے کہا کہ جلدی خبر لو آپ

کو کچھ معلوم ہے کہ انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں بیعت کے لئے جمع ہیں۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت فاروق اعظمؓ سے فرمایا۔ چلو ہم بھی اپنے انصاری بھائیوں کے پاس جائیں۔ شیخین کی روایت میں ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت صدیق اکبرؓ سے عرض کیا کہ چلئے اپنے انصار بھائیوں کے پاس چلیں حضرت سیدنا عمرؓ فرماتے ہیں کہ راستے میں ہم کو دو نیک انصاری ملے۔ انہوں نے ہم سے پوچھا کہاں جاتے ہو، ہم نے کہا اپنے انصاری بھائیوں کے پاس۔ انہوں نے کہا کہ بہتر یہ ہے کہ آپ حضرات ان کے پاس نہ جائیے۔ اور اپنا کام پختہ کر لیجئے۔ میں نے کہا قسم اللہ کی ہم ضرور ان کے پاس جائیں گے۔

جب ہم وہاں پہنچے تو وہ سب جمع تھے۔ اور ایک صاحب اُن میں چادر لپیٹے ہوئے تھے یعنی بوجہ بیماری کے۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں۔ حاضرین نے کہا سعد بن عبادہ ہیں۔ (چونکہ حضرت سعد بن عبادہ انصار کے بڑے قبیلۂ خزرج کے سردار تھے اور بڑے رتبہ کے صحابی تھے) انصار کا مشورہ تھا کہ انہیں کو خلیفہ بنائیں، اسی لئے ان کو بیماری کے باوجود کملی اوڑھا کر محفل میں لائے تھے۔ یہ تمام حالات اس حادثۂ جانکاہ کے اثر سے بے شعوری اور ذہول عقل کے تھے جس کی وجہ سے تمام نصوص اور بدیہیات ان حضرات کے ذہنوں سے اوجھل تھے۔

حضرت صدیق اکبرؓ کی تفہیم نے یہاں بھی سب کو چونکا دیا اور سب اپنے حواس میں آگئے۔ حضرت سیدنا عمر فرماتے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ یہ کیوں کملی اوڑھے ہوئے ہیں۔ حاضرین نے کہا بیمار ہیں۔

ہمارے بیٹھنے کے بعد انصار کے خطیب نے اُٹھ کر خطبہ دیا۔ بعد حمد و نعت کے کہا کہ واضح ہو ہم اللہ کے انصار اور اسلام کا لشکر ہیں اور اے گروہ مہاجرین تم بھی ہماری جماعت میں سے ہو اور اس وقت تم میں ایسی ایک آواز نکلی ہے کہ تم مہاجرین ہم انصار کو جڑ سے اکھاڑنے والے ہو، اور حکومت سے بالکل ہم کو باہر نکالنا چاہتے ہو۔ یہ کہہ کر وہ چپ ہو گئے میں نے ایک نہایت چست و عمدہ تقریر اپنے ذہن میں تیار کی تھی۔ میں نے چاہا کہ میں اُٹھ کر جواب دوں تو حضرت صدیقؓ نے مجھ سے فرمایا کہ ٹھہرے رہو، مجھے آپ کی بردباری سے اپنی تقریر بہ چستی کا خیال تھا۔ آپ کے وقار سے میں چپ رہ گیا۔ خود آپ اُٹھے اور حمد و

نعت کے بعد انصار کے فضائل ارشادات نبویہ سے بیان فرمائے۔ اس کے بعد تقریر فرمائی۔
قسم اللہ کی کہ میں نے اپنی ذہنی تقریر میں جو کچھ تیار کیا تھا وہ سب آپ نے فی البدیہہ
بیان فرمایا اور اس سے بھی بہتر بیان کیا۔ اور فرمایا کہ جو کچھ تم نے اپنے فضائل بیان کئے
سب درست ہیں اور تم سب اس کے اہل ہو لیکن قبائل عرب اس حکومت کو بجز قریش کے
کسی کے لئے نہیں چاہتے۔ اس لئے کہ قریش تمام عرب میں نسباً اعلیٰ ہیں اور بہترین ہیں۔
از رُوئے گھر اور ٹھکانے کے۔ یعنی باشندگان بیت اللہ الحرام ہیں اور اے سعد کیا تم
جانتے ہو کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جبکہ تم بھی حاضر بیٹھے تھے
کہ قریش ہی اس حکم کے والی ہیں۔ تمام لوگوں کے نیک قریش کے نیکوں کے تابع ہیں
اور تمام لوگوں کے فاجر قریش کے فاجروں کے تابع ہیں۔

حضرت سعد بن عبادہ نے فرمایا۔ آپ نے سچ کہا ہے۔ ہم انصاری آپ کے وزراء
ہیں اور آپ حضرات قریش حکام ہو۔ حضرت صدیقؓ نے فرمایا کہ میں تمہارے لئے ان دونوں
میں سے ایک کو پسند کرتا ہوں۔ یہ کہہ کر میرا اور حضرت عبیدہؓ کا ہاتھ پکڑا۔ قسم اللہ کی ان کی
تمام تقریر میں سے سوائے اس کلمہ کے مجھے کچھ بُرا معلوم نہ ہوا۔ حالانکہ اگر مجھے آگے بڑھا
کر میرا سر قلم کیا جاتا اس طرح کہ مجھ پر کوئی گناہ نہ ہوتا تو وہ مجھ کو زیادہ پیارا تھا۔ اس سے
کہ میں ایسی قوم پر حکومت کروں جن میں کہ ابوبکرؓ ہوں۔

اس کے بعد پھر انصار کے خطیب یکے بعد دیگرے اٹھتے رہے۔ یہاں تک کہ حضرت
زید بن ثابتؓ (کاتب وحی) کھڑے ہوئے اور کہا کیا تم لوگ جانتے ہو کہ حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم
مہاجرین میں سے تھے اور اب ان کے خلیفہ بھی مہاجرین میں سے ہوں گے۔ اور ہم حضور رسول
صلی اللہ علیہ وسلم کے انصار تھے اسی طرح حضور کے خلیفہ کے بھی انصار ہوں گے۔ یہ کہہ کر
حضرت ابوبکرؓ کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھایا پھر کسی انصار کے خطیب نے کہا کہ ہم میں سے ایک امیر
ہو اور تم مہاجرین میں سے ایک امیر ہو تو حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ اے بھائیو! کیا تم
نہیں جانتے کہ حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بحکم مؤکد حضرت ابوبکرؓ کو تمام مسلمانوں کا نماز
میں امام بنایا ہے پھر تم میں سے کس کے دل کو یہ گوارہ ہوگا کہ وہ حضرت ابوبکرؓ کے آگے

بڑھ سکے۔ یہ سُن کر انصار کے حواس بجا ہو گئے اور اُنہوں نے کہا کہ ہم اللہ کی پناہ لیتے ہیں اس سے کہ حضرت ابوبکرؓ کے آگے بڑھیں۔ پس حضرت عمرؓ نے بڑھ کر حضرت ابوبکر صدیقؓ سے عرض کیا کہ ہاتھ بڑھائیے۔ حضرت صدیق نے ہاتھ بڑھایا۔ سب سے اوّل حضرت فاروقؓ نے بیعت کی۔ اس کے بعد تمام مہاجرین اور انصار حاضرین نے آپ کی بیعت کی۔ اس طرح سقیفہ بنی ساعدہ کا سخت ترین مرحلہ اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے وجود با فضل وجود کی برکت سے بسہولت تمام طے فرمایا اور ارباب حل و عقد کی بیعت ہوئی۔ اُس کے بعد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تدفین کے فریضہ اہم میں سب معروف ہو گئے۔

یہاں کسی نادان کو یہ خرخشہ نہ ہو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن سے فراغت کے بغیر خلافت کے اہتمام کے درپے ہو گئے۔ اس لئے کہ بالکل بدیہی امر ہے کہ جب تک حاکم سر پہ نہ ہو ہر ایک خود سر اور خود رائے ہو گا اور اس میں جو آفات تفرقہ اور تخالف کے ہیں وہ ظاہر ہیں۔ شیطان لعین تو ایسے مواقع کی تاک میں لگا رہتا ہے اور تفرقہ و اختلاف سے زیادہ اس کو کوئی بدکاری پسند نہیں لہٰذا سب سے اوّل فرض یہی ثابت ہوا کہ حاکم اعلیٰ متعین ہو تا کہ خود رائی کا موقع نہ رہے۔ اس لئے کہ تمام امور کا نظام انصرام حاکم ہی پر منحصر ہے پھر اگر اس میں دیر کی جاتی تو ضرور تھا کہ انصار کسی کی بیعت کر ہی لیتے جس کو حق تقدم حضرت صدیقؓ پر ہرگز نہ ہو سکتا تھا۔ اگر اُس پر تمام مہاجرین بھی راضی ہو جاتے جس کا ہونا ممکن ہی نہ تھا۔ تو بھی اندیشہ فساد کا تھا۔ اس لئے کہ عرب کے قبائل منتشرہ اپنی اپنی نخوت اور خود داری سے ہرگز انصار کے لئے یہ منصبِ اعظم قبول کرنے والے نہ تھے۔ صرف قریش ہی کا ایک قبیلہ تھا کہ جس کی عظمت کے آگے تمام قبائل عرب کے سر جھکے ہوئے تھے۔ بوجہ اس کے کہ اسی گروہ کو اللہ نے محافظ و خادم بیت اللہ ہونے کا شرف بخشا تھا پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت و رسالت نے ان کے اس شرف میں اور چار چاند لگا دیئے، اور نہ راضی ہونا جو کہ امر یقینی تھا اس صورت میں اسلام پر کیا قیامت قائم ہو جاتی ور آنحالیکہ حضور ہادی اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وجود اقدس کو پردہ فرمائے ہوئے

کوئی مدت ہی نہ گزری تھی۔ حکمت الٰہیہ اسلام کی عزت و ترقی کا فیصلہ فرما چکی تھی اس لئے یہ صورت ملہم فرما گئی۔ ورنہ علاوہ دیگر خرابیوں کے خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل و کیفیت تجہیز و مدفن مبارک وغیرہ امور میں بھی بڑا اختلاف ہوتا۔ اور وجود اطہر تین روز نہیں اگر صدہا سال اسی طرح رہتا تب بھی اُس حالِ اکمل پر رہتا جہاں کہ کسی تغیر کا واہمہ بھی نہیں ہو سکتا۔ بجائے اس کے اگر اس معاملۂ خلافت عظمیٰ میں یہ عجلت نہ کی جاتی تو تمام امور کی بدنظمی بلکہ سخت ہلاکتوں کا سامنا یقینی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت صدیق اکبرؓ کے وجود مبارک کی برکت سے ان تمام آفات سے اسلام اور مسلمانوں کو محفوظ فرما دیا اور آئندہ کے لئے ہمیشہ یہ سنت متبعہ قرار پا گئی کہ جب خلیفہ کا انتقال ہو تو اس کے دفن سے پہلے اس کے جانشین کی بیعت لے لی جاوے تاکہ مسلمانوں پر کوئی گھڑی ایسی نہ گزرے کہ وہ بلا امام و حاکم کے ہوں۔ ورنہ شیاطین انس و جن کو بہت مواقع رخنہ اندازی و تفرقہ پردازی کے مل جاتے ہیں جو سراسر ہلاکت اور عزت و وقار اسلام کو سخت دھکا دینے والے ہوتے ہیں جن کے نظائر سے تواریخ ممالک لبریز ہیں اور اس طرح حضرت صدیق اکبرؓ کی بیعت خلافت حقہ باجماع اُمت بلا خوف ثبوت ہو گئی۔ کہ جس میں دو مسلمانوں کو بھی اختلاف نہ ہوا۔ اسی لئے اہل سنت والجماعت کے نزدیک جو آپ کی خلافت کا منکر ہے وہ کافر ہے۔ اس لئے کہ اجماع صحابۂ کرام دین متین کی چار اصلوں میں سے ایک اصل مہم ہے جو اس کا منکر ہو وہ باتفاق کافر ہے۔ نعوذ باللہ من الضلالۃ والغوایہ۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اصل سبب آپ کی وفات کا آپ کا شدید غم تھا وفات شریف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر پس آپ کا جسم شریف رفتاً رفتاً گھلتا گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے وفات پائی۔ بعض روایت میں یہ بھی وارد ہے کہ ایک ملاقہ آپ کے حضور میں خزیرہ جو ایک غذا ہے ہدیہ لایا گیا۔ اس وقت طبیب عرب مشہور حضرت حارث بن کلدہؓ بھی حاضر خدمت تھے۔ دونوں نے اس کو کھانا شروع کیا کہ ناگاہ حضرت حارثؓ نے عرض کیا اے خلیفۂ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اُٹھا لیجیے۔ اللہ کی قسم کہ اس کھانے میں ایک سال والا زہر دیا ہوا ہے اور میں اور آپ ایک ہی دن وفات پائیں گے۔ چنانچہ

اس دن سے دونوں کی علامت کا سلسلہ جاری ہوگیا اور حضرت صدیق اکبرؓ کے مرض اصلی غم وفاتِ نبوی پر یہ دوسرا زخم کاری بھی لگ گیا اور آخرکار سال گزرنے پر دونوں حضرات کی وفات ایک ہی دن ہوئی۔ امام شعبی ایک روز فرمانے لگے کہ ہم لوگ دنیا سے کیا توقع رکھ سکتے ہیں اور اس غدارہ کا حال یہ ہے کہ حضور اشرف الخلق صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی زہر دیا گیا اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کو بھی زہر دیا گیا۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ کے مرض الموت کی ابتداء یوں ہوئی کہ یوم دوشنبہ ساتویں جمادی الثانیہ کو آپ نے غسل فرمایا اور وہ دن نہایت سرد تھا۔ آپ کو بخار شروع ہوگیا۔ اور پندرہ روز وہی بخار آپ کو رہا۔ کہ جس کی وجہ سے نمازوں کے لئے بھی باہر نہ نکل سکے۔ اثناء بیماری میں بعض صحابہ کرام حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ حکم دیجئے کہ طبیب کو ہم حاضر کریں اور وہ آپ کا مرض تشخیص کرے۔ فرمایا کہ طبیب نے مجھ کو دیکھ لیا ہے۔ انہوں نے عرض کیا کہ پھر کیا طبیب نے تجویز کیا فرمایا۔ اُس نے فرمایا کہ انی فعال لما ارید تحقیق میں وہی کرنے والا ہوں جس کا میں نے ارادہ کر لیا ہے۔ سبحان اللہ کیا کیا اعلیٰ مقام تفویض و تسلیم ہے اور کیوں نہ ہو اگر سیّد الصدیقین اور افضل البشر بعد النبیین کے لئے یہ مقام اکمل نہ ہو تو کس کو ہو سکے۔

جب وفات شریف کا دن آیا تو پوچھا آج کون دن ہے۔ عرض کیا گیا کہ آج دوشنبہ ہے۔ یہ پوچھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات شریف کس روز ہوئی تھی۔ عرض کیا گیا کہ دوشنبہ کی شام کو۔ فرمایا کہ میں بھی اُمید رکھتا ہوں شام تک کی۔ پھر فرمایا کہ آج میرا انتقال ہو جائے تو کل تک میرے دفن میں دیر نہ کرنا۔ بلکہ رات ہی میں دفن کر دینا اس لئے کہ جو دن میرا حضور سے قریب تر ہو وہی مجھے زیادہ پیارا ہے۔ پھر ام المومنین سے فرمایا کہ اے بیٹی اللہ کی قسم لوگوں میں تم سے زیادہ میرے نزدیک پیارا نہیں ہے اس سے کہ تم مالدار ہو اور نہ اس سے زیادہ مجھ پر کوئی چیز بھاری ہے کہ تم میرے بعد تنگدست ہو اور میں نے تم کو بیس وسق[1] کھجور ہبہ کر دی تھی جو غابہ میں میرے مال میں سے تھیں۔ اگر تم نے کاٹ کر

---

[1] ایک وسق ساٹھ صاع کا ہوتا ہے۔ ایک صاع تقریباً پونے تین سیر پختہ کے ہوتا ہے۔

اپنے قبضہ میں لے لی ہوتیں تو تمہاری تھیں۔ چونکہ ابھی تک تم نے کٹوائی نہیں لہٰذا اب یہ سب مال وارثوں کا ہے اور وہ تمہارے دونوں بھائی (عبدالرحمٰن اور محمد) ہیں اور دو تمہاری بہنیں ہیں۔ انہوں نے عرض کیا کہ میری تو صرف ایک ہی بہن اسماء ہیں پھر دوسری کون ہے؟ فرمایا کہ خارجہ کی بیٹی حمل سے ہیں اور میرے قلب میں القا کیا گیا ہے کہ وہ لڑکی ہے اس کے ساتھ اچھا سلوک رکھنا (چنانچہ بعد آپ کی وفات شریف کے صاحبزادی پیدا ہوئیں جن کا نام اُم کلثوم رکھا گیا اور حضرت ام المومنین کی تربیت میں پرورش پائی) اور میرے ترکہ کو کتاب اللہ کے موافق تقسیم کر لینا۔ اپنے ترکہ کے پانچویں حصہ کی آپ نے اپنے ان اقربا کے لئے وصیت فرمائی جن کو ورثہ نہیں پہنچتا ہے۔ حضرت ام المومنین فرماتی ہیں اللہ کی قسم کہ حضرت ابوبکرؓ نے کوئی درہم یا دینار ترکہ میں نہ چھوڑا۔ جس کا کہ سکہ اللہ نے چلایا ہے۔

پھر فرمایا کہ اسے میری بیٹی میرے ان دونوں کپڑوں یعنی چادر و تہبند کو دھول لینا اور انہیں میں مجھ کو کفنا دینا۔ اس لئے کہ نئے کپڑے کی حاجت زندہ کو مُردہ سے زیادہ رہتی ہے اور تمہارے باپ دو شخصوں میں سے ایک ہیں یا بہترین پوشاک پہنائے جانے والے ہیں یا (معاذ اللہ) بدترین صورت سے ننگے کئے جانے والے ہیں۔ یہ کلمہ حضرت کا کمال عرفِ الٰہی کے مقام پر ہے، اور نہایت ذلت عبودیت الٰہیہ پر دلیل ہے نہ یہ کہ معاذاللہ آپ کو اپنے خاتمہ کا کوئی اندیشہ تھا۔

پھر آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھ کو حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت مبارک سے ملا کر دفن کرنا اور اپنی اہلیہ حضرت اسماء بنت عمیس کو غسل دینے کی وصیت فرمائی اور یہ کہ حضرت عبدالرحمٰن ان کو پانی وغیرہ دینے میں مدد دیں۔

جب حالتِ نزع شروع ہوئی تو حضرت ام المومنین فرماتی ہیں کہ میں دیکھ کر روئی اور یہ شعر میری زبان سے نکلا ہے۔

من لا یزال دمعہ مقنعًا   فانہ فی مرۃ مدفوق

یعنی جس کے آنسو رُکے ہُوئے ہوں، ضرور ہے کہ ایک بار وہ بہہ نکلیں گے۔

تو آپ نے سُن کر آنکھ کھولی اور فرمایا۔ بیٹی، یہ نہ کہو، بلکہ کہو۔ وجاءت سکرت الموت بالحق ذلک ما کنت منہ تحید ۔ سبحان اللہ کیا مقامِ استقامتِ کبریٰ ہے کہ اس حال میں بھی کلامِ الٰہی پر ہی نظر تدبر ہے۔ فرماتی ہیں کہ کچھ دیر بعد میری زبان سے یہ شعر نکل گیا

وابیض یستسقی الغمام بوجھہ   ثمال الیتٰمی عصمۃ للارامل

یعنی وہ سفید رُخ والے جن کے چہرے کے وسیلہ سے بارش طلب کی جاوے۔ یتیموں کے رکھوالے، بیواؤں کے جائے پناہ۔ آپ نے سُن کر آنکھ کھولی اور فرمایا کہ اے بیٹی اِن صفات کے موصوف حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آخر وقت مقررۂ الٰہی آپہنچا کہ افضل الخلائق بعد المرسلین کی رُوحِ مبارک ملاءِ اعلیٰ کو عروج فرمائے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و معیت سے بزودی شرف حاصل فرمائے۔ سہ شنبہ کی شب میں اس عالمِ فانی سے دارِ باقی کی طرف رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حسبِ وصیت رات ہی میں غسل دیا گیا اور روضۃ من ریاض الجنت میں جنازۂ مبارک لایا گیا۔ حضرت امیر المؤمنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ جنازہ چار تکبیرات سے پڑھائی۔ اس کے بعد حجرۂ مطہرہ نبویہ میں جنازہ حاضر کیا گیا۔ حضرت سیدنا عمرؓ اور حضرت سیدنا عثمانؓ اور حضرت سیدنا طلحہؓ اور آپ کے صاحبزادے سیدنا عبدالرحمٰن نے قبر شریف میں اُتارا اور سرِ مُبارک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے شانہ مبارک کے محاذ میں کیا گیا اور حضورؐ کی قبر اطہر و انور سے آپ کی قبر شریف کی لحد بنائی گئی۔

آپ نے حضرت ام المؤمنین سے یہ بھی فرمایا تھا کہ اے بیٹی ہم مسلمانوں کے حاکم ہوئے لیکن ہم نے نہ کوئی درہم ان کا لیا نہ ان کا کوئی دینار جمع کیا بلکہ اُن کا موٹا کھانا اپنے پیٹوں میں کھایا اور سخت کپڑے اُن کے اپنے بدنوں پر پہنے اور اس وقت کوئی چیز مسلمانوں کے مال کی ہمارے پاس باقی نہیں ہے نہ تھوڑی نہ بہت، بجز اس حبشی غلام کے جو خدمت کرتا ہے اور اس اُونٹ کے جو پانی لاتا ہے اور اس طشت کے جس میں ہم کپڑے گھر کے رنگتے ہیں اور یہ کہنہ غالیچہ۔ میرے انتقال کے بعد یہ سب عمر بن الخطابؓ کو لوٹا دینا چنانچہ حسبِ وصیت کے حضرت ام المؤمنین نے یہ سب اشیاء بعد آپ کی وفاتِ شریف کے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو واپس بھجوادیں۔ جب اُن کی خدمت میں یہ چیزیں پہنچیں تو آپ بہت روئے

اور فرمایا اللہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت فرمائے آپ نے اپنے بعد والے جانشینوں کو سخت تھکن میں ڈال دیا۔ یعنی ایسی پرہیزگاری کسی دوسرے حاکم سے سخت دشوار ہے۔

آپ کے دفن کے بعد صبح کو حضرت امیر المؤمنین نے آپ کے امینوں کو بلوایا اور حضرت سیدنا عثمانؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو ہمراہ لے کر آپ کے بیت المال کو کھولا تو اس میں نہ کوئی درہم نکلا نہ دینار اس لئے کہ آپ کبھی مال خزانے میں جمع کر کے رکھتے نہ تھے۔ جو مال لایا جاتا مساوی تقسیم فرما دیتے اور جو بچتا اس سے اونٹ، گھوڑے، ہتھیار جہاد کے لئے خرید فرما لیتے تھے۔

آپ منفرد وہ خلیفہ ہیں جو اپنے والد کی حیات میں خلیفہ ہوئے اور آپ ہی وہ منفرد خلیفہ ہیں کہ اپنے باپ کی حیات میں وفات پا کر ان کو اپنے ورثاء میں چھوڑا۔ جبکہ مکہ مکرمہ میں آپ کے وفات کی خبر پہنچی تو تہلکہ مچ گیا۔ شور و غوغا سن کر آپ کے والد حضرت ابو قحافہ نے پوچھا یہ کیا شور و پکار ہے۔ ان سے کہا گیا کہ آپ کے فرزند دلبند نے انتقال فرمایا۔ سن کر بولے بے شک بڑی سخت مصیبت اور بڑا عظیم حادثہ ہے۔ ان کے بعد کون مسلمانوں پر حاکم ہوا۔ کہا گیا حضرت عمر بن الخطابؓ۔ فرمایا کہ ہاں درست ہے، وہی ان کے نیک ساتھی تھے۔ انہوں نے اپنا حصۂ میراث آپ کی اولاد پر واپس کر دیا۔

اوصافِ حمیدہ

خوف الٰہی میں آپ کا یہ مقام تھا کہ آپ کے انتقال کے بعد آپ کے خلوت خانہ کی لکڑی کی کڑی دیکھی گئی تو جلی ہوئی تھی۔ شب میں آہ کی کثرت سے وہ لکڑی جل گئی تھی۔ اتنے علو مقام کے ساتھ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ کاش میں سبزہ ہوتا کہ لوگ پکا کر یا جانور چبا کر کھا لیتے۔ کبھی فرماتے میں مومن بندے کے پہلو کا ایک بال ہوتا اور آدمی نہ ہوتا۔ تواضع اتنی تھی کہ باوجود خلافت کبریٰ اور صدیقیت عظمیٰ کے بھی پڑوس کی لڑکیاں اپنی بکریاں خدمت والا میں لاتیں اور آپ ان کو دودھ دو کر دے دیا کرتے۔ معذورین مدینہ طیبہ کی خبر گیری میں

آپ پر کبھی کوئی سبقت نہ لے جا سکا حتیٰ کہ ایام خلافت میں بھی۔

ایک بار ایک شخص آپ کی مجلس میں حاضر ہوا اور کہا۔ السلام علیک یا خلیفۂ رسول اللہ آپ نے فرمایا ان تمام حاضرین میں سے خاص کر کے مجھ ہی کو سلام کرتا ہے۔

علم انساب عرب میں آپ کا کوئی ثانی نہ تھا۔ اسی طرح خواب کی تعبیر میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بے مثل تھے۔ اکثر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے روبرو آپ حقہ کی تعبیر اجازت لے کر بیان فرماتے تھے۔ یہ جرأت حریت آپ کے سوا کسی کو حاصل نہ تھی اور اکثر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی تائید فرماتے تھے۔ بلکہ کبھی یہ بھی فرما دیتے کہ فرشتہ نے بھی صبح یہی تعبیر کہی تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار فرمایا کہ اے ابوبکرؓ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تمہارے ساتھ دوڑ کرتا ہوں اس دوڑ میں ڈھائی زینے تم سے بڑھ گیا۔ عرض کیا کہ میرے ماں باپ قربان ہوں۔ حضورؐ کی وفات شریف کے بعد میں ڈھائی سال زندہ رہوں گا۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا کہ میرے مکان میں تین چاند اتر آئے ہیں۔ فرمایا کہ اے بیٹی تمہارے گھر میں تین ذاتیں دفن ہوں گی جو کہ تمام زمین والوں سے بہتر ہوں گی۔ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دفن فرمائے گئے تو فرمایا کہ یہ تمہارے چاندوں میں سے ایک ہیں۔ اور یہ سب سے افضل و بہتر ہیں۔ ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ میں نے دیکھا کہ میں خون کا پیشاب کرتا ہوں۔ فرمایا کہ تو ایام حیض میں اپنی زوجہ سے قربت کرتا ہے، اس فعل بد سے توبہ کر اور دوبارہ ایسا نہ کر۔

شدت مجاہد کا نفس کا یہ حال تھا کہ ہمیشہ ایام گرمی میں روزے رکھتے تھے۔ اور سردی کے دنوں میں افطار فرماتے۔ آپ کے فضائل خاصہ میں یہ بھی ہے کہ آپ کے والد ماجد صحابی، خود سید الاصحاب، صاحبزادے بھی دونوں صحابی، آپ کے پوتے محمد بن عبدالرحمٰن جن کا لقب ابو عتیق ہے وہ بھی صحابی، اس کی نظیر تمام صحابہ کرام میں نہیں۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ تمام مہاجرین صحابہ میں ایک آپ ہی ہیں جن کے والدین مشرف باسلام صحابیت ہوئے۔ آپ کے فضائل و کمالات میں قلم اٹھانا دریائے ناپید اکنار میں قدم ڈالنے

کے شامل ہے۔ علماء اعلام نے مستقل کتابیں بکثرت آپ کے سیر و مناقب میں لکھی ہیں جن کو زیادہ تفاصیل کی رغبت ہو وہ کتب سیر و تواریخ مفصلہ و کتب مناقب سے رجوع ہوں۔ یہاں بغرض حصول برکت و اظہار شمۂ فضیلت اس قدر پر کفایت کر کے اللہ تعالیٰ سے ملتجی ہے کہ اس حقیر خدمت کو قبولیت کا شرف بخشے اور ذریعۂ ازدیاد اخلاص دلہائے محبین، مخلصین منصفین کا بنا دے۔ اور جن کے لئے سعادت واجب ہو چکی ہے اُن کے لئے ہدایت و قبول حق کا سبب بنائے اور اس کمترین کو اور اس کی اولاد و ذریت کو جس طرح اپنے فضل و کرم ازلی سے شرفِ انتساب ایسے جد و اعلیٰ و کرم سے بخشا ہے ان کے طریقہ مرضیہ پر چلنے کی توفیق بھی بخشے اور اسی فضل محض سے ان کے سایۂ عاطفت میں جگہ دے اور ان کے ضمن میں شمول فرما لے کہ فرمانِ حق ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ یعنی جو لوگ کہ ایمان لائے ہیں اور ان کی ذریت نے ایمان میں اُن کی پیروی کی ہے تو ہم ان کی ذریت کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہ کریں گے۔ سبحان اللہ۔ کتنی عظیم الشان بشارت ہے۔ حق تعالیٰ ایمان کی سلامتی حسن ادب اور اخلاص کے ساتھ کرامت فرما کر اس بشارت کا مستوجب بنا دے۔

آپ کے کارنامے

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے مسند آرائے خلافت ہوتے ہی ان کو بڑی مشکلات اور خطرات کا سامنا کرنا پڑا۔ ایک طرف چھوٹے مدعیان نبوت اُٹھ کھڑے ہوئے اور دوسری طرف مرتدینِ اسلام نے علمِ بغاوت بلند کیا۔ منکرینِ زکوٰۃ نے علیحدہ شورش برپا کی تھی۔ ان دشواریوں کے ساتھ حضرت اُسامہ بن زید کی مہم بھی درپیش تھی جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات ہی میں شام پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا تھا۔ اِس مہم کے متعلق صحابہ کرام نے رائے دی کہ اس کو ملتوی کر کے پہلے مرتدین و کذاب مدعیانِ نبوت کا قلع قمع کیا جائے

لیکن خلیفۂ اوّل نے اس کو گوارا نہ کیا کہ جیشِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم معرض التواء میں پڑ جائے، آپ نے برہم ہو کر فرمایا خدا کی قسم اگر مدینہ طیبہ اس طرح آدمیوں سے خالی ہو جائے کہ درندے آ کر میری ٹانگ کھینچنے لگیں جب بھی میں اس مہم کو روک نہیں سکتا۔

اسامہ بن زید والی مہم

باوجود سخت ترین مشکلات کے حضرت اُسامہ بن زیدؓ کو روانگی کا حکم دے دیا اور خود دُور تک پا پیادہ مشائعت کر کے ان کو زرّیں ہدایات فرمائیں۔ چونکہ اُسامہ گھوڑے پر سوار تھے اور جانشینِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پا پیادہ گھوڑے کے ساتھ دوڑ رہے تھے اس لئے انہوں نے تعظیماً عرض کیا۔ اے جانشینِ رسولؐ خدا کی قسم آپ گھوڑے پر سوار ہو لیں ورنہ میں بھی اُترتا ہوں۔ بولے اس میں کیا مضائقہ ہے اگر میں تھوڑی دیر تک راہِ خدا میں اپنا پاؤں غبار آلود کر لوں۔ غازی کے ہر قدم کے عوض سات سو نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

حضرت اُسامہ کی مہم رُخصت ہو کر حدودِ شام میں پہنچی اور اپنا مقصد پورا کر کے یعنی حضرت زیدؓ کا انتقام لے کر نہایت کامیابی کے ساتھ چالیس دن میں واپس آئی۔

مُدعیانِ نبوت کا قلع قمع

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زندگی میں مُسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا لیکن آنحضرتؐ کے بعد اور بھی بہت سے مُدعیانِ نبوت پیدا ہو گئے تھے اور روز بروز ان کی قوت بڑھ رہی تھی۔ چنانچہ طلیحہ بن خویلد نے اپنے اطراف میں علمِ نبوت بلند کیا تھا۔ اسی طرح اسود عنسی نے یمن اور سیلمہ بن حبیب نے یمامہ میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔

نبوت کی ہوس کا مرض وبا کی طرح تمام عرب میں پھیل گیا تھا، اور اُن کی مدد کے لئے اکثر سردار اور ان کی قوم کے لوگ کھڑے ہو گئے تھے۔ اس فتنہ کے انسداد کی نہایت ہی سخت ضرورت تھی۔ اس بنا پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے خاص طور پر اس کی طرف توجہ فرمائی اور صحابۂ کرام سے مشورہ کیا کہ اس مہم کے لئے کون شخص زیادہ موزوں ہوگا۔ حضرت علیؓ کا نام لیا گیا۔ لیکن وہ آنحضرتؐ کے بعد سے اس وقت تک تمام تعلقات دینوی سے کنارہ کش تھے۔ اس لئے قرعۂ انتخاب حضرت خالد بن ولیدؓ کے نام نکلا چنانچہ وہ حضرت ثابت بن

قیسؓ انصاری کے ساتھ مہاجرین وانصار کی جمعیت سے کر مدعیان نبوت کی سرکوبی کو روانہ ہوئے۔

حضرت خالدؓ نے سب سے پہلے طلیحہ کی جماعت پر حملہ کر کے اس کے متبعین کو قتل کیا اور طلیحہ کی مدد پر بنو غطفان تھے۔ ان کے سردار عیینہ بن حصن فزاری کو گرفتار کر کے تیس قیدیوں کے ساتھ مدینہ روانہ کیا عیینہ نے مدینہ پہنچ کر اسلام قبول کر لیا۔ لیکن طلیحہ شام کی طرف بھاگ گیا۔ وہاں سے عذر خواہی کی اور توبہ کر کے تجدید اسلام کے بعد حلقۂ مومنین میں داخل ہو گیا۔

مسیلمہ کذاب کی بیخ کنی کے لئے حضرت شرجیل بن حسنہ روانہ کئے گئے لیکن ان کے حملہ کرنے سے قبل ہی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ان کی اعانت کے لئے روانہ فرمایا۔ چنانچہ انہوں نے مجاعا کو شکست دی۔ اس کے بعد خود مسیلمہ سے مقابلہ ہوا۔ اس نے اپنے متبعین کی مدد سے مسلمانوں سے نہایت سخت جنگ کی۔ اس جنگ میں مسلمانوں کی کثیر تعداد شہید ہوئی جن میں بہت سے حافظِ قرآن بھی تھے۔ لیکن آخر میں فتح مسلمانوں کو ہی اللہ تعالیٰ نے دی اور مسیلمہ کذاب حضرت وحشی کے ہاتھ سے قتل ہوا۔ اس کی بیوی سجاح جو خود مدعی نبوت تھی بھاگ کر بصرہ پہنچی اور کچھ دنوں بعد مر گئی [1]

اسود عنسی نے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ میں اس کی قوت بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ اس کو قیس بن کشوح اور فیروز دیلمی نے جبکہ وہ نشہ کی حالت میں تھا واصل جہنم کیا۔ اسی طرح سب جھوٹے مدعیانِ نبوت ایک ایک کر کے نامراد ختم ہوئے۔

مرتدین کی سرکوبی

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بہت سے سرداران عرب مرتد ہو گئے اور ہر ایک اپنے حلقہ کا بادشاہ بن بیٹھا۔ چنانچہ نعمان بن منذر نے بحرین میں سر اٹھایا۔ لقیط بن مالک نے عمان میں علم بغاوت بلند کیا۔ اسی طرح کندہ کے علاقہ میں بہت سے بادشاہ پیدا ہو گئے۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے مدعیانِ نبوت

---

[1] تاریخ معلی جلد نمبر ۲۔ [2] تاریخ طبری

سے فارغ ہو کر اس طوائف الملوکی کی طرف توجہ فرمائی۔ چنانچہ علا بن حضرمیؓ کو بحرین بھیج کر نعمان بن منذر کا قلع قمع کرایا۔ اور حضرت غدیفہ بن محصنؓ کی تلوار سے لقیط بن مالک کو قتل کرا کے سرزمینِ عمان کو پاک کیا اور زیاد بن لبیدؓ کے ذریعہ سے ملوک کندہ کی سرکوبی فرمائی

منکرین زکوٰۃ کی تنبیہ مدعیان نبوت اور مرتدین کے علاوہ ایک تیسرا گروہ منکرین زکوٰۃ کا تھا چونکہ یہ گروہ اپنے کو مسلمان کہتا تھا اور صرف زکوٰۃ ادا کرنے سے منکر تھا اس لئے اس کے خلاف تلوار اٹھانے کے متعلق خود صحابہ میں اختلاف رائے ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کو بھی ان سے جنگ کرنے میں تامل تھا لیکن حضرت خلیفہ اوّل کا غیر متزلزل ارادہ و استقلال اختلاف رائے سے مطلق متاثر نہ ہوا اور صاف کہہ دیا۔ خدا کی قسم اگر ایک بکری کا بچہ بھی جو رسول اللہؐ کو زکوٰۃ کی بابت دیا جاتا تھا اب اس کے دینے سے کوئی انکار کرے گا تو میں اس کے خلاف جہاد کروں گا۔ اس تشدد کا اور تنبیہ کا یہ اثر ہوا کہ تمام منکرین خود زکوٰۃ لے کر بارگاہِ خلافت میں حاضر ہوئے اور پھر حضرت صدیقؓ کی اصابت رائے کے معترف ہوئے[1]

جمع قرآن مدعیان نبوت و مرتدین کے مقابلہ میں بکثرت حفاظ قرآن شہید ہو گئے تو اس کا اندیشہ ہو گیا کہ قرآن شریف کا بہت حصہ ضائع ہو جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے باصرار کہا کہ کل قرآن کا ایک جگہ جمع کرنا ضروری ہے۔ حضرتؓ نے پہلے عذر کیا لیکن بعد میں حضرت زید بن ثابت کاتب وحی سے ہی تمام اجزاء قرآن کو جمع کر کے ایک کتاب کی صورت میں لکھوایا۔

آیات، جملہ قرآن و اسماء سُوَر اور ان کی باہم ترتیب حضرت رسول اکرمؐ کے عہد مبارک میں ہی انجام پا چکی تھی لیکن وہ سب ایک جگہ جمع شدہ نہ تھا حضرت خلیفہ اوّل نے صرف قرآن مجید کو ایک کتاب کی صورت میں مدون کر کے اپنے پاس محفوظ فرما لیا۔ حضرت کی وفات کے بعد حضرت حفصہؓ کے پاس وہ نسخہ رہا اور ام المؤمنین حضرت حفصہؓ سے حضرت عثمانؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں یہ نسخہ لے کر اس کی چند نقلیں کرا کے دوسرے مقامات میں

---

[1] تاریخ طبری۔ [2] بخاری شریف جلد اول

روانہ کئے۔

معاندین نے یہ غلط مشہور کیا ہے کہ قرآن مجید آنحضرتؐ کے عہدِ مبارک میں مکمل طور پر نہیں لکھا گیا تھا۔ اور قرآن کی اکثر سورتوں کے نام اور ان کی ترتیب موجودہ بھی عہد نبوی کے بعد ہوئی ہے یہ بالکل صحیح نہیں ہے آنحضرتؐ کے زمانہ میں ہی قرآن مجید کا یہ تمام کام انجام پاچکا تھا۔

فتوحات پورے جزیرہ نمائے عرب پر آنحضرتؐ کے زمانے میں اسلام کا تسلط ہو چکا تھا اور آنحضرتؐ نے شاہانِ فارس و روم کو دعوتِ اسلام دی تھی۔ لیکن انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا اور آنحضرتؐ شام کی مہم کا انتظام فرمایا تھا کہ آنحضرتؐ کا وصال ہُوا۔ آنحضرتؐ کی تجویز کے بموجب اُسامہ بن زید کو خلیفہ اول نے شام کی مہم پر روانہ فرمایا۔ عرب کی سرحد سے عراق ملا ہوا تھا اور عراق پر ایران کا قبضہ تھا۔ یہ حکومت ہمیشہ عربوں سے برسرپیکار رہتی تھی۔

مہم عراق اس زمانے میں ایرانی حکومت اپنی اگلی شان و شوکت کھو چکی تھی اور سلطنت ایران پر ایک عورت پوران دخت تخت نشین تھی۔ قبیلہ وائل کے ایک سردار جن کا نام مثنیٰ تھا اسلام لاچکے تھے انہوں نے اس موقع کو غنیمت سمجھا لیکن وہ تنہا اس عظیم الشان حکومت کا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس لئے بارگاہِ خلافت میں حاضر ہو کر باقاعدہ فوج کشی کی اجازت حاصل کی اور اپنے تمام قبیلہ کو لے کر ایرانی سرحد میں گھس گئے اور اس کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ایک جمعیت کے ساتھ مثنیٰ کی کمک پر روانہ فرمایا۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کے ایران کے علاقہ میں پہنچتے ہی جنگ کی صورت بدل گئی اور وہ بانقیا کسکر وغیرہ فتح کرتے ہوئے آگے بڑھے اور شاہ جاپان علاقہ فارس کا مقابلہ کیا اور اس کو شکست دی۔ پھر حیرہ کے بادشاہ نعمان سے جنگ کی، نعمان ہزیمت اٹھا کر مدائن بھاگ گیا۔ حضرت خالد حیرہ سے خورنق پہنچے لیکن اہلِ خورنق نے دُوراندیشی سے کام لے کر ستر ہزار درہم خراج پر مصالحت کرلی اس طرح حیرہ کا پُورا علاقہ اسلام کے زیرِ نگیں ہوگیا اور حضرت خلیفہ اوّل نے اپنی جواں ہمتی اولوالعزمی سے

مُلک ایران کے فتح کے لئے راستہ کھول دیا اور مسلمانوں کو اور خلفائے اسلام کو اطاعت خداو رسولؐ اور استقلال کا ایک ایسا سبق دیا کہ قیامت تک وُہ اُن کی راہنمائی کرے گا۔

مہم شام عراق کے بعد مہم شام پر کئی طرف سے لشکر کشی کا حضرتؓ نے انتظام کیا اور ہر ایک علاقہ کے لئے علیحدہ علیحدہ فوج مقرر کردی۔ حضرت ابو عبیدہ حمص پر، یزید بن ابو سفیان دمشق پر، حضرت شرحبیل بن حسنہؓ اردون پر، عمر بن العاص فلسطین پر مامور ہُوئے۔ مجاہدین کی تعداد ۲۷۰۰۰ ہزار تھی۔ ان علاقوں پر مقابلہ کے لئے قیصر نے الگ الگ سردار پہلے ہی متعین کر دیئے تھے۔ یہ دیکھ کر افسرانِ اسلام نے اپنی تمام فوجوں کو ایک جا جمع کر لیا اور بارگاہِ خلافت میں غنیم کی غیر معمولی کثرت کی اطلاع دے کر کمک طلب کی۔ دارالخلافت اسلام میں کوئی فوج اس وقت موجود نہ تھی۔ اس لئے حضرت ابوبکرؓ نے اسی وقت خالد بن ولیدؓ کو لکھا کہ مہم عراق کی باگ مثنیٰ کے ہاتھ میں دے کر شام کی طرف روانہ ہو جائیں اس راہ میں حضرت خالدؓ کو بہت سی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں لڑنی پڑیں۔ عین التمر میں کسریٰ کی فوج کے سپہ سالار عقبیٰ کو قتل کر کے اس کی فوج کو ہزیمت دی۔ پھر آگے بڑھے تو ہذیل بن عمران نے مبارزت طلب کی اور مارا گیا۔ اس کی جماعت کے بہت سے لوگ قید کر کے مدینہ روانہ کئے گئے۔ یہاں سے تدمر میں خیمہ زن ہوئے۔ اہلِ تدمر نے قلعہ بند ہو کر مقابلہ کیا اور بالآخر مجبور ہو کر صلح کر لی۔

تدمر سے حضرت خالدؓ حوران آئے اور اس کو فتح کر کے شام کی اسلامی مہم سے مل گئے اور متحدہ قوت سے بصرہ، محل اور اجنادین کو مسخر کر لیا۔ اور اس طرح اجنادین اسلام کے زیر نگین ہو گیا۔

اجنادین سے بڑھ کر اسلامی فوجوں نے دمشق کا محاصرہ کیا لیکن اس کے مفتوح ہونے سے پہلے خلیفۂ اوّل نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

حکومتِ جمہوری کی بُنیاد حکومت جمہوری کی بنیاد سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے رکھی اور اپنے عہد میں جس قدر بڑے سے بڑے کام انجام دیئے سب میں صحابہ کبار رائے و مشورے کی حیثیت سے شریک تھے اور یہی وجہ ہے کہ انہوں

نے صاحب رائے اور تجربہ کار صحابہ کو کبھی دارالخلافہ سے جُدا نہ ہونے دیا۔ مہمات، خلافت، شام کی لشکر کشی، منکرین زکوٰۃ کے مقابلہ میں جہاد، حضرت عمرؓ کو خلیفہ نامزد کرنے کا معاملہ اور دوسرے اہم معاملات میں ہمیشہ اہل الرائے صحابہ کی رائے دریافت فرمایا کرتے تھے اور جب کوئی امر اہم پیش آجاتا تو ممتاز مہاجرین انصار جمع کئے جاتے تھے۔

خلافت راشدہ کا قیام

خلافت راشدہ کی بنیاد حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس خوبی سے رکھی ہے کہ قیامت تک مسلمانوں کے لئے رہبری کا کام دے گی۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وحی الٰہی کی روشنی میں اسلام کی تبلیغ کی اور جزیرۃ العرب کو زیر نگیں فرمایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی زندگی عظیم الشان کارناموں سے لبریز ہے۔ خلیفہ دوم کے عہد میں ایران وروم فتح ہوئے ہیں لیکن ان فتوحات کی ابتدا حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زمانہ سے ہوئی اور انہوں نے اس کی داغ بیل ڈالی۔ اور خلافت الٰہیہ کی تربیت وتنظیم کا سنگ بنیاد رکھا اور اسلام کو ملک کی اندرونی شورشوں اور بغاوتوں سے آزاد کیا۔ مدعیانِ نبوت کا قلع قمع کیا اور منکرینِ زکوٰۃ کو سیدھے راستہ پر لائے۔ غرض صرف سوا دو برس کی قلیل مدتِ خلافت میں اپنے مساعی جمیلہ کے ایسے لازوال نقش ونگار چھوڑے کہ وہ قیامت تک محو نہیں ہو سکتے۔ آنحضرت کی تابعداری اور ان کے حکم کو وحی الٰہی کے بعد دُنیا کی مصلحتوں پر مقدم کر کے اسلام کی حقیقی پیروی کا مسلمانوں کو ایسا سبق دیا کہ خلافت الٰہیہ اس کی پیروی کر کے قیامت تک سرسبز وسربلند ہو سکتی ہے۔

خلیفہ دوم وسوم اور دیگر خلفائے اسلام اپنے اپنے زمانہ خلافت میں انہیں کے نقشِ قدم پر چل کر اسلام کو فتح مند وبرومند کرتے رہے ہیں۔

دُعا

یہ نہایت مختصر حال حضرت خلیفہ اوّل کا لکھا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حقیر خدمت کو قبول فرمائے اور ہم سب مسلمانوں کو اسلام کی حقیقی پیروی کی توفیق نصیب فرمائے اور موجودہ خلفشار اور مایوسی سے مسلمانوں کو آزاد کر کے ہماری ہمتوں کو بلند کرے اور ہم کو دنیا کے ہر حصہ میں کامیاب وبامراد کرے۔ آمین ثم آمین۔ واٰخر دعوانا ان الحمد للّٰہ رب العٰلمین۔

حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ والصلوٰۃ والسلام علی اشرف المرسلین وسیدنا ونبینا ومولٰنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین ۝

اما بعد، یہ چند کلمات مختصر مناقب وحالات علَم اشہر امیر المؤمنین چراغِ امت مصطفوی حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دار ضاہ میں قلمبند کئے گئے ہیں تاکہ ناظرین وسامعین کے لئے وسیلۂ نجات ہوں اور اس ناچیز گنہگار اور اس کی اولاد وذریت کے لئے سبب سعادت وعزت پانے کا حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے بنا دے آمین۔

نام مبارک وولادت

ولادت آپ کی واقعہ فیل کے تیرہ سال بعد ہے۔ یہی قول مشہور ومحقق ہے نام مبارک آپ کا عمر ہے۔ باپ کا نام خطاب بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن ریاح بن قرط بن انراح بن عدی بن کعب بن لؤی کعب جو آپ کے جد اعلیٰ ہیں اُن میں آپ کا نسب حضور اکرم سید الامم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نسب اشرف سے جا ملتا ہے آپ کی کنیت ابوحفص ہے، فاروق آپ کا وہ لقب مبارک ہے جو حضور فخر موجودات صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عطا فرمایا اور اس لقب سے آپ کو ملقب کیا۔ آپ قریش کے شرفاء میں سے ہیں اور سفارت کی خدمت مہم آپ ہی کے خاندان میں تھی یعنی قریش میں۔ آپس میں یا کسی دوسرے قبیلہ سے جنگ ہو تو آپ اور آپ کے آباؤ اجداد خدمتِ سفارت کو انجام دیتے تھے آپ قدیم الاسلام ہیں ۳۹ مردوں اور گیارہ یا ۲۳ عورتوں کے بعد چالیس مرد کا تکملہ حق تعالیٰ نے آپ کی ذاتِ مبارکہ سے فرمایا۔ آپ کے مسلمان ہوتے ہی اسلام مکہ مکرمہ میں ظاہر ہوگیا۔ اور مسلمان جتنے خوش ہوئے وہ حد بیان سے باہر ہے اور کیوں نہ ہو کہ دعائے حضور اکرم الخلق صلی اللہ علیہ وسلم

یہی تھی کہ اسے اللہ عمر بن الخطاب اور ابو جہل ان دونوں میں جو تم کو زیادہ محبوب ہو اس کے اسلام سے اسلام کی عزت فرمائے [1]۔

چنانچہ دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ کے حق میں مقبول ہوئی آپ منجملہ سابقین اولین کے ہیں اور عشرۂ مبشرین میں سے ایک ہیں اور خلفاء میں ایک ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصہار میں سے ایک ہیں اور اکابر علماء صحابۂ کرام اور ان کے بڑے زہاد میں سے ایک ہیں۔ بڑے بڑے اکابر صحابۂ کرام و تابعین نے آپ سے علم و روایات حاصل کی ہیں۔

قبولِ اسلام

اصل سبب آپ کے اسلام کا وہی دعاء اجابت قرین حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ حضرت امام احمد آپ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب بُرے ارادے سے نکلا تو میں نے دیکھا کہ حضورؐ مجھ سے پیشتر بیت اللہ شریف میں پہنچ چکے اور نماز شروع فرما چکے تھے۔ میں پیچھے کھڑا ہو گیا۔ حضورؐ نے سورۂ الحاقّہ شروع فرمائی میں قرآن پاک کی تالیفِ عجیب سے تعجب میں ہو گیا۔ میں نے دل میں کہا، اللہ کی قسم یہ شاعر ہیں، جیسا کہ قریش کہتے ہیں۔ پس حضورؐ نے یہ آیت پڑھی اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ..... الخ آخر سورہ تک یہ سُن کر اسلام نے میرے دل میں پوری جگہ کر لی۔

حافظ ابو نعیم اور حافظ ابن عساکر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ فاروق آپ کا نام کیوں رکھا گیا؟ فرمایا کہ مجھ سے تین روز قبل حضرت سیدنا حمزہ بن عبد المطلب اسلام لائے۔ ان کو خبر ملی کہ ابو جہل نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بدکلمات بکے ہیں، وہ اپنی کمان و تیر لے کر مسجد الحرام میں اس حلقہ پر آئے جس میں کہ ابو جہل بیٹھا تھا اور اس کے رُوبرو اپنی کمان پر ٹیکا دے کے بہت غصہ میں کھڑے ہو گئے۔ ابو جہل نے ان کا چہرۂ غضب آلود دیکھ کر جان لیا کہ یہ بُری

---

[1] امام ترمذی نے اس کی روایت آپ کے صاحبزادے سیدنا عبد اللہ بن عمر سے کی ہے۔

نیت سے آئے ہیں۔ اُس نے بہت نرمی سے کہا۔ اسے ابو عمارہ کیا ہوا ہے تم کو؟ انہوں نے کمان اٹھا کر اس کی رگ گردن پر ماری کہ اس کی وُہ رگ کٹ گئی اور خون بہنے لگا۔ قریش بنے شر بڑھنے کے خوف سے مصالحت کرا دی۔ اس وقت تک حضور اکرمؐ ارقم بن ابی الارقم کے مکان میں معہ صحابہؓ کرام کے پوشیدہ عبادت الہیٰ فرماتے تھے۔ حضرت حمزہ وہاں گئے اور مسلمان ہو گئے۔ اس کے تین روز بعد میں ہتھیار بند مکان سے نکلا۔ راستہ میں ایک شخص بنی مخزوم کا مجھ کو ملا۔ میں نے اس سے کہا۔ کیا تم نے اپنے باپوں کا دین چھوڑ کر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین پکڑ لیا ہے؟ اس نے کہا اگر میں نے ایسا کیا تو ایسوں نے بھی یہ کیا ہے جن کا حق تم پر مجھ سے بہت زیادہ ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ اُس نے کہا تمہاری بہن اور بہنوئی ہیں [1]

میں اپنے بہنوئی کے مکان پر گیا۔ کان لگائے تو کچھ گنگناہٹ کی آواز آ رہی تھی۔ میں نے اندر گھس کر پوچھا۔ یہ آواز کیا تھی؟ مجھے کوئی جواب نہ ملا۔ پھر دوبارہ پوچھا۔ غرضکہ اسی طرح گفتگو رہی۔ میں نے اپنے بہنوئی کا سر پکڑ کر پھوڑ دیا۔ میری بہن نے میرا سر پکڑ کر کہا کہ بے شک ہم نے دین حق قبول کر لیا ہے۔ تمہاری ناک رگڑتے ہوئے۔ جب میں نے خون بہتا ہوا دیکھا تو میں پشیمان ہو گیا اور بیٹھ کر میں نے کہا وہ کتاب مجھے دکھاؤ میری بہن نے کہا۔ اس کو پاک لوگوں کے سوا کوئی نہیں چھو سکتا۔ میں نے اُٹھ کر غسل کیا۔ پھر اُنہوں نے مجھ کو ایک صحیفہ دیا جس میں لکھا تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں نے کہا۔ یہ سب نام پاک اور ستھرے ہیں۔ پھر لکھا تھا طٰہٰ ما انزلنا علیک القرآن لتشقیٰ سے لے کر لہ الاسماء الحسنیٰ تک میں نے پڑھا تو میرے دل میں اس کی بڑی عظمت بیٹھ گئی اور میں نے کہا اس سے قریش بھاگتے ہیں؟ پس میں مسلمان ہو گیا اور میں نے پوچھا کہاں ہیں حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ میری بہن نے کہا ارقم کے گھر ہیں۔ میں نے حاضر ہو کر دستک دی تو سب لوگ جمع ہو گئے۔ حضرت حمزہ نے ان سے پوچھا۔ کیا ہوا ہے تم کو؟ انہوں نے کہا کہ عمر دروازہ ٹھوکتا ہے۔

---

[1] ان کا نام حضرت سعید بن زید ہے عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔

اُنہوں نے کہا۔ ہونے دو۔ عمرؓ ہے تو پھر کیا ہے؟ دروازہ کھول دو۔ اگر انہوں نے اسلام قبول کیا تو ہم مان لیں گے اور اگر پیٹھ موڑی تو ان کو مار ڈالیں گے۔ یہ گفتگو سُن کر حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم برآمد ہوئے اور میرے لئے دروازہ کھول دیا۔ میں نے اندر داخل ہو کر کلمۂ شہادت باآوازِ بلند پڑھا تو تمام گھر والے مسلمانوں نے اتنی زور کی تکبیر کا نعرہ لگایا کہ مکہ معظمہ والوں نے سُنا۔ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ جب ہم حق پر ہیں تو پھر پوشیدگی کس لئے ہے؟ پھر نکلے ہم سب مسلمان دو صفیں بنا کر ایک صف پر میں تھا۔ دوسری صف پر حضرت حمزہؓ تھے۔ اسی طرح ہم مسجد الحرام میں داخل ہوئے۔

قریش نے جب مجھ کو اور حضرت حمزہؓ کو دیکھا تو ان پر سخت مُردنی چھاگئی پس اسی روز حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام فاروق رکھا۔ اس لئے کہ اسلام ظاہر ہو گیا اور حق اور باطل میں تفریق ہو گئی۔

روایات آپ کے اسلام لانے کی الفاظ میں چندے مختلف ہیں اس لئے یہاں اسی روایت پر کفایت کی جاتی ہے۔ مآل سب کا ہم معنی ہے۔ یہ واقعہ چھٹے سال بعثت نبوی کے ہوا۔ یہ دیکھ کر مشرکین نے کہا کہ آج آدھے بہادر ہمارے ان لوگوں نے یعنی مسلمانوں نے حاصل کر لئے اور یہ آیت شریف بھی حق تعالیٰ نے نازل فرمائی۔

یا ایہا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین ۔ آپ کا سن شریف اسلام لانے کے وقت چھبیس یا ستائیس سال کا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس دن سے حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے ہم مسلمان باعزت ہوئے اور فرماتے ہیں کہ اسلام لانا حضرت عمر کا فتح تھی اور ان کا ہجرت کرنا نصرت اسلام تھی اور خلافت ان کی رحمت تھی۔ ہم نے اپنے کو دیکھا ہے جبکہ ہم میں سے کوئی مسلمان بیت اللہ الحرام میں نماز بھی نہ پڑھ سکتا تھا۔ جب حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے تو وہ قریش سے لڑے یہاں تک کہ چھوڑ دیا اُنہوں نے ہم کو کہ بیت اللہ میں نماز پڑھیں۔ حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس دن سے حضرت عمر اسلام لائے، اسلام مثل مرد پیش رو کے تھا کہ روز انہ قوت پکڑتا رہا پھر جبکہ وہ شہید کئے گئے تو ہو گیا اس دن سے اسلام مثل

مرد پیچھے پھرنے والے کے روزانہ دُور ہی ہوتا گیا۔

حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ مسلمان ہوئے تو اسلام ظاہر ہو گیا اور اسلام لانے کے لئے کھلم کھلا بلایا جانے لگا اور ہم مسلمان حلقہ لگا کر بیت اللہ شریف میں بیٹھنے لگے اور طواف کرنے لگے۔ اور جس نے ہم پر زیادتی یا سختی کی اس سے ہم اپنا بدلہ بھی لیتے لگے۔ اور پورا نہ سہی تھوڑا سا اپنا معاوضہ کفار سے لینے لگے۔

ابن ماجہ اور حاکم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام اُترے اور عرض کیا یارسول، تحقیق تمام آسمان والے حضرت عمر کے اسلام لانے پر خوشیاں مناتے ہیں۔

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں۔ میں نے بجز حضرت عمر بن الخطابؓ کے کسی کو نہیں دیکھا کہ اُس نے کھلم کھلا ہجرت کی ہو۔ سب پوشیدہ طور پر ہجرت کرتے تھے۔ جب انہوں نے ہجرت کا ارادہ کیا تو ہتھیار لگائے اور کمان کاندھے پر رکھی اور بہت سے تیر اپنے ہاتھ میں لے کر مسجد الحرام میں آئے تمام سرداران قریش حلقے باندھے بیٹھے تھے، انہوں نے طواف کیا پھر دوگانہ مقام ابراہیم علیہ السلام کے پاس پڑھ کر ان کے حلقوں پر یکے بعد دیگرے گشت لگایا یہ کہتے ہوئے کہ جو چاہے کہ اس کی ماں اُسے نہ پائے اور بچے اس کے یتیم ہوں اور بیوی اس کی بیوہ ہو وہ مجھ سے اس وادی کے پیچھے آکر ملے۔ پس کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ ان کا پیچھا کرتا۔ آپ تمام غزوات میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب رہے ہیں۔ جنگ اُحد میں بھی آپ ثابت قدم رہے ہیں۔

آپ کے فضائل

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے شیخین[1] روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے اپنے کو ایک بار جنت میں پایا۔ دیکھا کہ ایک بی بی ایک محل کے پاس وضو کر رہی ہے میں نے پوچھا یہ کس کا محل ہے۔ مجھ سے کہا کہ یہ عمر کا

---

[1] امام بخاری اور امام مسلم محدثین شیخین کے لقب سے مخصوص ہیں۔

محل ہے۔ میں تمہاری غیرت یاد کرکے اُلٹے پاؤں واپس آیا۔ یہ سُن کر حضرت عمر رونے لگے اور عرض کیا یارسول اللہ کیا میں حضور پر غیرت کرسکتا ہوں نیز شیخین حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں نے خواب میں دُودھ پیا اتنا کہ اس کی روانی میرے ناخنوں میں چلتی ہوئی میں نے دیکھی۔ پھر میں نے وُہ دُودھ عمر کو دے دیا صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ حضورؐ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی۔ فرمایا کہ علم۔ نیز شیخین حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت کرتے ہیں کہ خواب میں میرے رُوبرو لوگ پیش کئے گئے وُہ کُرتے پہنے ہیں۔ کسی کا کُرتا چھاتی تک ہے۔ کسی کا اس سے نیچے اور عمر میرے روبرو پیش کئے گئے اور ان پر جو کُرتا ہے وہ تمام بدن سے نیچے وہ اس کو کھینچے ہوئے جا رہے ہیں صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ حضورؐ نے اس کی کیا تعبیر فرمائی۔ فرمایا کہ دین، نیز شیخین حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے فرمایا کہ قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ نہیں پائے گا تم کو شیطان کسی راہ پر چلتے ہوئے مگر یہ کہ وہ تمہارا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ لے گا۔ امام بخاری حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق تم سے پہلی اُمتوں میں ایسے لوگ ہوتے تھے جن کو القا اور الہام ہوتا تھا۔ اگر میری اُمت میں کوئی ہوا تو تحقیق وہ عمر ہیں۔

امام ترمذی آپ کے صاحبزادے سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق اللہ نے کر دیا ہے حق کو عمر کی زبان اور ان کے دل میں۔ فرمایا حضرت عبد اللہ نے کہ کبھی کوئی مہم مسلمانوں پر نہ آئی کہ لوگوں نے اس میں کچھ کہا ہو اور حضرت عمر نے بھی کچھ کہا ہو مگر یہ کہ قرآن اُترتا تھا آپ کی موافقت میں۔ نیز امام ترمذی حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو بے شک عمر بن الخطاب ضرور نبی ہوتے۔ نیز امام ترمذی حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ

فرمایا حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق میں دیکھتا ہوں کہ شیاطین، جن اور انس سب بھاگ گئے عمر کی ہیبت سے۔ امام ابن ماجہ اور امام حاکم حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حق وانصاف سب سے اوّل عمر سے مصافحہ کریں گے اور سب سے اوّل انہیں پر سلام کریں گے اور سب سے اوّل ان کا ہاتھ پکڑ کر جنت میں لے جائیں گے۔

امام بزار حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کی جانب اشارہ فرما کر یہ فتنے کی بندش ہیں۔ جب تک یہ تم میں زندہ رہیں گے تمہارے اور فتنوں کے درمیان بہت محکم بند دروازہ رہے گا۔ امام طبرانی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے عمر سے بغض رکھا اس نے مجھ کو مبغوض رکھا اور جس نے عمر سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے عرفات کی شام کو مباہاۃ فرمائی، تمام حاضرین عرفات سے بالعموم اور عمر سے بالخصوص۔

شیخین حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک بڑے کنوئیں پر ہوں اور اُس پر ڈول لگا ہے۔ میں نے پانی کے ڈول کھینچے جتنے کہ اللہ نے چاہے۔ پھر لیا اُس ڈول کو ابو بکرؓ نے پھر نکالے اُنہوں نے دو یا ایک ڈول، اور ان کے نکالنے میں کچھ ضعف ہے اور اللہ نے ان کو بخش دیا ہے۔ پھر لیا اُس ڈول کو عمر نے اور پانی کھینچنا شروع کیا اُنہوں نے تو وہ ڈول ان کے ہاتھ میں بڑی پکھال ہو گیا۔ پس میں نے کوئی قوی تر لوگوں میں ایسا نہیں دیکھا جو ان کے مثل چستی سے پانی کھینچتا ہو۔ یہاں تک کہ سب لوگ سیراب ہو گئے اور پانی کی فراوانی سے لوگوں نے حوض بنا کر بھر لئے۔

واضح ہو کہ اس میں حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی بالترتیب خلافت کا صریح اشارہ ہے اور انبیاء کرام علیہم السلام کا خواب باتفاق وحی کا حکم رکھتا ہے۔

یہ چند احادیث جو صرف آپ کے فضائل میں ہیں تبرکاً تحریر ہوئیں ان کے علاوہ جن میں آپ کا ذکر خیر حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کے ساتھ ساتھ ہے ان کا مطالعہ حضرت صدیق اکبرؓ کی سیرت مبارکہ میں کیا جائے اور تفصیل کے لئے کتب سیر کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

آپ کی شان میں صحابہ کا خراجِ عقیدت

امام ابن سعد روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت صدیق اکبرؓ نے آپ کو اپنے بعد خلیفہ مقرر فرمایا تو کسی نے ان سے جا کر کہا کہ آپ رب العالمین جل شانہ کو کیا جواب دیں گے جب کہ آپ نے عمر کو مسلمانوں کا والی بنایا ہے۔ حالانکہ آپ ان کی شدت خوب جانتے ہیں۔ فرمایا کیا تو اللہ سے مجھ کو ڈراتا ہے۔ جب وہ مجھ سے پوچھے گا تو میں عرض کروں گا کہ جو حضور کے صحابہ میں ان سب سے بہتر تھے ان کو میں نے ان پر والی بنایا۔

امام طبرانی حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا آپ نے جب نیکوں کا ذکر کیا جائے تو حضرت عمر کا ذکر ضرور مقدم کیا جائے۔ ہم اس کو دور نہیں جانتے تھے کہ سکینت ان کے زبان پر بولتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عمر کا علم ایک پلّہ میں رکھا جائے اور تمام زمین کے زندوں کا علم دوسرے پلّہ میں رکھا جائے تو حضرت عمر کے علم کا پلّہ ان سب کے پلّہ پر جھک جائے گا اور تحقیق صحابۂ کرام دیکھتے تھے کہ وہ نو دہائیاں علم کی اپنے ساتھ لے گئے۔ حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپ کا تذکرہ فرماتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کی قسم وہ قوی پیر اکیلے تنہا پیرتے تھے۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکرؓ نے نہ دنیا چاہی نہ دنیا نے ان کو چاہا اور حضرت عمر کو دنیا نے چاہا مگر انہوں نے اس کو نہیں چاہا اور لیکن ہم تو خوب لوٹتے ہیں دنیا میں پیٹ سے بھی اور پیٹھ سے بھی۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا علی داخل ہوئے حضرت عمر پہ جبکہ ان کو بعد انتقال ڈھانک دیا گیا تھا اور فرمایا کہ اللہ کی رحمت ہو آپ پر۔ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مجھے اس

سے زیادہ کوئی چیز پیاری نہیں کہ میں اللہ سے ملتا ان ڈھکے ہوئے کے اعمال نامے کے ساتھ۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے حضرت صدیق اکبر کی نسبت پوچھا گیا۔ فرمایا وہ ایسے پرندے کے مانند تھے جو کہ ہر راستے پر جال دیکھتا ہے کہ مبادا اس میں نہ پھنس جائے۔

امام طبرانی عمیر بن ربیعہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے حضرت کعب احبار سے پوچھا کہ میری صفت تم کیسی پاتے ہو (یعنی کتب سابقہ میں) انہوں نے عرض کیا کہ آپ کی صفت پاتا ہوں قرن من حدید آپ نے فرمایا قرن من حدید۔ کی کیا تفسیر ہے عرض کیا کہ ایسا حاکم قوی کہ جس کو اللہ تعالیٰ کے احکام میں کسی کی ملامت کا خوف کبھی نہ ہو۔ فرمایا۔ پھر کیا ہے؟ عرض کیا کہ پھر آپ کے بعد ایک خلیفہ ہوں گے جن کو ظالم جماعت قتل کرے گی۔ فرمایا پھر کیا ہے؟ کہا انہوں نے کہ پھر بلا ہوگی۔

امام مجاہد کہتے ہیں کہ ہم سے کہا جاتا تھا کہ تحقیق حضرت عمر کی امارت میں شیاطین مقید تھے جب وہ شہید ہوگئے تو شیاطین بھی چھوٹ کر پھیل گئے حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت ابو موسیٰ اشعری کو (جو آپ کی خلافت میں امیر کوفہ تھے) آپ کی خبر ملنے میں دیر ہوئی تو وہ پریشان ہوگئے۔ وہاں ایک عورت تھی جس پر جن آتا تھا۔ حضرت ابو موسیٰ اس عورت کے پاس گئے اس سے حضرت عمر کا حال پوچھا۔ اس نے کہا ٹھہرو یہاں تک کہ میرا جن میرے پاس آئے۔ پھر آیا جن اس کا تو اس نے پوچھا اس سے۔ اس جن نے کہا کہ ابھی میں نے ان کو چھوڑا ہے موٹا تہبند باندھے ہوئے اور زکوٰۃ کے اونٹوں کو دوا لگا رہے ہیں اور وہ تو ایسے مرد ہیں کہ جو شیطان ان کو دیکھتا ہے اپنی ناک کے بل اوندھا گر جاتا ہے۔ فرشتہ ان کی آنکھوں کے درمیان ہے۔ اور روح القدس ان کی زبان پر بولتے ہیں۔

آپ کی شان میں آیاتِ قرآنی کی تائید

اوپر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت لکھی جاچکی ہے کہ جب کوئی مہم مسلمانوں پر ہوتی اور اس میں آپ کچھ رائے بیان کرتے اور دیگر صحابہ کرام اپنی رائے بیان کرتے تو قرآن کریم آپ کی رائے کے موافق اترتا تھا۔ یہ آپ کے بے انتہا مراتب عقل و علم،

سیاست و فراست کی دلیل واضح ہے۔ علماء محدثین نے بیس کے قریب کی موافقیت میں احکام الٰہیہ سے جمع کی ہیں یہاں ہم ان کا اشارہ کر دیتے ہیں جن کو تفصیل درکار ہو کتب سیر و تاریخ میں مطالعہ کریں۔ ذیل کے مذکورہ وقائع یہاں تاریخ الخلفاء مولفہ امام سیوطیؒ سے اشارۃً لکھے جاتے ہیں۔

(۱) مقام ابراہیم علیہ السلام کو مصلےٰ بنانا (۲) آیتِ حجاب یعنی پردے کا حکم نازل ہونا (۳) ازواج مطہرات امہات المؤمنین کی باہمی غیرت پر جو الفاظ آپ کی زبان سے نکلے وہی الفاظ وحی الٰہی سے نازل ہوئے۔ آپ نے فرمایا تھا۔ عسٰی ربہ ان طلقکن ان یبدلہ ازواجاً خیراً منکن (۴) جنگ بدر میں قیدیوں کے متعلق آپ کی رائے کی تصویب نازل ہونا (۵) شراب کے حرام ہونے کا حکم نازل ہونا (۶) جب کہ یہ آیتیں نازل ہوئیں ولقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین .... الیٰ آخرہ تو آپ کی زبان سے نکلا۔ . . فتبارک اللہ احسن الخالقین بجنسہٖ یہی، کلمات وحی الٰہی سے ان آیات کا تتمہ اترے (۷) رئیس المنافقین کے نماز جنازہ نہ پڑھنے کا آپ کا مشورہ تھا اور اس کے موافق منافقین پر نماز پڑھنے کی ممانعت اُترنا (۸) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منافقین کے لئے استغفار فرمایا تو حضرت عمر نے عرض کیا سوآء علیھم چنانچہ یہی کلمات نازل ہو کے جنگ بدر کے لئے نکلنے میں آپ کے مشورے کے موافق آیت نازل ہونا۔ کما اخرجک ربک من بیتک بالحق (۹) قصۂ افک میں جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے مشورہ لیا تو آپ نے عرض کیا یارسول اللہ کس نے حضورؐ کا نکاح حضرت عائشہ سے کیا ہے۔ فرمایا اللہ نے۔ عرض کیا کہ پھر کیا حضور کے رب نے حضور سے ان کا عیب پوشیدہ رکھا ہوگا۔ سبحٰنک ھذا بہتان عظیم۔ چنانچہ یہی کلمات اترے۔ (۱۰) رمضان المبارک کی شب میں جماع حرام تھا آپ کی خواہش کے موافق اس کا جواز اُترنا۔ اُحل لکم لیلۃ الصیام الرفث الیٰ نسآئکم (۱۱) ایک یہودی نے آپ سے کہا کہ جبرئیل جن کو تمہارے صاحب (یعنی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم) ذکر کیا کرتے ہیں وہ تو ہمارے دشمن ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ من کان عدواً للّٰہ وملٰئکتہ ورسلہ وجبریل ومیکال فان اللہ عدو للکٰفرین ۔ چنانچہ بجنسہٖ یہی کلمات اترے۔ (۱۲) ایک مسلمان

اور ایک یہودی کا دعویٰ تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فیصلہ فرمایا۔ مُسلمان نے کہا آؤ حضرت عمر کے پاس چلیں۔ آپ سے آکر فیصلہ بیان کیا۔ آپ نے یہودی سے پوچھا یہ سچ کہتا ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے کہا ٹھہرے رہو۔ پھر اندر جاکر تلوار لے کر نکلے اور اس مسلمان کو جو کہ حضور انورؐ کے فیصلۂ مبارک سے خوش نہ ہُوا تھا قتل کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہودی نے جاکر خبر دی۔ فرمایا کہ عمر کسی ایمان والے کو قتل کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے اس پر یہ آیت شریفہ نازل ہوئی۔ فلا وربك لا یؤمنون حتی یحکموك الی آخرہ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا خون بہا ادا فرمادیا۔ (۱۳) آپ کا غلام آپ کے سونے کے وقت آپ پر داخل ہوا، آپ نے دعا کی کہ اسے اللہ ایسے وقت دخول کو حرام فرما دے چنانچہ استیذان کی آیت نازل ہوئی (۱۴) یہود کے متعلق آپ کا فرمانا کہ یہ بہتان لگانے والا گروہ ہے جس کی حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تصدیق فرمائی اور قرآن کریم میں ان کی یہ صفات موجود ہیں (۱۵) جنگ اُحد میں حضرت ابو سفیان نے جو کہ اس وقت تک مسلمان نہ ہُوئے تھے پوچھا کیا تم لوگوں میں فلاں ہے آپ نے حاضرین کو منع کر دیا کہ ان کا کوئی جواب نہ دے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی آپ کی رائے کی تائید فرما کر جواب سے منع کر دیا (۱۶) حضرت کعب بن احبار نے ایک روز کہا ویل لملك الارض من ملك السماء تو حضرت عمرؓ نے فرمایا الا من حاسب نفسہ۔

حضرت کعب نے یہ سُن کر کہا قسم ہے اس کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ یہ کلمہ توراۃ میں اسی طرح اس کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ ان کے علاوہ بھی بعض دیگر موافقات مذکور ہیں۔ ان پر غور کرنے سے آپ کی عقل صحیح کا پتہ ملتا ہے اسی لئے ارشاد نبوی کے حقدار ہوئے کہ حق عمر کی زبان اور دل میں ہے۔

کرامات

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے ایک لشکر بھیجا اور اس پر ساریہ نام کے ایک شخص کو امیر بنایا۔ ناگاہ ایک روز حضرت عمرؓ جمعہ کا خطبہ فرما رہے

تھے کہ پکار کر کہنے لگے یا ساریۃ الجبل تین بار فرمایا۔ من استرعیٰ الذائب ظلم۔ حاضرین ایک دوسرے کو تکنے لگے۔ کسی نے کہا کہ شاید مجنون تو نہیں ہو گئے۔ بعد نماز کے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے اس کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ جو انہوں نے کہا ہے اس کا مطلب ضرور ظاہر ہو جائے گا پھر لوگوں نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا وہ آپ کے زمانۂ جاہلیت سے خاص دوست تھے اور ان کو بہت جرأت آپ پر تھی۔ اُنھوں نے جا کر کہا کہ آپ ایسی بات کرتے ہیں کہ خواہ لوگوں کو چہ میگوئی کا موقع دیتے ہیں۔ یہ کیا تھا کہ خطبہ پڑھتے پڑھتے آپ چیخنے لگے یا ساریۃ الجبل فرمایا میں نے دیکھا ان کو کہ وہ ایک پہاڑ کے نیچے لڑ رہے ہیں اور دشمن کی ایک ٹکڑی جدا ہو کر چاہتی ہے کہ پیچھے سے پہاڑ پر چڑھ کر مسلمانوں کو آگے اور پیچھے سے گھیر سے بس اللہ کی قسم کہ مجھ سے ضبط نہ ہو سکا اور میں پکار اُٹھا کہ پہاڑ کو پکڑو۔ ایک ماہ بعد اس لشکر کا ایلچی آیا اور اس نے بیان کیا کہ فلاں جمعہ کو نماز کے وقت غوب لڑائی کی حالت میں ہم نے امیر المؤمنین کی چیخ سُنی کہ فرماتے ہیں یا ساریۃ الجبل چنانچہ ہم نے پہاڑ کو پکڑ لیا اور جو ٹکڑی کہ پہاڑ پر چڑھنا چاہتی تھی اس کو بھی بھون دیا، اور اس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کو شکست دی اور وہ سب مارے گئے اور مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ نیز[۱] فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص سے پوچھا۔ تیرا کیا نام ہے۔ اس نے کا جمرۃ[۲]۔ فرمایا کس کا بیٹا۔ اس نے کہا بیٹا شہاب[۳] کا۔ فرمایا کس قبیلہ سے ہے۔ اس نے کہا حرقہ[۴] کے قبیلہ سے۔ فرمایا کہاں رہتا ہے، اُس نے کہا حرۃ[۵] میں۔ فرمایا کس سمت میں۔ اس نے کہا ذات نطی[۶] میں۔ فرمایا جلدی پہنچ اپنے گھر والوں کو وُہ سب جل گئے۔ وہ شخص دوڑا

---

[۱] موطا امام مالک میں اور ابن ورید اور ابن الکلبی اور ابو القاسم بن بشیران وغیرہم نے یہی روایت کی ہے۔

[۲] جمرہ یعنی چنگاری۔ [۳] شہاب۔ یعنی چنگھاڑ۔

[۴] حُرقہ۔ جلانے والے ایک قبیلہ کا لقب ہے جو لکڑیوں سے کوئلہ بنانے کا پیشہ رکھتے تھے۔

[۵] حَرۃ۔ یعنی گرم پہاڑی میدان۔

[۶] ذات نطی۔ یعنی سخت گرم لپٹ والا حصہ اس حرہ میں۔ واللہ اعلم۔

ہو اگیا تو واقعی اس کا گھر اور گھر والے سب آگ میں جل چکے تھے۔

جب مصر فتح ہو لیا تو ایک روز قبطی لوگ جمع ہو کر عمرو بن العاص امیر مصر کی خدمت میں ان کے کسی قبطی مہینہ کے دن میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہمارے نیل کی ایک عادت ہے جب تک ہم وہ نہ کریں اس کا فیضان نہیں ہوتا۔ انھوں نے پوچھا وہ کیا عادت ہے؟ عرض کیا کہ جب گیارہ راتیں اس مہینہ کی گزریں تو ہم ایک نوجوان کنواری لڑکی کو جو اپنے ماں باپ کی اکیلی ہوا سے راضی کر لیتے ہیں پھر اس کو بہترین کپڑے اور زیوروں سے سجا کر دریائے نیل کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں اور اس میں ڈبا دیتے ہیں۔ حضرت عمرو بن العاص نے فرمایا یہ اسلام میں ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اسلام ایسی باتوں کو مٹانے والا ہے۔ چنانچہ وہ تاریخ آئی اور نکل گئی اور نیل کا چلنا بالکل بند ہو گیا یہاں تک کہ لوگوں نے جلاوطنی کی تیاری کر لی۔ جب امیر نے یہ حال دیکھا تو آپ کی خدمت میں عریضہ لکھا اور سب ماجرا مفصل عرض کیا۔ آپ نے جواب ان کو لکھا کہ بہت خوب کیا تم نے اور بیشک اسلام ایسی ناپاک رسموں کو مٹانے والا ہے اور میں ایک خط بھیجتا ہوں تمہارے خط میں اس خط کو نیل میں ڈال دو جب آپ کا فرمان پہنچا تو حضرت عمرو بن العاص نے پڑھا اور اس خط کو بھی پڑھا جو دریائے نیل کے نام تھا۔ اس میں لکھا تھا کہ یہ خط ہے اللہ کے بندے عمر امیر المؤمنین کی طرف سے نیل مصر کی جانب اما بعد اگر تو اپنی طرف سے چلتا ہے تو ہرگز نہ چل اور اگر اللہ تجھ کو چلاتا ہے تو میں اس اللہ اکیلے قہار سے مانگتا ہوں کہ وہ تجھ کو جاری کر دے۔

چنانچہ یہ فرمان آپ کا یوم صلیب سے ایک دن قبل میں ڈال دیا گیا جب دوسری صبح ہوئی تو سولہ ہاتھ دریائے نیل ایک رات میں زیادہ چڑھ کر بہہ رہا تھا۔ اس طرح اللہ تعالےٰ نے اس قبیح عادت کو آج تک مصر سے منقطع فرما دیا طارق بن شہاب کہتے ہیں کہ کبھی کوئی شخص آپ سے کچھ باتیں کرتا تو آپ فرماتے یہ بات روک لے۔ پھر وہ شخص کہتا کہ جو کچھ میں نے آپ سے کہا سب سچ تھا سوائے ان باتوں کے جن کو آپ نے روک لینے کا حکم دیا۔

ایک بار آپ کو خبر ملی کہ عراق والوں نے اپنے امیر پر پتھر برسائے آپ مکان سے سخت غضبناک نکلے، نماز پڑھائی، اس میں آپ کو سہو ہُوا۔ جب آپ نے سلام پھیرا تو بددعا کی کہ اے اللہ میرے سے تحقیق ان عراقیوں نے میری نماز مجھ کو بُھلادی پس تو بھی جلدی ان پر ثقفی لونڈے کو مسلّط کر دے جو کہ ان میں جاہلیت کا سا حکم کرے ان کے نیکو کار کی نیکی نہ قبول کرے اور ان کے بدکردار سے چشم پوشی درگزر نہ کرے علماء فرماتے ہیں کہ یہ اشارہ ہے حجاج بن یوسف ثقفی ظالم کی طرف حالانکہ وُہ اس وقت پیدا بھی نہ ہُوا تھا۔

چنانچہ آپ کی بددعا قبول ہُوئی اور حجاج عراق پر مُسلّط ہوا اور جو اس نے کیا کتب تواریخ اس سے بھری ہیں۔

اتباع قرآن و سنّت

احنف بن قیس کہتے ہیں کہ ایک روز ہم حضرت امیرالمؤمنین کے دروازے پر بیٹھے تھے کہ ایک لونڈی گزری۔ لوگوں نے کہا یہ امیرالمؤمنین کی سُرّیہ یعنی خواص ہے آپ نے سُن کے فرمایا کہ نہ یہ امیرالمؤمنین کی خواص ہے نہ امیرالمؤمنین پر حلال ہے یہ لونڈی تو اللہ کے مال میں سے ہے ہم نے عرض کیا تو پھر امیرالمؤمنین کو اللہ کے مال سے کس قدر حلال ہے۔ فرمایا کہ تحقیق نہیں، حلال ہے عمر کو اللہ کے مال میں سے مگر دو جوڑے کپڑے۔ ایک سردی کا۔ ایک گرمی کا اور جتنے میں کہ وہ حج کر سکیں یا عمرہ لا سکیں اور میرا نفقہ اور میرے عیال کا نفقہ مثل ایک ایسے قریشی مرد کے جو کہ نہ ان میں تونگر ہو نہ فقیر ہو پھر اس کے بعد میں ایک مرد ہوں، مسلمانوں میں سے۔

حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ کسی کو حاکم مقرر فرماتے تو اس پر شرط لکھتے کہ کبھی فاخر خچر پر سوار نہ ہو اور کبھی صاف چھنا ہُوا اور چھنا ہوا کھانا نہ کھائے اور باریک پوشاک نہ پہنے اور اہل حاجات پر کبھی دروازہ بند نہ کرے۔ اگر ایسا کرے تو اس کی سزا حلال ہو جائے گی آپ کی صاحبزادی ام المؤمنین حضرت سیّدنا حفصہ اور صاحبزادے حضرت سیّدنا عبداللہ نے دیگر بڑے بڑے صحابہ کرام کی فرمائش سے آپ

سے عرض کیا کہ اگر آپ اچھا نفیس کھانا کھائیں تو اجراءِ حق میں آپ کو زیادہ قوت ہوگی اور نفیس پوشاک پہنیں تو تمام وفودِ شاہانِ عالم کے حاضر ہوتے ہیں اُن پر زیادہ ہیبت ہوگی۔ سُن کر فرمایا کہ کیا وہ سب اسی رائے پر متفق ہیں۔ عرض کیا کہ بے شک۔ فرمایا کہ میں نے تمہاری مخلصانہ رائے جان لی لیکن میں نے اپنے دو پیشواؤں کو جس راہ پر چھوڑا ہے اگر میں ان کے طریقہ کو چھوڑ دوں تو میں ان کے ساتھ پھر کبھی نہیں مل سکتا عقبہ بن فرقد نے ایک بار آپ سے نفیس کھانے اور نفیس پوشاک کے بارے میں کچھ عرض کیا۔ آپ نے ان کو جواب دیا۔ کہ مجھے خوف ہوتا ہے کہ قیامت کے دن مجھ سے کہا جائے کہ تو ان میں سے ہے جنہوں نے دنیا میں اچھی چیزوں کا حصہ لیا اور اس سے لذتیں اٹھالیں۔

آپ کے ایامِ خلافت میں ۱۷ھ میں قحط پڑا۔ اس سال آپ نے نہ گھی استعمال فرمایا نہ چکنا گوشت نوش فرمایا۔ بلکہ بیشتر زیتون کے تیل اور سرکہ پر اکتفا فرماتے۔

ایک بار آپ اپنے صاحبزادے حضرت عاصم کے یہاں تشریف لے گئے وہ گوشت کھا رہے تھے۔ فرمایا یہ کیا ہے۔ عرض کیا کہ گوشت ہے بہت روز سے نہ کھانے کی وجہ سے گوشت کو بہت جی چاہتا تھا۔ فرمایا کہ جب کسی چیز کو تمہارا جی چاہتا ہے کھا لیتے ہو۔ اسراف کے لئے یہ بس ہے کہ جب جس چیز کی خواہش ہو کھالے۔

ایک بار آپ نے فرمایا کہ میرے دل پر تازی مچھلی کی خواہش آئی ہے یرفا جو آپ کے غلام ہیں یہ سُن کر ایک تیز اونٹنی کس کر دریا کے ساحل تک جا کر تازی مچھلی خرید کر لائے اور اونٹنی کو خوب غسل دیا۔ غبار وغیرہ صاف کیا اور تازی مچھلی آپ کے روبرو رکھ دی۔ فرمایا یہ کیا ہے۔ عرض کیا کہ امیرالمؤمنین کو تازہ مچھلی کی خواہش تھی۔ میں ساحل سے جا کر لایا ہوں۔ فرمایا چل پہلے اونٹنی مجھ کو بتا۔ جا کر ملاحظہ فرمایا۔ سب دیکھ کر فرمایا کہ دیکھ تو نے اس کے کانوں کے نیچے کا مَیل و غبار نہیں دھویا۔ ایک بے زبان جانور کو عمر کی خواہش میں یہ عذاب دیا گیا۔ قسم اللہ کی کہ عمر ہرگز تیرے اس مچھلی میں سے نہ چکھے گا۔

امام قتادہ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ خلیفہ ہوتے ہوئے بالوں کا جبہ پہنتے تھے جس میں بارہ پیوند ہوتے تھے۔ بعض چمڑے کے پیوند بھی اس میں ہوتے تھے۔ اپنا دُرّہ

کاندھے پر لئے بازاروں میں گشت فرماتے اور لوگوں کو اس سے تادیب فرماتے تھے اور جاتے ہوئے کھجور کی گٹھلیاں جو پاتے وہ چُن چُن کر لوگوں کے گھروں میں ڈال دیتے تھے کہ اس سے فائدہ حاصل کریں (کھجور کی گٹھلیاں گائے بکری کو عرب شریف میں دُودھ بڑھانے اور قوت کے لئے دی جاتی ہیں)

حضرت ابو عثمان نہدی کہتے ہیں کہ میں نے آپ پر ایسا تہبند دیکھا جس میں چمڑے کے پیوند تھے۔ عبداللہ بن عامر بن ربیعہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے ساتھ حج کئے ہیں۔ نہ کبھی خیمہ لگایا جاتا آپ کے لئے نہ بالوں کا گھر بلکہ اپنی چادر یا چمڑے کا نطع درخت پر ڈال لیتے اور اس کے سایہ میں گزر فرما لیتے۔

عبداللہ بن عیسٰی کہتے ہیں کہ آپ کے رُخساروں پر دو سیاہ لکیریں بوجہ کثرت گریہ سے ہو گئی تھیں۔ حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ میں ایک احاطہ میں داخل ہوا تو میں نے قریب سے حضرت عمرؓ کی آواز سُنی۔ میرے ان کے درمیان دیوار تھی۔ اپنے آپ کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں۔ عمر بن الخطاب امیر المؤمنین خوب خوب اللہ کی قسم کہ اللہ سے ڈرتا رہ۔ اے بیٹے خطاب کے ورنہ اللہ تجھے عذاب دے گا۔ عبداللہ بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر کو دیکھا کہ ایک بھُوسے کا تنکا زمین سے اُٹھا کر فرمایا کاش میں یہ تنکا ہوتا۔ کاش میں کچھ نہ ہوتا۔ کاش میری ماں مجھ کو نہ جنتیں۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ ۱۸ھ کے قحط میں جس کو عام الرمادہ کہتے ہیں تیل کھاتے کھاتے آپ کے شکم میں قراقر ہونے لگا۔ آپ نے اپنے شکم میں انگشت مار کر فرمایا کہ اس کے سوا ہمارے پاس دوسری چیز نہیں۔ جب تک کہ لوگ خوش حال ہوں۔ ایک بار آپ پانی کی مشک اپنی گردنِ مبارک پر رکھ کر لائے۔ آپ سے کہا گیا کہ ہم لوگ خدمت کو حاضر تھے خود آپ نے یہ بار کیوں اٹھایا۔ فرمایا میرے نفس کو میں پسند آیا اس لئے میں نے چاہا کہ اس کو ذلیل کروں۔

ایک بار آپ کے سامنے گھی میں گوشت پکا ہوا لایا گیا آپ نے نوش نہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ ہر ایک ان دونوں میں سے مستقل سالن ہے۔ جس دن سے آپ خلیفہ ہوئے کبھی دُو

سالن آپ نے ایک ساتھ جمع کر کے نوش نہیں فرمایا۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کبھی میں نے آپ کو سخت ترین غصّے میں نہیں دیکھا کہ اس حال میں اللہ تعالیٰ کا ذکر پاک کسی نے کیا یا اللہ تعالیٰ سے آپ کو ڈرایا یا کوئی آیت قرآن شریف کی آپ کے سامنے پڑھی کہ فوراً غصّہ آپ کا چلا جاتا اور اپنے ارادے سے باز رہ جاتے اور بڑے رک جانے والے تھے قرآن شریف پڑھتے وقت۔

آپ کا انتخاب بر خلافت

جبکہ خلیفۂ اوّل حضرت سیّدنا صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی علالت زیادہ ہو گئی تو آپ نے حضرت سیّدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوا کر پوچھا کہ تم عمر بن الخطاب کے متعلق اپنی رائے مجھے بتاؤ۔ انھوں نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ مجھ سے پوچھیں آپ اُن کے متعلق ہر بات مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ فرمایا اس پر بھی۔ انھوں نے عرض کیا بخدا میرا علم ان کی نسبت یہ ہے کہ اُن کا باطن اُن کے ظاہر سے بھی بہتر ہے اور تحقیق ہم میں اُن کا مثل نہیں۔

اسی طرح حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا تو فرمایا عمر بن الخطاب کے متعلق آپ سب سے زیادہ باخبر ہیں۔ فرمایا اپنی رائے کہو۔ اُنھوں نے عرض کیا اللہ کی قسم کہ جو رائے آپ کی ان کے متعلق ہے اُس سے بھی وہ بہتر ہیں۔

پھر حضرت سعید بن زید اور حضرت اُسید بن الحضر اور دیگر بحرا و مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم سے بھی آپ نے مشورہ لیا۔ حضرت اسید نے عرض کیا اے اللہ میں جانتا ہوں کہ وہ آپ کے بعد سب سے نیک تر ہیں۔ خوشی سے خوش اور بُرائی سے ناخوش ہونے والے ہیں۔ جو وہ پوشیدہ رکھتے ہیں وہ اُن کے ظاہر سے بھی بہتر ہے اور اُن سے زیادہ قوی تر اس بار کو اُٹھانے والا کوئی نہیں۔ پھر آپ نے حضرت سیّدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوا کر حکم دیا کہ لکھو۔

شروع کرتا ہوں ساتھ نام اللہ بخشش کرنے والے مہربان کے یہ وہ عہد نامہ ہے

جس کو ابو بکر بن ابی قحافہ نے لکھایا ہے دنیا سے آخری وقت نکلتے ہوئے اور اوّل وقت آخرت میں داخل ہوتے ہوئے جس وقت کہ کافر بھی ایمان لے آتا ہے اور فاجر کو بھی یقین ہو جاتا ہے اور جھوٹا بھی سچائی پکڑتا ہے۔ تحقیق میں نے تمہارے اُوپر اپنے بعد عمر بن الخطاب کو اپنا جانشین بنایا ہے۔ پس تم سب ان کے احکام سُننا اور ان کی اطاعت کرنا اور تحقیق میں نے کوئی دقیقہ کوشش کا اُٹھا نہیں رکھا اللہ تعالیٰ کے واسطے اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور اپنی جان کے لئے اور تمہارے سب کے لئے خیر طلبی میں۔ پس اگر وہ سیدھے چلیں تو یہی میرا گمان ہے اُن کی نسبت اور اگر وہ بدل جائیں تو ہر شخص کے لئے وہی ہے جو اس نے کمایا اور میں نے خیر کا ارادہ کیا ہے اور میں غیب نہیں جانتا ہوں اور قریب ہے کہ جان لیں گے وہ لوگ جنہوں نے کہ ظلم کیا ہے۔ کب پلٹنا پلٹیں گے اور اللہ کا سلام ہو تم پر اور رحمت اللہ کی اور برکتیں اُس کی۔ پھر آپ نے اس فرمان پر مہر لگا کر بند کر دیا۔ اور سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ اسی بند فرمان کو لے کر مسجد شریف میں جاؤ اور سب کی بیعت اسی بند فرمان کے مضمون پر لے لو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور سب نے نہایت رضامندی سے بیعت کر لی پھر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تنہا بلوا کر بہت کچھ پاک وصیتیں ان کو فرمائیں۔

جب وہ چلے گئے تو حضرت خلیفۂ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر عرض کیا کہ اے اللہ تحقیق میں نے اس کام کرنے سے سوائے ان کی صلاح کے اور کوئی ارادہ نہیں کیا ہے، اور میں ان میں فتنہ ہونے سے ڈرا پس میں نے ایسا کیا جس کو تو بہتر جانتا ہے اور میں نے اپنی رائے سے اجتہاد کر کے جو ان میں بہترین اور قوی تر ہے ان پر اور جو زیادہ حریص ہے ان کی بھلائی پر اسی کو میں نے ان پر حکم کر دیا ہے اور اب مجھ پر تیرا حکم درپیش آگیا ہے پس تو میری طرف سے بہترین نگرانی فرما ان کی۔ پس وہ تیرے ہی بندے ہیں اور ان سب کی چوٹیاں تیرے قبضہ میں ہیں۔ اے اللہ ان کے حکام کو درست کر دے اور اس میرے جانشین کو تیرے خلفائے راشدین میں

بنا دے اور اس کی رعیت کو اس کے لئے درست فرما دے۔

خلافتِ فاروقی اور فتوحات

بائیسویں جمادی الثانیہ کو آپ حضرت صدیق اکبرؓ کے جانشین ہوئے اور بلا خلاف تمام اُمت نے آپ کی بیعت قبول کی۔ جس کمال قوت اور حُسن سیاست اور بہترین عقل و رزانت سے آپ نے مسندِ خلافت کو مشرف فرمایا اس کی نظیر نہیں مل سکتی۔ اس عہد مبارک سے لیکر آج تک کوئی حاکم آپ کا نظیر نہ ہوسکا۔ بلکہ جس قدر جس حاکم نے آپ کے اقتدار میں کوشش کی اور آپ کے طریقہ کو اختیار کیا اس قدر ظاہر و باطن فروغ حاصل کیا۔ آپ کی عقل و دانش حُسن سیاست و تدبیر مملکت کو تمام عقلائے روئے زمین مانتے ہیں اور اس سے فوائد حاصل کرتے ہیں اور آپ کی سیرت کو اپنا امام و پیشوا بناتے ہیں اور تمام عقلا اور اربابِ دانش مسلمان اور غیر مسلم سب ہی نے اعتراف کیا ہے کہ ایسی مجموعہ صفات کمال ظاہری و باطنی کوئی حاکم شخصیت آپ کے عہدِ میمون سے اب تک نہیں پائی گئی۔ فتوحاتِ عظیم الشان کا جو سلسلہ آپ کے عہد خلافت میں پھیلا اس کی نظیر نہیں تاہم مختصراً یہاں سنہ وار آپ کی فتوحات عظیمہ کا ذکر ضرور ہے۔

۱۴ھ میں دمشق، حمص، بعلبک، بصرہ، اُبلّہ فتح ہوئے اور اسی سال آپ نے نماز تراویح پر مسلمانوں کو جمع فرمایا۔

۱۵ھ میں شرق اردن تمام فتح ہوا، اسی سال جنگ یرموک و جنگ قادسیہ کے عظیم الشان معرکے ہوئے اور اسی سال حضرت سعد بن ابی وقاص سپہ سالار عام افواج و امیر عراق نے کوفہ کی بنیاد ڈالی اور آباد کیا۔

۱۶ھ میں اہواز اور مدائن پایۂ تخت شاہان فارس فتح ہوا اور خاص محل شاہی میں حضرت سعد نے سب سے پہلا جمعہ عراق میں مسلمانوں کے ساتھ ادا فرمایا اور شاہِ یزدگرد بن خسرو نے فرار ہو کر مُقام رے میں پناہ لی۔ اسی سال تکریت اور قنسرین اور حلب و انطاکیہ و منبج و سروج اور قرقیسیا فتح ہوئے۔ اسی سال بیت المقدس بلا جنگ آپ کے

قدوم میمنت لزوم کی برکت سے فتح ہوا اور وہاں سے آپ دمشق بھی تشریف لے گئے اور اسی سال تاریخ سالِ ہجرت سے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے مشورے سے قرار پائی۔

سنہ ۱۸ھ میں عظیم قحط ملک حجاز میں پڑا اور آخرکار آپ نے حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے التماس کیا کہ وہ بارش کے لئے دعا فرمائیں اور تمام مسلمانوں کے ساتھ مدینہ طیبہ سے باہر نکل کر نماز استسقا پڑھی اور عرض کیا کہ الٰہی ہم تیرے نبی کریم کے چچا کو وسیلہ بنا کر تجھ سے مانگتے ہیں کہ ہم سے اس قحط کو دور کر دے اور ہم کو بارش فراواں عطا فرما۔

پھر حضرت سیدنا عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کے لئے ہاتھ بڑھائے اور عرض کیا کہ اے الٰہا ان سب نے اسی سفید ریش کو تیرے حضور میں بڑھایا ہے بوجہ اس قرابت اور جگر کے جو مجھ کو حاصل ہے تیرے نبی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ پس اس سفید ریش کو رسوا نہ فرما اور ہم کو بارشِ فراواں عطا کر" الخ" یکایک ابر عظیم جبلِ سَلع کی پشت سے بلند ہوا اور فی الفور موسلا دھار رحمت الٰہیہ نے خلقت کو چھا لیا۔

تمام خلقت آپ کے بدن مبارک و پیرہن مبارک کو دوڑ دوڑ کر چومنے اور کہنے لگی فضائلك یا ساقی الحرمین حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم یہی وسیلہ ہے۔ یعنی حق تعالیٰ نے حکم دیا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَابْتَغُوْۤا اِلَیْهِ الْوَسِیْلَةَ ۔ جو لوگ کہ اس توسل کو شرک کہتے ہیں ان کی عقل و دانش پر ہزار افسوس حالانکہ اس واقعہ کو تسلیم کرتے ہوئے پھر بھی بھرے منہ سے کہتے ہیں کہ یہ دلیل ہے کہ مقدس ذوات سے ان کے بعد انتقال توسل کرنا جائز نہیں پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ غیر اللہ سے کچھ مانگنا یا اولیاء کا واسطہ دینا بھی شرک ہے۔

اگر یہ صحیح ہے تو حضرت عمر نے کیوں حضرت عباس سے یہ سوال کیا۔ شرک تو ہر حال میں شرک ہے۔ جو چیز اموات سے شرک ہو وہ زندوں سے کیوں کر نہ شرک ہوگا۔ ورنہ دونوں متناقض اصول ہیں۔

پھر حضرت سیدنا عباسؓ دونوں کے الفاظ کو دیکھا جائے تو ایک عرض کرتے ہیں کہ

تیرے نبی کریمؐ کے چچا سے تیرے حضور میں توسل کرتے ہیں۔ دوسرے عرض کرتے ہیں کہ ان لوگوں نے میری قرابت اور جگہ کو جو تیرے نبی کریمؐ سے مجھ کو حاصل ہے جان کر مجھ کو تیرے حضور میں آگے بڑھایا ہے۔ تو یہ الفاظ ان ہر دو پیشواؤں کے صریح ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک اور حضورؐ کی قرابت سے اور اسی نسبت سے توسل کیا جا رہا ہے۔ تو وہ فی الحقیقۃ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ذاتِ مقدسہ ہے۔ بہرحال توسل ہے۔ اور فی الواقع جیساکہ علماء اعلام نے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کا مقصد اس توسل سے یہ تھا کہ حضور سراپا نور صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت والی ذوات کی عزت وہی حکم رکھتی ہے اور صحابہ کرام علیہم الرضوان میں حضورؐ کی ذات انور سے توسل میں تو کوئی شبہ تھا ہی نہیں۔

اسی لئے حضرت امیرالمؤمنین نے چاہا کہ لوگ حضور کی قرابت کے توسل اور اس کی حرمت و عظمت سے بھی واقف ہو جائیں اور براہِ راست ذاتِ مقدسہ سے اس حال میں توسل کرنے میں یہ بھی آپ کی دانش تھی کہ مُبادا کسی کی گنہگاری اگر اجابت میں حارج ہوتی ہے تو بست سے ضعیف الایمان ممکن تھا کہ دین ہی چھوڑ دیتے اور حضورؐ کی رسالت کی صداقت میں دشمنانِ دین کو دریدہ دامنی کا موقع ملتا اور آپ کو ان امور کا بہت اہم لحاظ رہتا تھا۔ اس وجہ سے صُورتِ بالا جو کہ ہر طرح اسلم تھی اختیار فرمائی۔ ورنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ عالیہ بلکہ حضورؐ کے آثار متبرکہ سے تمام صحابہ کرام کا توسل اور تبرک حاصل کرنا ایک یقینی اور مُسلم امر ہے جس کے ثبوت میں صدہا احادیث صحیحہ موجود و مشہور ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے حق کی ہدایت فرمائے اور حق پر ثبات تمام مسلمانوں کو بخشے۔ آمین۔ یہ بحث نہایت تفصیل طلب ہے تاہم اس مناسبت سے یہ چند تنبیہات کر دینا یہاں ضروری ہُوا۔ الحمدللہ علماء اعلام نے معترضین کے لئے کوئی موقع چھوڑا نہیں ہے ان کے مؤلفات نافعہ کافی ووافی ہیں۔ اس مقام پر اگرچہ یہ جملہ معترضہ ہے مگر نہایت ضروری جملہ تھا اس لئے اس قدر لکھا گیا۔

۱۸ھ میں نیشاپور و حلوان ورھا و حران و نصیبین والجزیرہ اور موصل فتح ہُوئے۔

۱۹ھ میں قیساریہ۔ ۲۰ھ میں مصر و تستر ۲۱ھ میں اسکندریہ اور نہاوند و برقہ وغیرہ فتح ہوئے۔

۲۲ھ میں آذربائیجان، دینور ما سبدان، ہمدان، طرابلس المغرب اور شہر رے اور قوس وغیرہ فتح ہوئے۔

۲۳ھ میں کرمان، سجستان، مکران، اصفہان وغیرہ تک سلسلۂ خلافت اسلامیہ عمریہ کا اللہ تعالیٰ نے پھیلا دیا۔ پھر حکمتِ الٰہیہ نے یہ چاہ لیا کہ یہ بدر اقبال اسی سال کے آخر میں اس عالم سے پردہ فرمالے۔

شہادت

امام بخاری آپ کے غلام اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ہمیشہ کثر یہ دعا کیا کرتے تھے کہ اے میرے رب مجھ کو اپنی راہ میں شہادت نصیب کر اور میری موت تیرے رسول حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بستی مبارک میں کر۔ بظاہر یہ دعا بہت مشکل تھی مگر آپ کا جو کمال مرتبہ حق تعالیٰ کے حضور میں ہے اس لئے اس کے اسباب ارادۂ الٰہیہ سے آخر جمع کر ہی دیئے۔ آپ نے ۲۳ھ کا حج ادا کیا۔ جب منیٰ سے پلٹے تو مقامِ ابطح میں حسب طریق سُنّت آرام لیا اور اپنی پشت پر چت لیٹ کر دونوں ہاتھ آسمان کی طرف بلند کر کے عرض کیا اے اللہ میری عمر بہت ہوگئی اور قوت میری کم ہوگئی اور رعیت میری بہت دُور تک پھیل گئی اب تو مجھ کو اپنی طرف اٹھا لے۔ قبل اس کے کہ مجھ سے کچھ کمی ہو یا میں کھویا جاؤں۔ آپ کی یہ دعا قرین اجابت ہُوئی اور ماہ ذلحجہ ۲۳ھ ختم ہونے سے پیشتر ہی حادثۂ شہادت واقع ہُوا، اس کا ظاہری سبب مشیت الٰہیہ سے یوں جمع ہُوا کہ حضرت مُغیرہ رضی اللہ عنہ جو آپ کے اُمراء میں سے امیر کوفہ تھے اُن کا ایک غلام تھا پارسی۔ اس کا نام تھا ابو لُؤلُوہ۔ انہوں نے آپ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ یہ غلام نہایت اُستاد ہے اور بہت سے حرفے جانتا ہے۔ بخار ہے نقاش ہے۔ حداد ہے۔ چکیاں عجیب

مختلف حرفوں سے فوائد حاصل کر سکیں۔ آپ کا حکم عام تھا کہ کوئی غیر مسلم جو کہ حدت بلوغ کو پہنچ گیا ہو مدینہ طیبہ میں نہ آنے دیا جائے۔ یہی وجہ ہوئی کہ حضرت مغیرہ کو دربار خلافت سے اجازت طلب کرنی پڑی۔ مقدرت الہیٰہ سے یہ بدترین فعل اسی شقی ازلی کے ہاتھوں ہونا ہو چکا تھا۔ تاکہ آپ کی سچی دعا کی تکمیل کافر ہی کے ہاتھ ہی سے ہو۔ آپ نے چندروز کے لئے اس کو آنے کی اجازت دے دی کہ لوگ اس کے صنائع سے مستفید ہوں، انہوں نے اُس کو مدینہ طیبہ روانہ کر دیا اور سو درہم ماہانہ خراج اس پر مقرر کیا کہ یہ رقم اپنے آقا کو ماہانہ ادا کرتا رہے۔

وہ ایک روز آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ میرے آقا نے سو درہم ماہانہ مجھ پر مقرر کئے ہیں اور یہ بہت ہیں لہٰذا امیر المؤمنین ان کو لکھ دیں کہ وُہ اس میں کچھ کمی کرا دیں۔ آپ نے عزم فرما لیا کہ ضرور ان کو لکھ دیں گے کہ اس کا خراج کچھ کم کر دو۔ مگر ظاہرا اس لئے کہ غلام تسوخ نہ ہو جائے فرمایا۔ کہ تو اپنے آقا کے ساتھ اچھا سلوک کر اور تجھ پر اتنی مقدار کچھ زیادہ نہیں۔ وہ یہ سُن کر بڑ بڑاتا ہو نکلا کہ تمام لوگ ان کے عدل وانصاف سے سیراب ہوں۔ بجز میرے۔ اُس نے آپ کے قتل کا تہیہ کر لیا۔

اس گفتگو کے چند روز بعد آپ نے اس کو بُلوایا اور فرمایا کہ کیا یہ صحیح ہے جو مجھ کو کہا گیا ہے کہ تو کہتا ہے کہ اگر میں چاہوں تو ایسی چکی بناؤں جو ہوا سے چلے۔ اس نے بہت ہی ترش روئی کے ساتھ جواب دیا کہ میں عنقریب ایسی چکی آپ کے لئے تیار کروں گا جس کا تذکرہ قیامت تک کیا جائے گا۔

جب وُہ واپس ہوا تو آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ اس نے مجھے دھمکی دی ہے۔ بعض نے کہا کہ اس کو قتل کر دیجئے۔ فرمایا کہ اگر کوئی کام اس کے ہاتھ پر مقدر ہے تو میں اسے کیوں کر روک سکتا ہوں۔ ۲۶ یا ۲۷ ذوالحجہ الحرام کو اس شقی بدبخت نے ایک خنجر دو دھاری تیار کیا اور اس کو زہر سے بجھایا اور بدھ کے دن نماز فجر میں صفوف مسلین کے اندر آکر کھڑا ہو گیا آپ کی عادت تھی کہ صفیں قائم ہونے کے بعد خود گشت کر کے ملاحظہ فرماتے کہ صف میں کوئی فرق بالکل نہ ہو۔

جب آپ صف کا ملاحظہ فرماتے ہوئے اس بدبخت کے محاذ پر آئے تو اس نے آپ پر اس دو رُخے خنجر مسموم سے ایک وار شانہ مبارک پر کیا۔ دوسرا اور تیسرا وار پہلو پر کیا جس سے آنتیں کٹ گئیں۔ آپ تکبیر کا نعرہ لگا کر زمین سے آ لگے۔ لوگ اس بدبخت کو پکڑنے دوڑے۔ اُس نے بھاگتے ہوئے اسی خنجر سے بارہ یا تیرہ مسلمانوں کو اور زخمی کیا جن میں سے چھ یا سات شہید ہو گئے۔ ایک شخص نے اپنی کملی اس پر ڈال دی جب اس بدبخت ازلی کو اپنے پھنس جانے کا یقین ہو گیا تو اسی کملی کے اندر اسی بدخنجر سے اپنے کو مار کر بے گردن جہنم کا راستہ لیا۔

آپ کو اسی حال میں دولت خانے پر لے گئے۔ آپ نے پوچھا کہ کیا، عبدالرحمٰن بن عوف یہاں موجود ہیں۔ کہا گیا کہ موجود ہیں۔ فرمایا لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

اس جانکاہ حادثہ کی تشویش میں تمام مسلمانوں کی عقل باختہ ہو گئی اور آفتاب طلوع ہونے کا وقت قریب آ گیا۔ ناچار عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے چھوٹی سورتیں پڑھ کر نماز ادا کی۔ بعد اس کے آپ کو نبیذ پلائی گئی، اس سے آنتوں کے زخموں کا پتہ نہ چلا۔ پھر دودھ پلایا گیا تو ویسا کا ویسا زخم سے دودھ نکلا۔

آپ نے حکم دیا کہ دریافت کرو کس نے یہ بدکام کیا ہے۔ آپ سے کہا گیا کہ ابولؤلؤہ مجوسی غلام حضرت مغیرہ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے کہ کسی مسلمان کے ہاتھ پر میری موت اس نے نہیں گردانی۔

حاضرین صحابۂ کرام آپ کی تسلی کے لئے آپ کے فضائل و کمالات بیان کرنے لگے۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم کہ میری تو صرف یہ خواہش ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارک اور حضرت صدیق کی صحبت میرے لیے سالم رہ جائے۔ اور باقی کا حساب برابر برابر رہے۔ نہ مجھے دینا پڑے نہ مجھے لینے کی طلب۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ آپ کے فضائل بیان کرنے لگے۔ فرمایا اے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی اگر میرے پاس تمام زمین کے پہاڑ سونا ہوتے تو میں ہول قیامت کا ان کو فدیہ بناتا پھر فرمایا کہ میں نے خلافت کو ان چھ

ہستیوں کے اندر مشورہ چھوڑا ہے جن سے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس جہاں سے راضی وخوش گئے ہیں۔ عثمانؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص۔ ان کو تین دن کی مہلت دیتا ہوں کہ اس مدت میں اپنے میں سے ایک کو خلیفہ بنالیں اور عبداللہ بن عمر ان کے ساتھ مشورے میں رہیں گے مگر ان کو خلافت میں کوئی دخل نہ ہوگا اور اس مدت کے لئے حضرت صہیبؓ کو آپ نے منصب امامت نماز تفویض فرمایا۔ بعض روایات میں ہے کہ آپ نے حضرت صہیب کو حکم دیا کہ جب تک اس مدت میں یہ چھ اصحاب اپنے میں سے کسی کو خلیفہ تسلیم کریں تم نماز لوگوں کو پڑھانا اور پچاس آدمی لے کر اس جگہ حاضر رہنا جہاں یہ چھ حضرات مشورے کے لئے جمع ہوا کریں اور کسی کو ان کے پاس نہ آنے دینا۔ اگر یہ لوگ اس تین دن میں کسی کو اپنے میں سے خلیفہ مقرر نہ کر سکیں تو ان سب کی گردنیں مار دینا۔ اور پھر بدر میں صحابہ جس کو چاہیں مسلمانوں کا امیر مقرر کرلیں۔

اس کے بعد آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبداللہ سے فرمایا کہ میرا قرض حساب کرو تو چھیاسی ہزار درہم تقریباً حساب کیا گیا۔ فرمایا کہ عمر کی آل واولاد کا مال اگر اس کو وفا کر سکے تو ان کے مال سے وفا کرنا ورنہ پھر بنی عدی سے کمی میں مدد لینا یعنی آپ کے جدی قرابت داروں سے اگر ان کا مال بھی کفایت نہ کرے تو پھر قریش سے مدد لینا۔ اور جاؤ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ کی خدمت میں اور میرا سلام ان کو عرض کر کے کہو کہ عمر کی خواہش ہے کہ آپ اجازت دیں تو وہ اپنے دونوں پیشرووں کے ساتھ دفن ہوں۔

چنانچہ حضرت عبداللہ نے حضرت ام المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہو کر عمر رضی اللہ عنہ کا پیام عرض کیا۔ انھوں نے سن کر فرمایا کہ اس جگہ کو میں اپنے واسطے چاہتی تھی مگر آج میں ان کو اپنی جان پر مقدم کرتی ہوں۔

انہوں نے واپس آکر حضرت ام المؤمنین کا پیام پہنچایا۔ فرمایا کہ سب حمد اللہ کے لئے ہے۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ خلیفہ خود کیوں نامزد نہیں فرما دیتے۔ فرمایا کہ میں نہیں پسند کرتا کہ زندگی اور بعد زندگی کے بھی اس بار کو اپنی گردن پر رکھوں۔ البتہ ان چھ سے

زیادہ کوئی اس کا حقدار نہیں کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سب سے راضی و خوش ہو گئے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اگر سعد بن ابی وقاص خلیفہ منتخب ہوں تو ورنہ جو تم میں سے خلیفہ ہو وہ اُن سے مدد لیتا رہے۔ میں نے ان کو کسی کمزوری یا خیانت کی وجہ سے معزول نہیں کیا ہے۔

پھر فرمایا کہ جو میرے بعد خلیفہ ہو اس کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور مہاجرین وانصار کی حرمت کی حفاظت کی وصیت کرتا ہوں اور تمام شہروں کے مسلمانوں کے متعلق اور تمام باشندوں کے لئے وصیت کرتا ہوں مثل اسی کے۔

زخمی ہونے کے بعد تین روز آپ بقید حیات جسمانی رہے اور چوتھے دن جو کہ غرہ محرم الحرام ۲۴ھ اور اتوار کا دن تھا اس عالم فانی سے دار البقاء کو رحلت فرمائی اور نیز عزو اقبال اسلام نے اس خاکدان سے پردہ فرما کر ملک جاوداں کی راہ لی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اسی دن حسب آپ کے حکم کے تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر مسجد نبوی میں جنازہ مبارک لایا گیا اور حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز جنازہ پڑھائی بعد نماز کے نعش شریف کو حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے در دولت پر لایا گیا اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے بڑھ کر سلام کیا اور عرض کیا کہ عمر اندر آنے کی اجازت مانگتے ہیں۔ آپ نے سن کر جواب دیا کہ ان کو اندر لے آؤ۔ چنانچہ اندر داخل کئے گئے اور حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پشت مبارک میں آپ کی قبر اطہر کی لحد کھودی گئی۔ اور اس افضل ترین بقعۂ مقدسہ سے مل کر راحت گزیں ابد الآباد ہوئے جو کہ باتفاق اہل سنت والجماعت بیت اللہ شریف اور کرسی اور عرش اعظم سے بھی افضل ہے اور اس طرح وہ آہنی دروازہ مسلمانوں سے اٹھ گیا جو کہ ان کے اور تمام فتنوں کے درمیان سر محکم تھا۔ عمر شریف آپ کی مشہور اور محقق قول کے موافق تریسٹھ سال کی ہوئی۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وَ رضا مرضیٰ عن مجید و متبعیہ باحسان۔ آمین۔

بعض مورخین نے حضرت کعب احبار اور ہرمزان کو شریک مشورہ ابو لولوہ خبیث لکھا ہے لیکن تمام مستند روایات سے اس کا بالکل ثبوت نہیں ملتا۔ اگر ایسا ہوتا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

سے اس معاملہ میں کوتاہی امر محال تھی۔ لہٰذا اس قسم کی روایات سے اجتناب ضروری ہے۔
آپ کی سیرت شریف اگر مفصل لکھی جاوے تو ضخیم جلدیں درکار ہوں اس لئے اسی قدر میں کفایت ہے۔ جن محبین کو تفاصیل کا شوق ہو وہ معتبر کتب تواریخ میں مراجعت کریں۔
اس ذرہ بے مقدار کی دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس حقیر خدمت کو قبولیت کا شرف بخشے۔ اور تمام مسلمانوں کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور کے خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم کی سیرت ہائے مقدسہ کا تمسک اور ان کا اتباع کامل نصیب فرما کر دارین کی عزت و سعادت کرامت فرمائے اور اس ناچیز گنہگار کو اور اس کی اولاد ذریت کو اور تمام اقارب و محبین دینی کو اپنی راہ رضا مندی میں اخلاص و تقویٰ کے ساتھ مصروفی بخش کر امن و امان و سلامتی دین و ایمان دارین میں کرامت فرمائے اور ذات ہائے مقدسہ کی قبولیت کے ساتھ خاکپا بنادے اور جو شرف اس جوار اطہر کا عنایت فرمایا ہے اس کو حیاتاً و مماتاً بعزت دارین مستدیم رکھے۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم و تب علینا انک انت التواب الرحیم۔ آمین ثم آمین۔ بجاہ سید الخلائق اجمعین صلوات وسلامہ علیہ وعلی آلہ واصحابہ الی ابد الآبادین والحمد للہ رب العالمین۔
اہل علم ناظرین سے استدعا ہے کہ جو غلطی یا لغزش قلم بعد تامل و تدقیق کے پاویں اس کی اصلاح فرما کر پردہ کرم و چشم پوشی سے کام لیں اور دعائے خیر سے فراموش نہ فرمائیں کہ مقصد صرف تحصیل ثواب و رضاء رب الارباب جل شانہ ہے۔
فقط نمقہ المذنب کمترین عباد دعا گوئے مسلمان محمد علی حسین ابن شیخ المشایخ مولانا محمد اعظم حسین صدیقی، حنفی، خیرآبادی ثم المدنی قدس اللہ سرہ۔ آمین۔

حضرت سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم وبہ نستعین علیٰ امور الدنیا والدین ۰

الحمد للہ رب العٰلمین والعاقبۃ للمتقین ولاعدوان الا علی الظٰلمین والصلوٰۃ والسلام علی اشرف المرسلین واکرام السالقین والاحقین خاتم الانبیاء والمرسلین صلوٰت اللہ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وحزبہ المفلحین ۔ آمین۔

بعد حمد و نعت کے واضح رائے ارباب عقل و دین ہو کہ یہ چند سطور مختصر بیان بعض فضائل و حالات امیر المؤمنین صہر النبی الکریم الامین خلیفہ سوم برحق سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں کتب معتبرہ سے جمع کر کے لکھے جاتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ذریعہ زیارت و شوق و محبت کا ہو۔ اہل سنت والجماعت کے لئے اور ذریعہ ازالہ شکوک و اوہام اُن سادہ لوح مسلمانوں کا بنے جن کو بعض نافہم لوگ آپ کی نسبت کچھ تنقیص کی باتیں سطحی سُنا کر ان کو شکوک اور بادیہ بے ادبی میں ڈالنے کا سبب بنتے ہیں اللہ تعالیٰ ہم مسلمانوں کو ہمارے تمام پیشوایان دین کے آداب و حفظ حرمات کی تحقیق توفیق بخشے اور ہمیشہ زمرۂ اہل حق میں رکھ کر ان کی صحیح پیروی ان کی سچی محبت کرامت فرمائے کہ ان حضرات عظام کی محبت جزوِ محبت الٰہی و محبت حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ بغیر اس کے استحکام کے مسلمان کا ایمان پورا ہی نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ گمراہی و مصیبت بے ادبی سے ہم سب مسلمانوں کو ہمیشہ بچا کر رتبہ سعادت دارین کا عطا فرمائے اور شرف رفاقت عباد مقبولین کا دارین میں کرامت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

نام ونسب اور خاندان

نام مبارک آپ کا عُثمان ہے۔ والد کا نام عفان بن ابی العاص بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف بن قصی۔ عبد مناف میں آپ کا نسب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نسب اطہر سے جاملتا ہے۔ آپ کی کنیت ابو عمرو اور ابو لیلیٰ اور ابو عبد اللہ بھی کہی گئی ہے۔ چھٹے سال عام الفیل سے آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ سابقین اوّلین میں ہیں۔ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ترغیب سے آپ ابتدائے بعثت ہی میں مشرف بہ اسلام ہو گئے تھے۔ آپ نے دو ہجرتیں کی ہیں۔ ایک مکہ مکرمہ سے جانب ملک حبشہ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی رونق فرمائی مدینہ طیبہ کے بعد حبشہ سے مدینہ طیبہ کو ہجرت فرمائی۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی مطہرہ حضرت سیدہ رقیہؓ کا نکاح آپ سے قبل نبوت فرمادیا تھا۔ اس طرح شرف دامادی حضور سید الخلائق صلی اللہ علیہ وسلم پہلے ہی سے آپ کا قرین سعد ہولیا تھا۔ آپ عموم غزواتِ نبویہ میں ہمرکاب رہے ہیں۔ البتہ جن غزوات میں بحکم رسالت پناہیؐ آپ کو امارت مدینہ طیبہ تسلیم فرمائی گئی یا دیگر خدمات پر مامور فرمائے گئے اُن کے سوا کسی غزوے میں آپ نے رفاقت نہیں چھوڑی۔

جنگ بدر میں بوجہ علالت حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہ آپ کو ان کی تیمارداری کے لئے مدینہ طیبہ میں حکماً چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ ان کی وفات کے دن ہی حضرت زید بن حارثہ بشیر فتح ہو کر عین دفن کے وقت داخل مدینہ منورہ ہوئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بناء پر آپ کو بدر میں بھی شمار فرما کر آپ کا حصۂ غنیمت مکمل عطا فرمایا۔ اسی لئے آپ مثل حاضرین معرکۂ بدر کے بدریین میں شامل ہیں۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں اور حفاظ صحابۂ کرام سے ایک ہیں جنھوں نے کہ عہد نبوی ہی میں تمام کلام پاک حفظ فرمالیا تھا۔ اور ایک اُن صحابۂ عظام میں سے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم سے اُن سے راضی اور خوش تشریف لے گئے، اور خلفائے راشدین برحق میں سے ایک ہیں۔

غزوہ ذات الرقاع اور غزوہ غطفان میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مدینہ طیبہ پر اپنا خلیفہ و نائب مقرر فرمایا تھا۔ آپ قریش میں نہایت باعزت و باحرمت اور باثروت تھے۔

آپ کی نانی حضورؐ کے جدامجد عبدالمطلب کی صاحبزادی تھیں۔ بیضاء ان کا نام ہے۔ ام حکیم ان کی کنیت ہے۔ اس طرح والدہ کی طرف سے بہ نسبت والد کے اور بھی زیادہ قربت نسب نبویؐ سے رکھتے ہیں۔ آپ کی نانی حضورؐ کے والد ماجد سیدنا عبداللہ کے ساتھ توام پیدا ہوئی تھیں

آپ کے چچا حکم بن ابی العاص نے مسلمان ہونے پر آپ کو رسیوں سے کس کر باندھا اور کہا کہ تم اپنے باپوں کا دین چھوڑ کر ایک نیا جدید دین اختیار کرتے ہو۔ اللہ کی قسم میں تم کو نہ چھوڑوں گا جب تک کہ تم یہ نیا دین نہ چھوڑ دو گے۔

آپ نے فرمایا اللہ کی قسم میں ہرگز اس کو نہیں چھوڑوں گا اور نہ اس سے جدا ہوں گا۔ جب چچا نے آپ کی پختگی معلوم کر لی تو ناچار آپ کو چھوڑ دیا۔ آپ نے ملک حبشہ کو سب سے اوّل ہجرت فرمائی تھی۔ معہ اپنی اہلیہ مطہرہ کے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے رخصت فرماتے ہوئے دعا فرمائی کہ اللہ ان دونوں کے ساتھ ہو اور فرمایا تحقیق عثمان بعد لوط علیہ السلام کے سب سے اوّل ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف ہجرت کرنے میں۔

حلیہ مبارک

آپ کا قد مبارک درمیانہ تھا۔ نہ پستہ نہ دراز۔ رنگ مبارک سفید سرخی ملایا ہوا، نہایت حسین چہرہ۔ آپ کے چہرۂ مبارک پر چند داغ بھی تھے چیچک کے۔ داڑھی مبارک آپ کی بڑی اور خوب بھری ہوئی تھی۔ مفاصل اعضاء، نہایت قوی، کشادہ شانہ، دراز دست، آپ کے دونوں ہاتھ بالوں سے پُر تھے۔ سر مبارک کے بال گھونگھر والے تھے۔ سامنے سے سر مبارک پر بال نہ تھے۔ دہان مبارک آپ کا بہترین تھا۔ سر مبارک کے بال کانوں سے نیچے رہتے تھے۔ پیلا خضاب استعمال فرمایا کرتے تھے اور دندان مبارک آپ کے سونے کے تاروں سے جکڑے ہوئے تھے۔

حضرت اسامۃ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے ایک بڑے طباق میں گوشت دے کر حکم فرمایا۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے مکان پر پہنچا دوں۔ جب میں داخل ہوا تو حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف رکھتی تھیں۔ میں ایک بار اُن کے چہرے کو دیکھتا اور ایک بار حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے چہرے کو دیکھتا۔ جب میں واپس آیا تو حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے پوچھا کہ تم ان دونوں پر داخل ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا جی ہاں یا رسول اللہ یہ واقعہ قبل نزول حکم حجاب کے ہے۔

موسیٰ بن طلحہؓ کہتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ حسین تر لوگوں میں سے تھے۔ عبداللہ بن حزم مازنی کہتے ہیں کہ دیکھا میں نے حضرت عثمان بن عفان کو پس میں نے کسی مرد یا عورت کو اُن سے زیادہ خوبصورت نہیں دیکھا۔

شانِ حضرت عثمان بزبانِ صحابہ کرامؓ

امام خثیمہ اور حافظ ابن عساکر حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُن سے حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت سوال کیا گیا۔ اُنھوں نے فرمایا وُہ ایسے مرد ہیں کہ ملاء اعلیٰ میں ذوالنورین پکارے جاتے ہیں۔ تھے وُہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد دو صاحبزادیوں سے۔

ابن سعد عبدالرحمٰن بن حاطب سے بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے زیادہ پُوری اور بہتر حدیث کرنے والا نہیں دیکھا۔ جب کہ وہ حدیث بیان فرماتے۔ البتہ وُہ روایت حدیث سے بہت ہیبت رکھتے تھے۔ ابو نعیم حضرت امام حسن بصری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا عثمانؓ کا لقب ذوالنورین صرف اس لئے ہُوا کہ ان کے سوا کسی نے کسی نبی کریمؐ کی دُو صاحبزادیوں پہ اپنا دروازہ بند نہیں کیا۔

امام بیہقی اپنی سنن عبداللہ بن عمر بن ابان جعفی سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے میرے ماموں حسین جعفی نے مجھ سے پوچھا کہ جانتے ہو تم حضرت عثمانؓ کا نام ذوالنورین کیوں ہوا۔ میں نے کہا میں نہیں جانتا۔ کہا انھوں نے کہ جب سے اللہ تعالیٰ نے حضرت

سیدنا آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا اور جب تک کہ قیامت قائم ہوگی کسی نے کسی پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دو صاحبزادیوں کو اپنے نکاح میں نہیں لیا بجز حضرت سیدنا عثمان کے ابن حدی حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہا اُنھوں نے کہ جب حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہ کا بیاہ حضرت سیدنا عثمانؓ سے کیا تو ان سے فرمایا کہ تمہارے شوہر تمام لوگوں میں تمہارے دادا حضرت ابراہیم اور تمہارے باپ (حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ شباہت رکھتے ہیں۔

ابن عساکر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ شریف میں ہم فضیلت دیتے تھے (بالترتیب) حضرت ابوبکر اور حضرت عمر اور حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کو۔ یعنی تمام صحابہ کرام پر نیز ابن عساکر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم گروہ اصحاب حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے کہ اس اُمت کے افضل ترین بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضرت ابوبکر ہیں۔ پھر حضرت عمر ہیں۔ پھر حضرت عثمان ہیں۔ پھر ہم سکوت کرتے تھے۔

اِخلاق و عادات

شیخین حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ تحقیق حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ خدمت شریف میں حاضر ہوئے تو اپنے لباس شریف کو درست فرما لیا اور فرمایا کیا میں ایسے شخص سے شرم نہ کروں جس سے کہ ملائکہ بھی حیا کرتے ہیں۔ امام بخاری ابوعبدالرحمٰن سلمی نے سے روایت کرتے ہیں کہ جب باغیوں نے آپ کا محاصرہ کیا تو آپ نے اُوپر چڑھ کر اُن میں آواز دی اور کہا کہ میں اللہ کو تم سب کو یاد دلاتا ہوں اور نہیں اللہ کو یاد دلاتا مگر اصحاب حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا تم نہیں جانتے ہو اے گروہ صحابہ کہ تحقیق حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جیش العسرۃ یعنی جنگ تبوک کی تیاری کرے اس کے لئے جنت ہے چنانچہ میں نے اس کی سربراہی کی۔ کیا تم نہیں جانتے کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا جو بیرومہ خریدے اس کے لئے جنّت ہے۔ چنانچہ میں نے خرید کیا تو سب نے ان کے اس فرمانے کی تصدیق کی۔

امام ترمذی حضرت عبد الرحمٰن بن خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حاضر تھا جبکہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیش العسرۃ کے لئے ترغیب دے رہے تھے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ سو اونٹ میں سازو پالان کے مجھ پر ہیں۔ پھر حضورؐ نے ترغیب فرمائی۔ پھر حضرت عثمان نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھ پر دو سو اونٹ ہیں معہ سازو پالان کے۔ پھر حضور نے ترغیب فرمائی۔ پھر حضرت عثمان نے عرض کیا یا رسول اللہؐ تین سو اونٹ معہ سازو پالان کے مجھ پر ہیں۔ پس اُترے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (منبر شریف سے) یہ فرماتے ہوئے کہ آج کے بعد عثمان پر کوئی مواخذہ نہیں۔ اس کام کے بعد جو چاہیں کریں۔ نیز امام ترمذی اور امام حاکم حضرت انس اور عبد الرحمٰن بن سمرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ تبوک کی تیاری کے وقت حضور نبی اکرمؐ کی خدمت میں ایک ہزار دینار لے کر حاضر ہوئے اور حضور کی گود مبارک میں ڈال دیئے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعۃ الرضوان کا حکم دیا۔ اُس وقت حضرت عثمان بن عفان حضور کے فرستادہ قریش کے پاس گئے ہوئے تھے لوگوں نے بیعت کی۔ پس فرمایا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق عثمان اللہ اور اس کے رسول کے کام میں ہیں۔ یہ فرما کر اپنا دستِ مبارک دوسرے دستِ مبارک پر مار کر فرمایا۔ یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔ پس حضور کا دست مبارک حضرت عثمان کے لئے ان کے ہاتھ سے بہتر تھا دوسروں کے ہاتھوں سے اپنی جانوں کے لئے۔ نیز امام ترمذی حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک فتنہ کا ذکر فرما کر فرمایا کہ یہ اُس میں مظلوم مارے جائیں گے اور حضرت عثمان کی طرف اشارہ فرمایا۔ نیز امام ترمذی اور امام حاکم اور ابن ماجہ حضرت مرہ بن کعبؓ سے روایت کرتے ہیں کہ سُنا میں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک فتنہ ذکر فرماتے ہوئے اور بہت قریب فرمانے لگے اُس فتنہ کو۔ اُسی وقت ایک صاحب گزرے منہ لپیٹے ہوئے۔ پس فرمایا کہ یہ اُس دن ہدایت پر

ہوں گے۔ میں نے اُٹھ کر اُن کو دیکھا تو وہ حضرت عثمان تھے۔ میں نے پھر حضورؐ کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا کہ یہ فرمایا ہاں۔

ابن عساکر اور ابن عدی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہا انہوں نے فرمایا حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ شباہت دیتے ہیں عثمانؓ کی ہمارے باپ ابراہیم علیہ السلام سے۔ امام ترمذی اور حاکم ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ تحقیق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا اے عثمان قریب ہے کہ اللہ تم کو ایک کرتہ پہنائے گا پس اگر منافقین تم سے چاہیں کہ تم اُس کرتے کو اُتار دو تو ہرگز نہ اتارو۔ یہاں تک کہ مجھ سے ملنا۔ یہ کرتہ قمیص خلافت تھا جس کی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو بشارت دی اور مُنافقین کی خواہش پر اس کے اُتار دینے سے ممانعت فرمائی۔ یہ آپ کی خلافت حقہ کی صریح دلیل ہے اور یہ کہ آپ کے قاتلین منافق اور ظالم تھے۔

امام طبرانی حضرت عصمۃ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیاہ دو تم عثمان کو۔ اگر میرے پاس تیسری بیٹی ہوتی تو میں ضرور عثمان کو بیاہ دیتا۔ اور میں نے نہیں بیاہا اُن کو مگر اللہ کی وحی سے۔ ابن عساکر حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ سُنا میں نے فرماتے ہوئے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت عثمان سے کہ اگر میری چالیس بیٹیاں ہوتیں تو میں یکے بعد دیگرے تم کو بیاہ دیتا یہاں تک کہ ان میں سے کوئی باقی نہ رہتی۔ نیز ابن عساکر حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سُنا میں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے کہ عثمان میرے سامنے سے گزرے۔ اس وقت ایک فرشتہ فرشتوں میں سے میرے پاس حاضر تھا۔ ان کو دیکھ کر فرمایا کہ یہ شہید ہیں۔ ان کی قوم ان کو قتل کرے گی اور ہم ان سے شرماتے ہیں۔
ابو یعلیٰ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ تحقیق فرمایا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ملائکہ عثمان سے اسی طرح حیاء کرتے ہیں جس طرح کہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے حیا کرتے ہیں۔

ابنِ عساکر امام حسن بصری سے روایت کرتے ہیں کہ اُن کے سامنے سیدنا عثمان کی حیا کا ذکر ہوا تو فرمانے لگے کہ وہ اپنے مکان کے گوشے میں ہوتے تھے اور دروازہ اُن پر بند ہوتا تھا پھر جب غسل فرماتے تو اپنی پیٹھ حیا کی وجہ سے سیدھی نہ کرتے تھے۔ نیز ابنِ عساکر ابو ثور فہمی سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوا جبکہ وہ محصور تھے۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے دس عمل اپنے اللہ تعالیٰ کے پاس شمار کر رکھے ہیں۔ میں چار مسلمانوں کا ایک ہوں۔ یعنی آپ چوتھے مسلمان ہیں کہ آپ سے پہلے صرف حضرت سیدنا ابوبکرؓ اور حضرت سیدنا علی اور حضرت سیدنا زید بن حارثہ مسلمان ہوئے تھے۔ اُن کے بعد آپ مسلمان ہوئے اور حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی میرے نکاح میں دیں۔ ان کے انتقال کے بعد دوسری صاحبزادی میرے عقد میں دیں اور میں نے کبھی راگ نہیں گایا اور نہ کبھی کوئی تمنا کی اور جس وقت سے کہ میں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی اس ہاتھ سے کبھی میں نے اپنی شرمگاہ کو نہیں چھوا۔ اور جس دن سے کہ میں مسلمان ہوا کوئی جمعہ مجھ پر ایسا نہیں گذرا کہ میں نے اس میں ایک گردن نہ آزاد کی ہو۔ مگر یہ کہ اس دن میرے پاس موجود نہ ہو تو اس کے بعد اس کی قضا کی ہے اور میں نے کبھی زنا نہیں کی نہ جاہلیت میں نہ اسلام میں۔ اور نہ کبھی شراب پی اور نہ کبھی چوری کی۔ جاہلیت میں نہ اسلام میں اور میں نے تمام قرآن کریم یاد کر لیا تھا حضورؐ کے عہد مقدس میں۔ نیز ابن عساکر حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا اُنہوں نے کہ اوّلین فتنہ اسلام میں حضرت عثمانؓ کا قتل ہونا ہے اور اخیری فتنہ دجّال کا نکلنا ہے اس کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے کہ نہیں مرے گا کوئی شخص کہ اس کے دل میں ایک حبہ بھر حضرت عثمان کے قتل کی محبت ہوگی مگر یہ کہ وہ شخص دجّال کا پیرو ہوگا اگر اس کو پائے گا ورنہ اپنی قبر میں اس پر ایمان لائے گا۔

امام عبدالرزاق اپنے مصنف میں حمید بن ہلال سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ باغی محاصرین حضرت سیدنا عثمان میں جا کر کہا کرتے تھے ان کو نہ قتل کرنا۔

قسم اللہ کی جو تم میں سے ان کو قتل کرے گا وہ قیامت کے دن مجذوم بے ہاتھ کا اللہ کے حضور میں پیش ہو گا اور تحقیق اللہ کی تلوار ابھی تک میان میں ہے۔ قسم اللہ کی اگر تم نے ان کو قتل کر دیا تو اللہ اس تلوار کو میان سے نکال کھینچے گا پھر تم سے وہ تلوار کبھی میان میں نہ جائے گی اور جب کوئی پیمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام قتل کئے گئے تو ان کے قصاص میں ستر ہزار خلقت ماری گئی ہے۔ اور جب کوئی خلیفہ برحق مارا جاتا ہے تو پینتیس ہزار اس کے قصاص میں مارے جاتے ہیں قبل اس کے کہ وہ لوگ کسی خلیفہ پر جمع ہوں۔

یہ چند آثار صحابہ یہاں اس لئے درج کئے گئے ہیں کہ یہ بھی مستند روایت کا حکم رکھتے ہیں اس لئے کہ ایسے کلمات صحابہ کرام اپنی ذات سے نہیں بیان کر سکتے جب تک کہ حضور مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو ان کا علم کامل نہ حاصل ہو اس لئے ان کا حکم مثل حدیث مرفوع متصل کے ہے۔ واللہ اعلم۔

آپ کی خلافت حقہ کا بیان

جبکہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ زخمی ہوئے تو آپ نے عشرہ مبشرہ کے بقیہ سات حضرات میں سے چھ کے اندر خلافت کو اپنے بعد منحصر فرمایا۔ ساتویں آپ کے بہنوئی حضرت سیدنا سعید بن زید تھے ان کو اس شمار سے جدا کر دیا تاکہ کسی بدگو کو اس کا موقع ہی نہ رہے کہ اپنی اولاد یا قرابت والوں کو بھی خلافت میں شامل کر دیا۔ وہ چھ حضرات یہ ہیں۔

۱۔ حضرت سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ

۲۔ حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

۳۔ حضرت سیدنا زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ

۴۔ حضرت سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ

۵۔ حضرت سیدنا طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ

۶۔ حضرت سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

رضی اللہ عنہم وعن سائر اصحاب سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم داجمعین حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دفن سے فراغت کے بعد یہ سب حضرات جمع ہوئے۔ حضرت سعد بن ابی وقاص نے فرمایا کہ مجھے خلافت درکار نہیں۔ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے بھی فرمایا کہ مجھے بھی درکار نہیں اس طرح خلافت چار میں منحصر ہو گئی۔ حضرت عبد الرحمٰن نے چاروں سے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک اپنی رائے دوسرے کو دے دو۔ چنانچہ حضرت طلحہ نے اپنی رائے حضرت سیدنا عثمان کو دے دی اور حضرت زبیر نے اپنی رائے حضرت سیدنا علی کو دے دی۔ اب خلافت دو میں منحصر ہو گئی۔ پھر حضرت عبد الرحمٰن نے ان دونوں حضرات سے کہا۔ کہ تم میں سے کون اس حقیقت سے برائت کرتا ہے تاکہ بلا خلاف سب اس ایک کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔

دونوں حضرات نے سکوت فرمایا۔ حضرت عبد الرحمٰن نے کہا کہ آپ دونوں اس کام کو میرے سپرد کر دو۔ اللہ تعالیٰ کو حاضر ناضر جان کر جو آپ دونوں میں سے زیادہ احق ثابت ہوگا اُسی کے ہاتھ پر ہم بیعت کر لیں گے۔ دونوں نے منظور کر لیا۔ پھر آپ نے حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے تخلیہ کیا اور فرمایا کہ اگر میں آپ کی بیعت کروں۔ کتاب اللہ اور سُنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور طریقہ دونوں خلفاء راشدین پر تو آپ میری بیعت ان شرطوں پر قبول کریں گے۔ فرمایا کہ ہاں قبول کروں گا۔ فرمایا اگر میں آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ کس کی بیعت کا مشورہ دیتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اپنا ہاتھ دیجئے۔ اس پر کہ اگر آپ کو خلیفہ منتخب کروں تو آپ شروط مذکورہ پہ بیعت کر لیں گے اور اگر دوسرے کو خلیفہ منتخب کروں تو آپ ان کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے۔

آپ نے اس پر اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں دے دیا۔ پھر حضرت عبد الرحمٰن نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے تخلیہ کیا اور کہا کہ اگر آپ کی بیعت نہ کروں تو آپ کس کا مشورہ دیتے ہیں اُنہوں نے فرمایا۔ حضرت عثمان کا اُنہوں نے کہا۔ اگر آپ کی بیعت کروں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت شیخین (یعنی حضرت سیدنا ابوبکر اور حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) پر تو آپ میری بیعت قبول کریں گے۔ انہوں نے فرمایا کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بیعت قبول کروں گا اور سیرت شیخین

میں سے اس قدر جس قدر کہ مجھ سے ہو سکے گا۔ حضرت عبدالرحمٰن نے کہا کہ آپ اپنا ہاتھ مجھے دیجئے اس شرط پر کہ اگر آپ کو خلیفہ منتخب کروں تو آپ شروط مذکورہ پر میری بیعت قبول کریں گے اور اگر دوسرے کو خلیفہ منتخب کروں تو اس کی اطاعت و فرمانبرداری کریں گے آپ نے اپنا ہاتھ اس پر ان کے ہاتھ میں دے دیا۔

حضرت عبدالرحمٰن نے ان دونوں حضرات سے مذکورہ عہد و میثاق محکم لے کر پھر اکابر صحابہ کرام سابقین اولین مہاجرین و انصار سے جُدا جُدا مل کر دونوں میں سے ہر ایک کی نسبت رائے لی۔ سب نے حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارباب حل و عقد نے رائیں دیں۔ تمام ذوالرائے صحابہ کرام نے حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کی رائے دی۔

پھر آپ نے صحابہ کرام اور مسلمانوں کو مسجد شریف نبوی میں جمع کیا اور کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا اور بعد حمد و نعت کے فرمایا کہ میں نے تمام لوگوں سے رائے لی۔ سب حضرت عثمان کے سوا سے انکار کرتے ہیں۔ پھر حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو مخاطب کر کے کہا کہ آپ کو معلوم ہو کہ میں نے تمام لوگوں کی رائے لی۔ میں نے دیکھ لیا کہ وہ سب حضرت عثمان پر کسی کو فوقیت نہیں دیتے۔ لہٰذا آپ اپنی جان کے لئے کوئی نیا راستہ ہرگز اختیار نہ کریں۔

پھر حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں اللہ کی کتاب پر اور اس کے رسول کریم کی سُنّت پر اور اُن کے دونوں خلیفوں کے طریقہ پر۔ یہ کہہ کر حضرت عبدالرحمٰن نے بیعت کی۔ ان کے بعد تمام مہاجرین و انصار نے عام بیعت کی۔ اس طرح آپ کی خلافت حقہ باجماع صحابہ کرام مہاجرین و انصار منعقد ہوئی۔

امام حاکم اور ابن سعد حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جبکہ حضرت عثمان کی بیعت کی گئی کہ ہم نے بہترین بقایا کو اپنا حاکم بنایا اور ہم نے کوشش میں کوئی کمی نہ کی۔ اس روایت سے صحابہ کرام کے مذہب کی تصریح ہوتی ہے۔ نیز حضرت عبدالرحمٰن کے مجمع عام میں خطبہ سے بھی کہ حضرات شیخین کے بعد حضرت سیدنا عثمان افضل ترین اُمت ہیں۔ یہی مذہب تمام آئمہ اہل سنت والجماعت کا بالتحقیق ہے کہ افضلیت بہ ترتیب خلافت راشدہ ہے۔ اس کے سوا افرادی اقاویل بعض علماء یا محدثین کے کوئی حجت

نہیں ہو سکتے جتنا خود صحابہ کرام آپس میں ایک دوسرے کی فضیلت جانتے تھے کہ کوئی اس علم میں ان کی ہمسری کا دعویٰ نہیں کر سکتا اور جو کرے تو اس کا دعویٰ عقلاء کے نزدیک تسلیم نہیں کیا جا سکتا یہی وہ مقدس جماعت ہے کہ جن پر کلام پاک الٰہی براہِ راست ساڑھے بائیس سال تک اُترتا رہا ہے اور مفاہیم کلام الٰہی اور کلام حضورِ رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم کو اور اپنے درمیان میں ایک دوسرے کے مقادیر اور فضائل و درجات کو جتنا یہ حضرات کرام جان سکتے تھے کوئی نہیں جان سکتا۔ اسی جماعت مقدسہ کا اجماع حجت اور دین متین کا تیسرا اصول محکم ہے جو ان کے اجماع کا خلاف کرے وہ دائرہ ایمان سے خارج ہے۔ ان کا کسی باطل پر جمع ہونا محال ہے۔ یہی گروہ مقدس امت کا افضل ترین اور بہترین گروہ ہے۔ یہی مبارک جماعت تمام کلام الٰہی اور ارشادات نبویہ میں یاایھا الذین اٰمنوا اور یاایھا الناس کی اوّلین مخاطب ہے۔ ان نکات پر ہر مسلمان کی نظر سب سے اوّل رہنا نہایت ضروری امر ہے کہ اصلاح عقائد اسی پر موقوف ہے۔ جو راہ سے ہٹے انہیں دقائق حصہ کے نظر انداز کرنے سے ہٹے اور جو تباہ ہوئے انہیں کی غفلت سے تباہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ گمراہی و ضلالت سے تمام مسلمانوں کو بچائے اور شرع محکم کو بطریق رقوم سمجھنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

چنانچہ حضرت خلیفہ ثالث نے مسند آرائے خلافت ہو کر اپنے دونوں سلف کرام کے طریقۂ مرضیہ پر چلتے ہوئے حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے بھی زیادہ لوگوں کے قلوب پر اپنی محبت کے سکے جما دیئے۔

حضرت فاروق اعظم کے عہد مقدس میں جو شدت ترک دینا اور تنبیہہ عظیم التفات شہوات زینت مباحہ پر تھی وہ آپ کے عہد میمون میں لوگوں پر سے اُٹھ گئی اس لئے آپ زیادہ قریب تر محبوب ہو گئے۔ مال بے نہایت دربارِ خلافت سے بوجہ ازدیاد فتوحات کے تقسیم ہونے لگا اور صباح تزیُن اور تَرَفُہ طعام ولباس ومساکن میں باز پرس لوگوں سے اٹھ گئی اور نہایت چین وآرام کی زندگی مخلوق بسر کرنے لگی۔



اسبابِ شہادت

تمام اُمتوں اور قوموں میں یہ عادت چلی آئی ہے کہ جب عیش و آرام و سکون کی زندگی اُن کو حضرت ملک الملک جل شانہ سے ملتی ہے تو بجز چند افراد کے عام طور پر فضول اور لغو امور کی جانب ان کی توجہ زیادہ ہو جاتی ہے۔ اگرچہ تقاضائے فراوانیٔ نعمت یہ تھا کہ شکرِ الٰہی میں مصروفیت زیادہ ہو مگر بقاؤ فنا، ترقی و زوال ایک دوسرے سے جُڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے غفلت کے پردے روز بڑھتے جاتے ہیں اور آخرت سے دل ٹھنڈا ہو کر دنیا کے اسباب میں منہمک ہو جاتے ہیں۔ اس میں جب حدِ اعتدال سے بڑھنے کی بدپرہیزی ہُوئی کہ فوراً جسمِ قومیت امراضِ متنوعہ کا آناً ناناً شکار ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ قومیں فنا تک پہنچ جاتی ہیں۔

یہ امت بھی انہیں میں سے ایک ہے۔ سنت الٰہیہ اس پر بھی جاری ہوئی تھی اور وُہ عیش و راحت کی زندگی آلام و مصائب تفرقہ و خونریزی و مذلت سے بدلنی تھی۔ لہٰذا مسلمان جو جمال مبارک نبوت کے دیدار کو نہ پہنچے تھے اور صحابہ کرام کی صحبت کا بھی کامل اثر ان میں بوجہ انہماک لذائذ دنیویہ کے پیوستہ نہ ہوا تھا ان کو اس خیر الامم کی مذلت کی فکر نحس پیدا ہونے لگی اور شیطانِ لعین کو اُن پر پورا قبضہ مل گیا۔ اس لئے کہ وہ ہوا کے بندے ہو چکے تھے۔ اُس نے اُن کی آن میں اس چنگاری بد اور مہلک کو اپنے اغوا کی ہوائیں دے دے کر سلگانا شروع کیا اور یہ غافل اور ناعاقبت اندیش گروہ اس باب محکم کو توڑنے کی فکر میں ہوئے جس کے ٹوٹنے کے بعد قیامت تک اس امت سے فتنوں کا دروازہ بند نہ ہو سکے گا۔ ان کو خلیفۂ برحق کی معمولی باتیں یا زائد اجتہاد جو کہ سراسر نیک نیتی پر مبنی تھے ناگوار ہونے لگے۔

سنت الٰہیہ کو اپنا کام کرنا ہی تھا۔ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ چونکہ خود نہایت حلیم اور فراخ حوصلہ اور باثروت تھے۔ وہ جس طرح اپنے مصرف میں ہر چیز کو صرف کرنے کی قابلیت اور رکھتے تھے آپ نے وہی قیاس فرما کر لوگوں سے امور زینت

دنیاوی اور تعیش مباح پر جو قیود خلافت فاروقیہ میں تھے سب اُٹھا دیئے۔ بر بناء حکم ربانی قل من حرم زینۃ اللہ التی اخرج لعبادہ والطیبات من الرزق کے جبکہ نعمت کو اُس کی جگہ صرف کیا جاوے تو یہی عین شکر ہے۔ اس نکتے پر بجز ذی ہوش حضرات کے ہر شخص متنبہ نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا یہی رفع قیود زہد ترک دُنیا عوام پر سبب بلا اور آفات ہُوا۔

مخلوق دنیاوی لذائذ و شہوات میں تنافس کرنے لگی۔ ایک دوسرے پر گوئے سبقت لے جانے لگے۔ ضرور ہے کہ یہ حال قدمائے صحابہ کرام پر مخلوق کا سخت شاق ہوا۔ اُن میں سے بہت سے حضرات اطراف و اقالیم کے حکام بھی تھے وہ اس عالم حالت پر اظہار ناخوشی فرماتے تھے۔ ان حضرات کے اس طرزِ عمل سے دَورِ جدید کے مسلمانوں میں ناگواری پھیلنے لگی۔

ناچار حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی حکمت نے یہ تقاضہ کیا کہ چونکہ یہ حضرات زمانۂ مقدسۂ نبویہ اور خلافت صدیقیہ و فاروقیہ کے خوگر ہیں ان کے برسر حکومت رہنے سے بددلی و فساد کا اندیشہ ہے۔ ان میں سے بعض صحابۂ کرام کی باطلی شکایتیں بھی دربارِ خلافت تک پہنچنے لگیں اور بخوفِ تشویش آپ کی مصلحت نے بھی مناسب جانا کہ اُن حضرات کرام کو ان کے مناصب سے سبکدوش کر دیا جاوے مقولۂ مثل بھی مشہور ہے کہ

چنانچہ حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت عبد اللہ بن مسعود اور حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہم جو کہ سابقین اوّلین میں سے تھے۔ اپنے مناسب سے جُدا کر دیئے گئے۔ ان حضرات کا انفصال عام صحابہ کرام پر شاق گزرا۔ خصوص اُن کے قبائل بنی زہرہ اور بنی مخزوم اور ہذیل کے افراد بہت ہی غمگین ہو گئے۔

ان سے قبل حضرت ابوذر غفاری کو جن کی منقبت میں ارشاد نبوی ہے کہ اصدقھم لھجۃ ابوذر رض اور ارشاد عالی ہے رحم اللہ اباذر لم یترک الحق لہ صدیقا۔ یعنی تمام صحابہ میں کھری بات کہنے والے ابوذر ہیں اور اللہ ابوذر پر رحمت کرے کہ حق گوئی نے ان کے لئے کوئی دوست باقی نہ رکھا۔ دربار خلافت سے زہدہ میں

قیام کا حکم ہو چکا تھا اس وجہ سے بنی غفار بھی ناخوش تھے ان کے اس عزلت وہی کے اسباب بھی یہی تھے کہ وہ اپنی عصا لے کر لوگوں میں گھومتے اور ترغیمات دنیاویہ پر بڑی سخت گیری فرماتے رہتے تھے اور ایسے الفاظ سے توبیخ فرماتے کہ غیر صحابہ کرام ان کے کلمات سے بہت ہی غضبناک ہو جاتے تھے اور کئی بار اُن کی شکایات دربار خلافت میں گذریں۔ ان کو بار بار فہمائش بھی کی گئی لیکن وہ جس مقام زہد و ترک دُنیا کے حال میں تھے اُن پر فہمائشات کا کیا اثر ہو سکتا تھا۔ علاوہ اس کے آپ نے اپنے اقربا کو اسی حکمت وسیاست کے تحت مناصب بھی عطا فرمانے شروع کیئے اور بیت المال کے خمس الخمس میں سے اُن کے ساتھ صلات فرمائے اور آپ نے فرمایا کہ یہ خمس الخمس جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشیں ہو اُس کا حق ہے۔ حضرات شیخین نے تورعًا اس کو چھوڑ دیا۔ میں چونکہ خود باثروت ہوں لہذا میں نے اپنا حق اپنے مستحق اقارب میں تقسیم کر دیا۔ یہ امر بھی عام رائے میں آپ پر بڑی تنقید کا سبب ہوا۔ اس طرح یہ جزوی امور ایک مستحکم مخالفت کی شکل میں قوت پڑنے لگے اور حضرت خلیفہ برحق کے خلاف سازشوں کی بنیاد پڑ گئی۔ آپ کے بعض اقربا جو اطراف کے حکام تھے رعایا کے ساتھ خلاف شرع برتاؤ کرنے لگے۔ حالانکہ ان کی تولیت پر ہر ایک کو دربارِ خلافت سے تاکید اتباع کتاب وسنت نبویہ اور اللہ کے تقویٰ کی ہوتی تھی۔ اب اگر وہ خلاف کریں تو وہ خود جوابدہ ہیں۔ ابتداءً چند حکام کی شکایتیں گذریں اس پر دربار خلافت سے اس بناء پر التفات نہ کیا گیا کہ یہ لوگ جائز وناجائز شکایات کے خوگر ہو گئے ہیں۔ اگر ہر شکایت پر حاکم کو معزول کیا جانا شروع کر دیا جائے تو حکومت کا رعب باقی نہ رہے گا۔ اور بچہ بازی کی مثل ہو جائے گی۔ البتہ جن حکام پر کسی ارتکاب کا ثبوت ہو گیا ان کو ضرور شرعی سزا دی گئی۔ مگر بدگمانی وہ بدبلا ہے کہ جب دل میں پیوست ہو جاتی ہے تو تمام محاسن کو بھی بدزیب لباس پہنا دیتی ہے یہی اصول یہاں کی کارگر ہوا۔ اور عہدِ عثمانی کے تمام محاسن اور خود حضرت خلیفۂ برحق کے تمام افضائل پر اس بدخصلت نے پردے ڈال دیئے۔ اور عام طور پر بلا تخصیص یہ اثرات تنافر اپنا کام کرنے لگے۔ تقدیر الٰہی سے اِبتری کے حرکات لوگوں سے صادر ہونے

لگے اور بابِ محکم اور فتنوں کی حد مستحکم کے ازالہ کا وقت قریب آنے لگا۔

اسی حال میں حاکم مصر کے جور و مظالم کی شکایت لے کر ایک جماعتِ کثیرہ مصریوں کی حاضر دربارِ خلافت ہوئی اُن کی شکایات پر اسی کو سخت تہدیدی فرمان روانہ کیا گیا۔ اس بدطینت نے بجائے فرمانبرداری کے سرکشی کا رویّہ اختیار کیا۔ بلکہ جو مصری دربارِ خلافت سے فرمان لے کر گیا تھا اس کو اتنا مارا کہ وُہ مرگیا۔

یہ حادثہ دیکھ کر سات سو مصری جمع ہو کر پھر حاضر مدینہ طیبہ ہوئے اور مسجد شریف نبوی میں بسیرا لیا۔ اور نمازوں کے اوقات پر کبار صحابہ کرام سے عبداللہ بن ابی سرح حاکم مصر کی ظالمانہ حرکات کے شکوے کرنے شروع کئے۔ چنانچہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت طلحہ و دیگر بعض کبار صحابہ کرام نے حاضر ہو کر حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے گفتگو کی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی پیام بھجوایا۔ جن کا خلاصہ یہی تھا کہ یہ فریادی ناجائز قتل نفس کا دعویٰ لے کر آئے ہیں۔ ان کا انصاف ضروری ہے۔

آپ نے فرمایا کہ جس کو آپ حضرات منتخب کریں اسی کو حاکم مصر کر دیا جائے۔ مصریوں سے بھی مشورہ کیا گیا۔ انہوں نے محمد بن حضرت ابوبکر صدیق کو منظور کیا۔ چنانچہ ان کو دربارِ خلافت سے حاکم مصر مقرر کر دیا گیا اور اُن کے ہمراہ ایک جماعت صحابہ کرام مہاجرین و انصار میں سے کر دی گئی کہ یہ جماعت مصر پہنچ کر ابن ابی سرح کے مظالم کی تحقیق کر کے دربارِ خلافت کو مطلع کرے۔ اس طرح یہ گروہ شاکی اپنے جدید امیر کے ساتھ مصر کو روانہ ہوا۔ صرف تین ہی منزلیں طے کی تھیں کہ ان لوگوں نے ایک سیاہ غلام کو دیکھا کہ اونٹ بھگاتا ہوا جا رہا ہے۔ گویا کہ یا فراری ہے یا کسی کی طلب میں جا رہا ہے۔

چنانچہ اس کو پکڑ کر امیر جدید اور ہمراہی صحابہ کرام کے روبرو لائے ان حضرات نے اس سے پُوچھا کہ تیرا کیا قصہ ہے گویا کہ تو یا فراری ہے یا کسی کا پیچھا کرتا ہے۔

اس نے کہا۔ میں امیر المؤمنین کا غلام ہوں۔ حاکم مصر کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ انہوں نے کہا حاکم مصر یہ ہمارے ہمراہ ہیں۔ کہا۔ یہ نہیں حضرت محمد بن ابی بکر نے اس کو دھمکایا کبھی

تو کہتا کہ امیر المؤمنین کا غلام ہے کبھی کہتا کہ مروان کا غلام ہے۔ یہاں تک کہ حاضرین میں سے ایک نے کہا۔ میں اس کو جانتا ہوں یہ حضرت عثمان کا غلام ہے۔ پھر اس سے پوچھا کہ کس کے پاس تجھے بھیجا گیا ہے۔ کہا حاکم مصر کے پاس۔ پوچھا کیوں؟ اس نے کہا کہ پیام لے کر جاتا ہوں۔ کیا پیام ہے یا کوئی فرمان تیرے ہمراہ ہے۔ اُس نے بتانے سے انکار کیا۔ ناچار اس کی تلاشی لی گئی۔ تو ایک خشک مشکیزہ میں کچھ کھڑکھڑاہٹ سُنی گئی۔ اس کو چاک کیا گیا تو اس میں ایک فرمان تھا جو حضرت سیدنا عثمان کی طرف سے حاکم مصر ابن ابی سرح کے نام تھا، جس کا مضمون یہ تھا کہ۔

جس وقت محمد بن ابی بکر اور ان کے ساتھی مصر پہنچیں تو ان سب کو حیلہ سے قتل کر دے اور ہمارے حکم ثانی تک اپنے حکم پر برقرار رہ اور کسی کو شکایت لے کر دربارِ خلافت تک نہ پہنچنے دے۔

یہ مضمون پڑھ کر سب دنگ ہو گئے اور موجودین صحابہ کرام کے روبرو اس فرمان پر مہریں لے کر اس کو محفوظ کر دیا۔ اور یہ قافلہ واپس مدینہ منورہ ہوا اور اکابر صحابہ کرام حضرت سیدنا علی، حضرت سیدنا طلحہ حضرت زبیر حضرت سیدنا سعد وغیرہم رضی اللہ عنہم کو جمع کر کے اُن کے رُوبرو وہ خط کھولا اور پڑھا گیا۔

اس کو پڑھ کر ہر ایک کا دل حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے بدل گیا۔ اور غضب کی آگ بھڑکنے لگی۔ اور اکثر صحابہ کرام نے اپنے گھروں میں عزلت کر لی۔ باغیوں کو موقع مل گیا۔ انہوں نے حضرت خلیفہ برحق کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ جب حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو اس کا علم ہوا تو آپ نے حضرت طلحہ حضرت زبیر حضرت سعد بن ابی وقاص حضرت عمار اور دیگر کبار صحابہ کرام کو جن میں سے ہر ایک بدری تھا جمع کیا اور حضرت سیدنا عثمان کے پاس اس غلام کو معہ فرمان اور اونٹ کے لے گئے۔

حضرت سیدنا علی نے پوچھا۔ یہ غلام آپ کا ہے۔ فرمایا ہاں میرا غلام ہے پھر پوچھا یہ اُونٹ ہے۔ فرمایا ہاں میرا اُونٹ ہے۔ پھر پوچھا یہ فرمان آپ نے لکھا ہے نہ ایسا لکھنے کا حکم دیا ہے اور نہ مجھے اس کا علم ہے۔ پھر پُوچھا کہ اس پر مہر آپ کی ہے۔ فرمایا ہاں

میری مہر ہے۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ پھر کیوں کر آپ کا غلام آپ کے اونٹ پر آپ کی مہر کا فرمان لے کر مصر جائے اور آپ کو خبر نہ ہو۔

آپ نے فرمایا اللہ کی قسم ہے کہ نہ میں نے یہ لکھا۔ نہ اس کا حکم دیا، نہ اس غلام کو مصر روانہ کیا۔ صحابہ کرام پر آپ کی صداقت کا ثبوت تو ظاہر ہو گیا، پھر خط دیکھا گیا تو وہ مروان کا قلمی تھا۔ چنانچہ حضرات صحابہ نے آپ سے مروان کو طلب کیا کہ مروان ہمارے سپرد کیا جاوے تاکہ اس فریب کی تحقیق کی جاوے۔

آپ نے اس خوف سے کہ مروان کو قتل کر دیں گے اس کو دینے سے انکار کر دیا اس طرح تمام صحابہ کرام بہت غضبناک ہو کر واپس ہوئے اور شک میں پڑ گئے اس لئے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی سچی قسم کا یقین تھا لیکن مروان کو نہ دینے سے ان حضرات کو شک میں ڈال دیا۔ ادھر حضرت خلیفہ برحق کا نہ دینا مروان کا یہ بھی حق تھا۔ اس لئے کہ خلیفۂ برحق آپ ہی ہیں۔ جُرم کے ثبوت پر اجراء حکم آپ کا ہی منصب ہے۔ کسی دوسرے کو یہ حق نہیں کہ خلیفہ پر حکم کرے وہ واجب الطاعۃ ہے البتہ دادرسی اس سے چاہی جاسکتی ہے۔ اگر یہ دروازہ کھول دیا جاوے تو امیر المومنین عام باغیوں اور فتنہ انگیزوں کے ہاتھوں کھیل تماشہ ہو جاویں اور خلافت کی حرمت اور عظمت کچھ بھی نہ رہے۔

چونکہ مطالبہ ناجائز اور حقوقِ عظمتِ خلافت کو پامال کرنے والا تھا اس لئے آپ نے مروان کو دینے سے صاف انکار فرما دیا۔ بلکہ یہ فرما دیا کہ اس کی تحقیق اور اس کے ثبوت پر مرتکب کو شرعی سزا دی جاوے گی۔ یہ جواب اُن بلوائیوں کو پسند نہ آیا۔ بلکہ یا اپنے کو معزول کرنے یا مروان کو سپرد کر دینے پر بضد ہوئے۔ ان دونوں ناجائز مطالبات سے آپ نے قطعی انکار فرما دیا۔

تنافرِ عام نے دیگر صحابہ کرام کو اس فکر کا موقع نہ دیا کہ یہ مطالبہ حق سے جائز ہے یا ناجائز۔ صورتِ حال کی نوعیت ایسی بدتماشی تھی کہ اس کا موقع ہی نہ رہا کہ مناسب طریقہ سے اس حادثہ کا علاج کیا جاتا بجائے اس کے اکثر کبار صحابہ کرام نے اپنے اپنے گھروں میں عزلت نشینی فرمالی اور اس طرح باغیوں کو حصار کی مزید قوت ہوگئی۔ اور اس دشمن دین گروہ

نے سخت حصار قائم کر دیا حتیٰ کہ پانی تک کا بھی راستہ بند کر دیا اور اس ذات بابرکات کو شیریں پانی پر روزہ افطار کرنے سے بھی محروم کر دیا۔ جنہوں نے کہ سب سے اوّل مسلمانوں اور عام خلقت کے لئے شیریں کنواں خرید فرما کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت خریدی تھی۔ ناچار، آپ نے بالاخانہ پر سے لوگوں کو مخاطب کر کے پوچھا۔ کیا تم میں علی ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ نہیں فرمایا کہ تم میں اسعد ہیں۔ جواب دیا گیا کہ نہیں۔

کچھ سکوت کے بعد فرمایا کہ کیا کوئی ہے جو حضرت علی کو خبر دے کہ وہ ہم کو پانی پلائیں۔ یہ خبر حضرت شیر خدا کو پہنچی۔ آپ نے فوراً تین مشکیں پانی کی بھروا کر حضرت خلیفہ برحق کو بھجوائیں جو بہ مشکل تمام پہنچ سکیں۔ جن کی وجہ سے بنی ہاشم اور بنی امیہ کے متعدد موالی زخمی بھی ہو گئے۔ ان حالات کے ساتھ ہی حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ کو یہ خبر ملی کہ باغی لوگ حضرت خلیفہ برحق کے قتل کی سازش میں ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ ہم نے تو صرف مروان کو ان سے چاہا تھا۔ اُن کا قتل ہرگز نہیں۔ پھر اپنے دونوں شہزادگان حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کو فرمایا کہ تم دونوں اپنی تلواریں لے کر جاؤ اور حضرت امیر المؤمنین کے دروازے پر پہرہ دو۔ خبردار کہ کسی کو اُن تک نہ پہنچنے دینا۔

اسی طرح حضرت زبیر اور حضرت طلحہ اور دیگر اکابر صحابہ کرام نے اپنے اپنے صاحبزادگان کو حضرات حسنین کے ساتھ دے کر امیر المؤمنین کی حفاظت کا حکم دیا۔ کہ ان تک کسی کو نہ پہنچنے دیں۔

اسی اثناء حصار میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ آپ خلیفہ اور پیشوائے اعظم ہیں اور اس وقت یہ حادثہ درپیش ہے۔ جس میں آپ گھر ہوئے ہیں لہٰذا میں تین رائیں آپ کے روبرو پیش کرتا ہوں۔ ان میں سے ایک رائے کو اختیار فرمائیے یا تو آپ باہر نکل کر ان باغیوں سے قتال فرمائیے اس لئے کہ آپ حق پر ہیں اور یہ باطل پر ہیں اور آپ کے زیر اثر قوت اور لشکر بھی ہے۔ یا مکان کی دیوار میں اُس جہت میں کہ اُدھر بلوائی نہیں ہیں دروازہ پھوڑ کر اپنی سواری پر بیٹھ کر مکہ معظمہ تشریف لے جائیے وہاں یہ لوگ آپ سے نہ لڑ سکیں گے یعنی بوجہ حرمت حرم الٰہی کے۔ یا ملک شام کو روانہ ہو جائیے کہ وہاں حضرت معاویہ اور تمام لشکر اہل شام ہے۔

آپ نے یہ سُن کر فرمایا۔ پہلی رائے پر کہ میں نکل کر لڑوں یہ ہرگز نہ ہوگا کہ میں سب سے اوّل خلافت کروں حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں آپس میں خونریزی کی۔ دوسری رائے پر کہ مکّہ مکرمہ جاؤں۔ فرمایا کہ یہ بھی نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ میں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے۔ فرمایا کہ قریش کا ایک شخص مکّہ میں الحاد کرے گا یا لحد میں رکھا جاوے گا اس پر آدھے عالم کا عذاب ہوگا۔ اس لئے میں وہ شخص ہونا نہیں گوارہ کر سکتا۔ تیسری رائے کہ میں شام چلا جاؤں۔ سو ہرگز میں اپنی ہجرت گاہ نہیں چھوڑ سکتا اور نہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پڑوس چھوڑ سکتا ہوں۔

ایک روایت میں ہے کہ فرمایا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایام حصار میں کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری طرف ایک عہد فرمایا ہے میں اُس پر صابر ہوں۔ یہ وہی عہد تھا جو اوپر بیان ہو چکا ہے کہ اسے عثمان اللہ تم کو ایک کرتہ پہنا دے گا پس اگر منافق لوگ تم سے چاہیں کہ تم اس کرتے کو اُتار دو تو ہرگز نہ اُتارنا۔ تا آنکہ حوض پر مجھ سے آملنا۔

اسی عہد مبارک سے بلوائیوں کا ناحق پر اور آپ کا خلیفہ برحق ہونا آفتاب کی طرح روشن ہے اور یہ کہ ان کا مطالبہ ناجائز ہوگا۔ اس کے آگے سرخم کرنے سے صریح ممانعت فرمائی گئی ہے اسی حصار میں آپ کے حکم سے حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے نماز عید الضحیٰ مسلمانوں کے ساتھ ادا فرمائی۔

حادثہ جانکاہ شہادت

ایک روز باغیوں نے دھمکانے کی غرض سے حضرت خلیفۂ برحق پر تیروں کی بوچھار کی جس کی وجہ سے حضرات حسنین اور حضرت محمد بن طلحہ خوناں خون ہو گئے اور قنبر حضرت شیر خدا کے غلام خاص بھی سر میں زخمی ہوئے۔ یہ حال دیکھ کر فتنہ کے بعض گردہوں کو خطرہ ہوا کہ حضرات حسنین کی خوناں خونی حالت پر اگر بنی ہاشم اور ان کے موالی کھڑے ہو گئے تو ان

کا منصوبہ بگڑ جائے گا۔ لہٰذا یہ تجویز کی کہ دیوار پھاند کر حضرت خلیفۂ برحق کو شہید کر دیا جاوئے۔

چنانچہ اسی منصوبے کے تحت محمد بن ابی بکر دو آدمیوں کو ہمراہ لے کر پڑوس کے ایک انصاری کے گھر میں گھس کر حضرت خلیفۂ برحق کے مکان پر چڑھ گئے۔ آپ کی جائے خاص میں سوائے آپ کی اہلیہ کے اور کوئی نہ تھا۔ سب لوگ یا چھت پر تھے یا دروازے پر اور آپ تلاوت کلام پاک الٰہی میں تھے کہ محمد بن ابی بکر نے گھس کر آپ کو پچھاڑ دیا اور آپ کے سینہ پر چڑھ کر آپ کی داڑھی مبارک پکڑ لی آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا۔

قسم اللہ کی اگر تمہارے باپ تمہاری اس نشست کو مجھ پر دیکھتے تو ان کو نہایت ہی ناگوار ہوتی۔ یہ فقرہ سنتے ہی ان کے ہاتھ بے اختیار چھٹ گئے۔ اور وہ ہٹ کے نکل گئے لیکن دیگر ان دو ظالم اشقیا نے بڑھ کر حضرت خلیفۂ برحق کو شہید کر دیا۔ حضرت کی اہلیہ چیختی پکارتی رہیں اور بچانے کی کوشش میں ان کے ہاتھوں کی چند انگلیاں بھی کٹ گئیں۔ چونکہ شور و غوغا بے حد تھا ان کی آواز کسی کو نہ پہنچی۔ یہ اشقیا شہید کر کے بھاگے۔ اہلیہ محترمہ نے اوپر چڑھ کر چیخ ماری کہ امیر المؤمنین شہید کر دیئے گئے۔ لوگ دوڑتے ہوئے آئے تو دیکھا حضرت خلیفۂ برحق شہید کر دیئے گئے ہیں۔

یہ دہشت ناک خبر جو اڑی اور حضرت سیدنا علی و سیدنا طلحہ و سیدنا زبیر و سیدنا سعد اور دیگر صحابہ کرام تک پہنچی۔ ان سب کے ہوش اڑ گئے سب دوڑتے ہوئے آئے دیکھا تو حضرت شہید کر دیئے گئے ہیں۔ سب نے انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھا۔

حضرت شیر خدا نے غضب سے حضرت امام حسن کو طمانچہ لگایا اور حضرت امام حسین کو سینے میں مارا۔ حضرت محمد بن طلحہ اور حضرت عبداللہ بن الزبیر کو برا بھلا کہا کہ تمہارے سب کے ہوتے ہوئے کیوں کر امیر المؤمنین شہید کر دیئے گئے۔ انہوں نے عرض کی کہ اگر کوئی دروازے سے داخل ہوا ہو تو ہم قابلِ مواخذہ ہیں۔ قسم اللہ کی کہ ہم کو ذرہ بھر علم اس کا نہیں ہے۔

حضرت شیر خدا سخت غضبناکی کے ساتھ نکلے اور دولت خانہ میں آکر دروازہ بند کر لیا۔ لوگ آپ کے پیچھے دوڑے آئے کہ دستِ مبارک بڑھائیں کہ آپ کی بیعت کریں۔ اس لئے کہ حاکم کا ہونا ضروری ہے آپ نے جواب دیا کہ یہ کام تمہارا نہیں ہے۔ یہ صرف اہلِ بدر کا حق ہے۔

ہے جس کو اہلِ بدر تسلیم کریں گے وہی خلیفہ ہو سکتا ہے۔ چنانچہ موجودین میں کوئی اہلِ بدر ایسا نہ رہا کہ اس نے تخلف کیا ہو بلکہ سب نے حاضر ہو کر فرمایا کہ آپ سے زیادہ کوئی خلافت کا حقدار اور افضل نہیں۔ ہاتھ پھیلائیے تاکہ آپ کی بیعت کریں۔

آپ نے فرمایا قسم اللہ کی مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ میں اُن لوگوں سے بیعت لوں جنہوں نے حضرت عثمان کو شہید کیا۔ اور قسم اللہ کی مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ میری بیعت لی جاوے درآنحالیکہ حضرت خلیفہ شہید دفن بھی نہ ہوئے ہوں۔ پھر سیارہ تمام اکابر صحابۂ کرام نے حاضر ہو کر حضرت شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ پر اصرار کیا کہ حاکم کا ہونا ضروری ہے اور آپ پر کسی کو فضیلت یا احقیت نہیں، آخر آپ نے ہاتھ بڑھایا اور سب نے بلا خوف آپ کی بیعت حقہ بخوشی قبول کی۔

بیعت کے بعد آپ دوبارہ حضرت خلیفہ شہید رضی اللہ عنہ کے دولت خانہ پر تشریف لائے۔ مروان علیہ ماعلیہ اس درمیانی غوغا اور شورش میں نکل بھاگا تھا۔

آپ حضرت سیدنا عثمان کی اہلیہ محترمہ حضرت نائلہ کے پاس تشریف لائے اُن سے پوچھا کہ حضرت عثمان کو کس نے شہید کیا۔ انہوں نے عرض کی کہ میں ان کو نہیں جانتی۔ دو شخص آئے جن کو میں نہیں پہچانتی ہوں اور اُن کے ساتھ محمد بن ابی بکر تھے۔ پھر انہوں نے پورا ماجرا آپ سے بیان کیا۔ آپ نے محمد بن ابی بکر کو بُلوا کر پوچھا۔ انہوں نے عرض کی کہ بے شک میں داخل ہوا اور قسم اللہ کی کہ میں اُن کے قتل کا ارادہ رکھتا تھا مگر جب انہوں نے میرے باپ کو یاد دلایا تو میں فوراً اُن سے اُٹھ گیا اور میں نے اپنے ارادے سے توبہ کی۔ قسم اللہ کی نہ میں نے اُن کو قتل کیا نہ میں نے ان کو پکڑا دیکھا پایا۔ حضرت نائلہ نے بھی ان کے بیان کی تصدیق کی۔

اس حادثۂ جانکاہ کے وقوع کے دن میں اختلاف ہے۔ مشہور روایت یہ ہے کہ ایام تشریق کے درمیانی دن یعنی بارہویں ذوالحجہ الحرام ۳۵ھ یوم جمعہ کو یہ مصیبت عظمیٰ اسلام پر ٹوٹی اور شب شنبہ کو درمیان نماز مغرب و عشاء آپ کو آپ کی زمین واقعہ جنۃ البقیع حش کوکب میں دفن کیا گیا۔ اس کے سوا بھی یوم شہادت اور تاخیر دفن کے بعض اقوال ہیں جن کے

تفصیلات کی یہاں ضرورت نہیں۔

نماز جنازہ اور دفن کے لئے آپ نے حضرت زبیر بن العوام کو وصیت فرمائی تھی۔ انہوں نے حسب وصیت تجہیز و تکفین کی۔ انہوں نے ہی حسب وصیت نماز جنازہ پڑھائی اور دفن کیا۔ اور بھی نماز پڑھانے والوں اور شرکاء دفن کی نسبت مختلف اقوال ہیں۔ ایک روایت میں اٹھارویں اور ایک روایت میں چوبیسویں تاریخ بھی آئی ہے۔

عمر شریف آپ کی وقتِ شہادت چوراسی سال کی تھی یا بیاسی سال کی اور بھی دیگر اقوال ہیں۔ یہ اقرب ترین ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

آپ کے مرثیئے بہت شعراء نے کہے ہیں۔ امام شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے اُن تمام مرثیوں میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے مرثیہ کے مثل کوئی مرثیہ نہ پایا۔ سب میں بہترین اور بیان واقع ہے جس میں سے یہ چند شعر ہیں ؎

فکف یدیہ ثم اغلق بابہ — وایقن ان اللہ لیس بغافل
وقال لاھل الدار لا تقتلوھم — عفا اللہ عن کل امرئ لم یقاتل
فکیف رایت اللہ صب علیھم — العداوۃ والبغضاء بعد التواصل
وکیف رأیت اللہ صب علیھم — علی الناس ادبارا کریاء الجوافل

ترجمہ:۔

پس کھینچ لئے اپنے دونوں ہاتھ پھر اپنا دروازہ بند کر لیا اور جان لیا کہ اللہ تعالیٰ غافل نہیں ہے اور تمام گھر والوں کو کہہ دیا کہ اُن کو نہ مارنا جو نہ لڑے اِن سے اللہ اس کو بخش دے۔ پس دیکھا تُو نے کس طرح اللہ نے اُنڈیل دیا اُن میں دشمنی اور بغض کو بعد ملاپ کے اور کیا دیکھا تُو نے ان کے بعد خیر نے پیٹھ دے دی لوگوں کو اس طرح جیسے کہ سخت آندھی پیٹھ دے جاتی ہے۔ اس طرح وہ بابِ احکم توڑا گیا جو کہ اسلام اور اس کے فتنوں کے درمیان سدِ مستحکم تھا۔ جس کے توڑے جانے سے تا قیامِ قیامت اسلام پر فتنوں کے دروازے کھل گئے روز بروز بڑھتے ہی گئے اور بڑھتے ہی جائیں گے یہاں تک کہ قیامت

آجاوے۔ جیساکہ آثار صحیحہ میں وارد ہو چکا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

صحابہ کرام کے موقف پر ضروری نظر

ان حوادثِ دردناک میں تامل کرنے سے واضح ہوتا ہے کہ اغلباً جو صحابۂ کرام مدینۂ طیبہ میں اُس وقت موجود تھے جن میں کبار بدریین اور بقیۂ عشرہ مبشرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی تھے اُن کے قلوب اور فہوم پر مروان علیہ ماعلیہ کے طرز عمل نے ایسا اثر بد پیدا کر دیا تھا کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے ان کے قلوب صافیہ میں اس بناء پر کچھ برودت آگئی کہ مروان کے معاملہ میں حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جنبہ داری خیال فرمائی اور اکثر اس امر پہ مصر ہو گئے کہ مروان کو سپرد کر دیا جاوے کہ وہی اس تمام فتنہ کی جڑ ہے قائم شدہ برودت نے اس مہم نکتہ پر غور وفکر کا موقع نہ دیا کہ خلیفۂ اعظم سے جس کی طاعت سب کی گردنوں میں ہے ایسا مطالبہ شرعاً درست یا نادرست۔ بلکہ مروان کی بدکرداریوں کا ایسا اثر عام پھیل چکا تھا کہ سب کے نزدیک مروان کا مطالبہ صحیح ودرست تسلیم کیا گیا کہ وہی ان تمام خرابیوں کا موجد ہے۔ لیکن یہ ایک ایسی خطا اجتہادی تھی کہ جس کے نظائر کثیر برابر پائے گئے ہیں۔ حاشا یہ خطرہ بھی نہ ہونا چاہیئے کہ کسی نفسانیت یا اغراض کے تحت ان حضرات کرام کا یہ رویّہ ہُوا۔ کہ ان حضرات کی ذوات مقدسہ اس لوث سے بالکل پاک ہیں۔ انہوں نے اپنی جان ومال حقیقتہً سب اللہ تعالیٰ کو سونپا ہُوا تھا۔ اُسی کے لئے وہ غصہ کرتے تھے۔ اُسی کے لئے راضی ہوتے تھے اس پر قرآن کریم کی آیات کثیرہ اور بکثرت احادیث صحیحہ شاہد عدل ہیں البتہ وحی منقطع ہو چکی تھی۔ باب ثبوت ختم ہو چکا تھا۔ لہٰذا ایسے سخت پیچیدہ اُمور میں اجتہاد ہی اُن کے سامنے تھا۔ اُن کے اجتہاد میں یہی ظاہر ہُوا کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رویّہ مروان کی نسبت بالکل نادرست ہے اور باغیوں کے جو مطالبات ہیں وہ بالکل حق بجانب ہیں۔ چنانچہ ان سب حضرات نے اسی اجتہاد کی بناء پر بلوائیوں کے مطالبات حضرت خلیفۂ اعظم کے سامنے پیش کر کے مروان کے دیدینے پر اصرار فرمایا لیکن یقیناً یہ فصیہ

ایسا نہ تھا کہ اُس کی وجہ سے خلیفۂ برحق پر خروج یا بغاوت جائز ہو سکے۔ خلیفہ کا عزل اور قتل تو بہت بالاتر ہے چونکہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی اپنے وقت میں افضل ترین بشر اور جامع کمالات علم وفہم تھے جس پر تمام صحابۂ کرام نے بہ اکثریت کثیرہ فیصلہ کر کے آپ کو مسند خلافت پر خود بٹھایا اور اُن کی اطاعت کی بیعت اپنی گردنوں میں لی۔ آپ کے اجتہاد حق میں مروان کا باغیوں کے سپرد کرنا کسی طرح بھی جائز نہ تھا۔ اور یہ مطالبہ سراسر بیجا تھا۔ اس لئے کہ حق تحقیقات اور تنفیذ احکام صرف خلیفۂ اعظم ہی کا حق ہے۔ یا جس کو نائب بنایا جاوے۔ جیسے قضاۃ اسلام۔ اس لئے آپ نے اس مطالبہ کو خلیفۂ اعظم کے حقوق میں اشتراک کا مترادف سمجھا۔ دوسرے یہ کہ اگر فی الفور اُن کے اس مطالبہ کو تسلیم کر لیا جاوے تو علاوہ اس کے کہ گویا خود کو منفذ احکام ہونے سے عاجز سمجھے اور حق خلافت میں ہر کس وناکس کو شرکت کا موقع دے دینے اور ہمیشہ کے لئے منصب خلافتِ عظمیٰ کو اربابِ فساد اور ہوا پرستوں کے سامنے کھلونا بنا دینا تھا۔

باوجود آپ کی محکم استقامت کے بھی آخر کار ہوا پرستوں کی یہ روش بد آئندہ کے لئے قائم ہو ہی گئی اور کتنے خلفاء کی حرمتیں بعد میں انہیں ہوا وہوس کے بندوں کے ہاتھوں کس کس بدنما اور دل شکن طریقوں سے زائل کی گئیں جن کا سب کا گناہ اولین گروہ اسی بدکردہ باغیان کے صحائف میں ہمیشہ رہے گا جنہوں نے کہ اس ناجائز اور بدترین طریقہ کی ایجاد کی ہے۔ دیگر یہ وجہ بھی خوب وضاحت سے ظاہر ہے کہ تمام صحابۂ کرام موجودین میں کسی کو یہ یقین بھی نہ ہُوا تھا کہ یہ گروہِ بد حضرت خلیفۂ اعظم کے خون ناحق پر جرأت کر سکیں گے۔ بلکہ حصار کو صرف مروان کے مطالبہ ہی پر منحصر جانتے تھے، اسی لئے جب کبار صحابہ کرام کو اس سازشِ بد کا خطرہ معلوم ہُوا تو ہر ایک نے اپنے جگر گوشوں کو حضرت امیر المومنین کے دولت خانہ اور ان کی ذات کی حراست کے لئے معہ اپنے موالی وخدام کے مقرر فرما دیا کہ مُبادا کوئی ناجائز حرکت اس گروہ سے صدور ہو تو اس کا تدارک امکان میں رہے۔ لیکن، ان بدسروں نے اس احتیاط پر غور وفکر کر کے اچانک دوسرے گھر سے جست کر کے اس ناپاک عمل پر اقدام کرنے کی ٹھان لی جس کا گمان بھی کسی کو نہ تھا۔ لہٰذا یہاں پر یہ کہنا کہ لائق

یہ تھا کہ کبار صحابہ کرام حضرت خلیفۂ اعظم سے مروان کے معاملے میں منصفانہ تحقیقات اور فیصلہ صحیحہ کی خواہش کرتے اور باغیوں کو ان کے بدرویہ سے مناسب تفہیم سے واپس لوٹاتے اور ان کے مطالبہ کا جائز ہونا اور حق اطاعت خلیفہ و امیر المؤمنین میں اس حرکت کو خلل انداز ہونا اُن پر واضح فرماتے یہ تقدیر الٰہی پر مشورہ دینا ہے۔

اُوپر لکھا جا چکا ہے کہ باب وحی مسدود ہو چکا تھا اور وُہ گروہ مقدس باوجود اعلےٰ درجات ایمان و ایقان کے پھر بشر تھے۔ علم غیب جس کو حق تعالیٰ عطا فرمادے وہی جان سکتا ہے۔ بجز اجتہاد کے اُن حضرات کے سامنے کچھ نہ تھا۔

خلفائے اوّلین کے اقوال عالیہ ان کے سامنے تھے حضرت صدیق اکبرؓ کا یہ فرمان ان کے کانوں میں گونجتا تھا کہ اذا زغت فقوموني یعنی اگر میں راستے سے ٹیڑھا ہوں تو مجھ کو راہ پر سیدھا کرنا۔ اسی کے مثل حضرت فاروق اعظم کا ارشاد بھی اُن کے سامنے تھا۔ اسی اسوۂ حسنہ پر حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ سے مروان کے مطالبہ میں اصرار ہوا جو کہ خالص اجتہاد اور محض اصلاح امت پر مبنی تھا۔ کسی ادنیٰ نفسانیت کو یا غیر للّٰہیت کو ان کے اس اجتہاد میں قطعاً ذرہ بھر مداخلت نہ تھی۔ پھر اگر مجتہد صواب پر پہنچے تو اس کے لئے مضاعف ثواب ہے۔ بصورت دیگر اجتہاد حق طلبی کا محقق ہے۔ جس پر احادیثِ صحیحہ ناطق ہیں۔

انہیں وجوہ سے وہ سب حضرات تمام اہلِ سنّت کے نزدیک معذور سمجھے گئے اور قاتلین حضرت سیدنا عثمان ظالم ثابت ہوئے بلکہ حدیث شریف میں اُن کے منافقین ہونے کی صراحت ہے لہٰذا ہر مسلمان پر واجب ہے کہ بلا تخصیص تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کی حرمت ہر شوء ادبی سے محفوظ رکھے اور سب کے ساتھ کمال ادب و حسن ظن ایسے مواقع میں واجبۂ دینی یقین کرے۔ اسی لئے تمام اعلام اُمّت نے اتفاق فرمایا ہے کہ اختلافات صحابۂ کرام میں کسی مسلمان کو ایک طرف جنبہ داری یا کسی کی شان میں گستاخی حرام بلکہ موجب شقاوت اور خوف سوء خاتمہ کا ہے۔ اعاذنا اللہ من ذلک۔

امام زہری سے مروی ہے کہ انہوں نے حضرت سعید بن المسیب سے جو کہ سادات

تابعین کبار میں سے ہیں پوچھا کہ کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں کیوں کر حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے اور کیوں صحابہ کرام نے ان کی مدد سے ہاتھ اٹھایا۔

انہوں نے جواب میں فرمایا کہ حضرت عثمان مظلوم قتل کئے گئے اور جس نے ان کو شہید کیا وہ ظالم تھا اور جنہوں نے ان کی مدد نہ کی وہ معذور تھے۔ پھر انہوں نے وہی واقعات بیان فرمائے جن کا لب لباب اوپر بیان ہوا۔

صحابۂ کرام کے تاخر کے وجوہ اوپر مفصل بیان ہو چکے ہیں، جو ان کے معذور ہونے کی تحقیق میں کافی ہیں۔ اسی طرح یہ خطرہ بھی حرام ہے کہ معاذ اللہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی ذات مبارک کا کچھ بھی دخل اس شہادت حضرت خلیفۂ برحق میں تھا۔ حاشانہ آپ کی راستے نہ آپ کا مشورہ نہ آپ کا ایسا منشاء یا خیال بھی ہو۔

آپ سے مروی ہے۔ فرمایا کہ بنی اُمیہ گمان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عثمان کو قتل کیا۔ قسم اس اللہ کی جس کے سواء کوئی معبود نہیں نہ میں نے ان کو قتل کیا، نہ اُن کے قتل میں کوئی میلان یا آمیزش کی بلکہ تحقیق میں نے منع کیا۔ ان باغیوں نے میری نافرمانی کی یعنی جب آپ کو خطرہ ہوا کہ یہ بد ارادہ رکھتے ہیں تو علاوہ منع کرنے کے اپنے صاحبزدگانِ عالی شان اور موالی کو حضرت امیر المؤمنین کے دولت خانہ پر حفاظت کے لئے مقرر فرمادیا۔ باوجود اس کے بھی ان تمام حضرات کرام کو اس کا یقین نہ تھا کہ یہ بلوائی حرمتِ خلافت کو پامال کر دیں گے صرف دھمکی کی صورت اور مروان کے مطالبہ پر شدت ہی تصور فرماتے رہے ورنہ یقیناً ان پر جہاد فرماتے اور بہ قوت ان کو اس بدترین حرکت سے جبراً روکتے۔

باوجود اس کے بھی حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو اس تاخر کا اثر رہا اور بیعت کی روایت میں اس کی صراحت فرمائی ہے جس کو امام حاکم نے قیس بن عباد سے یوں روایت کی ہے کہا انہوں نے کہ میں نے سنا حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو یوم جمل میں کہتے ہوئے کہ اے اللہ میں تیرے حضور میں براءت پیش کرتا ہوں حضرت عثمان کے خون سے اور تحقیق میری عقل اُڑ گئی جس دن کہ حضرت عثمان شہید کئے گئے اور میری جان مجھ پر غیر ہوگئی اور لوگ آئے میری بیعت کرنے کے لئے میں نے جواب دیا۔ قسم اللہ کی مجھے شرم

آتی ہے کہ میں اُن لوگوں سے بیعت لوں جنہوں نے حضرت عثمان کو قتل کیا اور تحقیق میں اللہ سے شرم کرتا ہوں کہ میری بیعت لی جاوے در آنحالیکہ حضرت عثمانؓ دفن بھی نہ کئے گئے ہوں۔ پھر جب لوگ دوبارہ (بعد دفن کے) آئے اور مجھ سے بیعت چاہی تو میں نے کہا اے اللہ میں ڈرتا ہوں اُس کام سے جس پر کہ بڑھنے والا ہوں۔ یعنی بار خلافت سے۔ پھر عزم آگیا اور میں نے بیعت لے لی۔ پس جب مجھے لوگوں نے یا امیر المؤمنین کہا تو گویا کہ میرا دل توڑا گیا اور میں نے کہا اے اللہ لے لے تو مجھ سے حضرت عثمان کے لئے یہاں تک کہ تو راضی ہو جاوے نیز متعدد روایات سے ثابت ہے کہ آپ نے جنگ جمل کے موقع پر اور بھی دیگر مواقع پر بآواز بلند اللہ تعالیٰ سے دُعا مانگی ہے کہ قاتلین حضرت سیدنا عثمان پر اللہ کی لعنت ہو۔

ان روایات سے آپ کی پوری براءت اس بد فعل سے اور آپ کا متاثر رہنا اس ناشائستہ حرکت سے بخوبی واضح ہے۔

یہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ آپ نے مسند آرائے خلافت ہونے کے بعد قاتلین حضرت سیدنا عثمان سے مواخذہ نہ فرمایا۔ سو اُس کا جواب یہ ہے کہ اگر فی الفور اس امر میں شدت برتی جاتی تو بڑا سخت فتنہ اسلام میں پیدا کرنا تھا۔ اس لئے یہ بدگمانی عام تھی اور واقع متعددہ ایسے تھے جو بعض مختصراً بیان ہو چکے ہیں کہ عام قبائل میں حضرت سیدنا عثمانؓ کی جہت سے دل بھرے ہوئے تھے۔ اگر اسی وقت اس کام پر اقدام کیا جاتا تو تمام قبائل برگشتہ ہو کر آپس میں لڑنے مرنے لگتے۔ جس میں مسلمانوں کی تباہی اور اسلام کی عزت کو رخنہ میں ڈالنا تھا۔ اس لئے آپ اس انتظار میں رہے کہ حالت سکون پر آوے اور سکّہ اطاعت کا پودا بیٹھ جاوے تو قاتلین کو سزائے واجب دی جاوے۔ مقدرات الٰہیہ سے یہ موقع ہی نہ آسکا اور صحابۂ کرام کی رائے پھر مختلف ہو گئی۔

ایک طرف حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ کو معہ ان کے رفقاء کے آمادہ کیا گیا۔ دوسری طرف حضرت معاویہؓ بوجہ قرابت قریبہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اُن کے خون ناحق کے مطالبہ کے لئے کھڑے ہو گئے۔ اور حضرت خلیفۂ برحق سیدنا

علی کرم اللہ وجہہ کی بیعت سے انکار کیا۔ بلکہ قاتلین کا مطالبہ کیا۔ حضرت امیر المؤمنین کی باریک حکمت اس کی مقتضی نہ تھی کہ ایسے پُر آشوب حالات میں قاتلین کا معاملہ اُٹھایا جائے گروہ باغیان منتشر ہو چکا تھا قاتلین بے نشان تھے۔ نہ خود اُن میں کسی نے اقبالِ جُرم کیا تھا اور ثبوت شرعی مفقود تھا۔ گمان پر لوگوں پر سختی کرنا فتنۂ عظیم پیدا کرنا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ تمام صحابہ کے قلب کو اس آپ کے حکیمانہ رویّہ پر انشراحِ صدر عطا فرما دیتا تو نہایت آسانی سے تمام اُمور طے ہو جاتے اور قاتلین اپنی سزا واقعی کو پہنچ جاتے لیکن تقدیرِ الٰہی میں جو ہونا تھا اس کے خلاف کا امکان بھی نہ تھا، وہاں رائے و مشورہ اور فکر کی گنجائش ہی نہیں۔

فریقِ مُقابل پر یہ اثر تھا کہ حضرت خلیفہ کا قتل ہو جانا اور اُن کے قاتلین کو سزا تک نہ پہنچنا جرمِ عظیم اور مواخذۂ شدیدہ الٰہیہ کا موجب ہے۔ اس لئے وہ حضرات بھی اللہ تعالیٰ کے خوف ہی سے اُٹھے حضرت خلیفہ برحق سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ سے زیادہ کسی کو خلافت کا حق نہ جانتے تھے اور اُن کی افضلیت اور سابقت کے معترف تھے۔ مگر عام شہرت یہی تھی کہ قاتلین سیّدنا عثمان رضی اللہ عنہ آپ کے لشکر میں چلتے پھرتے۔ کھاتے پیتے ہیں۔ اسی وجہ سے یہ اختلاف آراء ہو کر نتیجہ درمیانی خونریزیوں کا نکلا۔

حق شرعی حضرت خلیفہ برحق شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ کی طرف میں ہی تھا اسے فریقِ مُقابل اپنے اجتہاد میں معذور ٹھہرے جو کہ ثواب سے خالی نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے مقدرات میں جائے دم زدن نہیں۔ اس مختصر بیان سے منصف اور مؤدب سمجھ والوں کے قلوب سے تمام شیطانی شبہات کا ازالہ بفضلہٖ تعالیٰ ہو سکتا ہے۔ معاندین سے جائے کلام نہیں نہ اس سے زیادہ تفصیل کی اس مختصر بیان سیرت میں گنجائش ہے۔ جن کو تفاصیل کا شوق ہو علماء محققین اہلِ سُنّت کی تالیفات مبسوط میں دیکھیں۔

ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ جس سے محبّت رکھے اللہ تعالیٰ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اور اسی طرح جس سے بغض رکھے وہ بھی اللہ تعالیٰ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے رکھے۔ یہی ایمان ہے ماسوا اس کے گمراہی۔ پھر جبکہ حق تعالیٰ مالک اکبر جل شانہ کے فرامین اور حضور مبلغ اعظم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم [illegible]

فرمائیں اور ان کی سوء ادبی سے ہم کو ڈریا جادے۔ ان کوشش کر سمجھ کر ہی اپنی نفسانیت سے اس مقدس و سرتاج اُمت جماعت میں سے کسی سے بغض رکھنا بجز گمراہی اور ضلالت و شقاوت کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ نعوذ باللہ من الضلال و اشقاء:

اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کی محبت صحیحہ سے ہمارے قلوب کو بھر دے اور اُن کی راہِ مستقیم کی کامل پیروی بخشے اور نفس خبیثہ اور شیطان لعین کے وسوسوں اور گمراہیوں سے ہمیشہ بچائے اور محفوظ رکھے۔ آمین۔

متعدد روایات سے ثابت ہے کہ جس روز آپ کی شہادت کا واقعۂ ہائلہ ہونا تھا اس کی شب میں آپ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت با سعادت سے مشرف ہُوئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے پوچھا کہ تمہارا احصار کیا گیا ہے آپ نے عرض کیا کہ بے شک۔ آپ نے فرمایا کیا تم کو پیاسا رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا بے شک۔ پھر حضور نے ایک ڈول پانی کا آپ کی طرف بڑھایا اور آپ نے اس کو اتنا سیر ہو کر پیا کہ فرماتے ہیں کہ اس کی ٹھنڈک میں نے اپنے شانوں اور کپڑوں کے درمیان محسوس کی۔

پھر فرمایا کہ جو چاہو تو تم نصرت دیئے جاؤ ان باغیوں پر اور چاہو تو ہمارے یہاں افطار کرنا۔ آپ نے حضور کی جناب اقدس میں افطار کرنا اختیار فرمایا۔ بس اُسی روز آپ شہید کئے گئے۔

فتوحات عظیمہ

آپ کے خلافت کے ایام میں اسکندریہ پھر سابور۔ پھر افریقیا پھر قبرس۔ پھر سواحل بلاد روم اور اصطخر کا آخری حصہ اور ملک فارس۔ پھر خوزستان۔ پھر طبرستان و کرمان و سجستان۔ پھر کثیر سواحل افریقہ پھر ساحل اُردن۔ پھر مرو اور مُلک افغانستان تک شامل فتوحات اسلامیہ ہُوئے۔ مالِ غنیمت کی فراوانی کی حالت یہ تھی ایک ایک مُلک کے غزوات میں ایک ایک لشکر کو تین تین ہزار دینار سرخ حصۂ غنیمت ملا ہے۔ آپ ہی کے عہد مبارک میں ایک گھوڑی وزن کر کے چاندی سے بکی ہے۔ ایک ایک لونڈی ایک لاکھ درم تک آپ کے عہد میمون میں فروخت ہوئی۔ ارزاق و

خیرات کی فراوانی حد بیان سے بالاتر ہے۔ حکومت فارس کا خاتمہ آپ ہی کے عہد مبارک میں ہُوا۔ جس کا وجود قیامت تک پھر قائم نہ ہو گا۔ اس طرح حضور رحمۃ اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی بددعا اس امت پر پُوری ہو گئی اور ہمیشہ کے لئے اُن کی حکومت فنا کر دی گئی۔

اوصافِ جمیلہ

ایام خلافت میں آپ کے دسترخوان پر امراء کا کھانا لوگوں کو کھلایا جاتا تھا اور خود سرکہ اور تیل کا سالن استعمال فرماتے تھے۔ اکثر آپ مسجد نبوی میں دیکھے گئے ہیں کہ اپنی چادر مبارک سر کے نیچے رکھے لیٹے ہُوئے ہیں۔ درآنحالیکہ آپ خلیفۂ اعظم ہیں۔ بارہا آپ کے پہلوؤں پر مسجد شریف کی کنکریوں کے نشانات پڑ جاتے تھے۔ اور لوگ دیکھتے اور کہتے کہ یہ امیر المومنین ہیں۔

آپ کثیر الصیام تھے بلکہ بعض روایات سے آپ کا صائم الدھر ہونا پایا جاتا ہے۔ رات کے شروع حصہ میں قدرے آرام لے کر پھر تمام رات شب بیدار رہتے اور اکثر ایک رکعت میں تمام قرآن کریم ختم فرمایا کرتے تھے۔ رات کے لئے کبھی کسی غلام کو آپ اپنے وضو و طہارت کے لئے بیدار نہ فرماتے تھے۔ بلکہ بذاتِ مبارک انصرام فرماتے۔ آپ سے کہا جاتا کہ کسی غلام کو حکم دیں کہ وُہ وضو وغیرہ کا شب میں انتظام کرے تو فرماتے۔ نہیں رات ان کے لئے ہے کہ آرام لیں

جمعہ کو جب منبر شریف پر بیٹھتے تو حاضرین سے اُن کے حالات، بازار کے نرخ، بیماروں کی پُرسش فرماتے۔ جو روسخا کے بعض وقائع اُوپر گزرے ہیں مثل بئیر رومہ زرکثیر سے خرید فرما کر اللہ تعالیٰ کے ثواب کے لئے سبیل فرمانا غزوۂ تبوک میں چار سو اُونٹ معہ ساز و سامان کے اور ایک ہزار دینار سُرخ پیش فرمانا۔ ہر جمعہ کو ایک گردن آزاد کرنا۔ علاوہ اس کے آپ کے صلات و خیرات بکثرت تھے۔

ایک بار زمانۂ خلافت صدیقیہ میں سخت گرانی مدینہ طیبہ میں ہو گئی ایک روز حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ آج شام ہونے سے پہلے اللہ تعالیٰ تم سے اس گرانی کو دُور فرمائے گا۔ صبح ہی

کو بشارت آئی کہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک ہزار اونٹ کا قافلۂ تجارت آپہنچا ہے۔ تمام تجار آپ کی خدمت میں مال خریدنے کے لئے حاضر ہوئے۔ آپ نے پوچھا کیوں آئے ہو۔ عرض کیا آپ کا قافلۂ تجارت آیا ہے اُس کے خریدنے کو آئے ہیں تاکہ فقراء مدینہ طیبہ پر کشادگی ہو سکے فرمایا کتنا نفع دو گے۔ اُنہوں نے عرض کیا دس کے بارہ۔ فرمایا مجھے اس سے زیادہ دیا گیا ہے۔ اُنہوں نے کہا دس کے چودہ۔ آپ نے فرمایا مجھے اس سے زیادہ دیا گیا ہے۔ اُنہوں نے کہا دس کے پندرہ۔ آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ تجار مدینہ منورہ تو ہم سب یہاں حاضر ہیں۔ کس نے آپ کو زیادہ دیا ہے۔

فرمایا مجھے ایک درم پر دس درم دیئے ہیں۔ تمہارے پاس اس سے زیادہ ہے۔ سب نے کہا نہیں۔ فرمایا اے گروہِ تجار تم سب گواہ ہو جاؤ کہ یہ سارا قافلہ فقراء مدینہ طیبہ پر صدقہ ہے۔

آپ کے عطیات لاکھوں کے ہوتے تھے۔ کبھی بیت المال سے بھی قرض لے کر بخشش فرماتے تھے۔ پھر جب آپ کا مال آتا تھا اُس میں سے بیت المال کا قرض ادا فرما دیتے تھے۔ اس نکتہ کو جو نہ سمجھ سکے اُنہوں نے یہ بھی الزام آپ پر رکھا کہ بیت المال سے لاکھوں اپنے صلات و عطیات میں خرچ کر دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ سب بصورت قرض ہوتا تھا۔ اس تمول و تونگری کے باوجود آپ کے لباس کا تخمینہ کسی نے حضرت امام حسن بصریؒ سے پوچھا تو اُنہوں نے آپ کی چادر کی قیمت چار درم اور کرتے کی قیمت بھی چار درم فرمائی۔

آپ کی بعض کرامات

ایک روز ایک صحابی آپ کی خدمت میں آئے۔ ان کی نظر راستے میں کسی اجنبی عورت پر پڑ گئی تھی۔ آپ نے اُن کو دیکھا اور فرمایا کہ تم میں سے بعض میرے سامنے آتے ہیں اور اُن کی آنکھوں میں زنا کا اثر ہوتا ہے۔ وہ بہت ہی گھبرائے اور عرض کیا کہ کیا وحی آنے لگی ہے بعد حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ آپ نے فرمایا نہیں لیکن یہ سچی بات ہے اور سچی فراست ہے۔

جہجاہ غفاری نے جو کہ صحابی ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عصاء مبارک جو کہ خلفاء کرام کے یاں چلی آتی تھی اور بوقت خطبہ اسی کو ہاتھ میں لیا کرتے تھے آپ سے لے کر اپنے گھٹنے پر رکھ کر توڑ ڈالی۔ ہر چند دیگر صحابہ وحاضرین نے کہا کہ حضورؐ کی عصاء شریف ہے انہوں نے جلدی وغضب میں کچھ توجہ نہ کی۔ ان کے اُسی پیر میں آکلہ کا پھوڑا ہو گیا اور سال گزرنے سے پہلے وہ رحلت کر گئے۔

ابو قلابہ جو کہ کبار تابعین میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ ایک بار میں مُلک شام میں اپنے رفقاء کے ساتھ گیا ہوا تھا۔ ناگاہ ایک مقام پر میں نے ایک آواز سنی کہ واویلا ہے۔ اس کی بہ تکلیف سے فرماتے ہیں کہ میں اس کے رُوبرو گیا تو دیکھا ایک شخص ہے جس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کٹے ہوئے ہیں اور وہ نابینا بھی ہے اور اپنے مُنھ کے بَل پڑا ہے۔ میں نے اس سے حال پوچھا۔ اس نے کہا کہ جو لوگ حضرت عثمان کو قتل کرنے کے لئے اُن پر داخل ہوئے تھے اُن میں میں بھی تھا۔ جب میں اُن سے قریب ہُوا تو اُن کی اہلیہ نے چیخ ماری تو میں نے اُن کو ایک طمانچہ لگایا تو حضرت عثمان نے فرمایا کہ تجھ کو کیا ہو گیا ہے۔ اللہ تیرے ہاتھ اور پیر کاٹے اور تیری آنکھیں اندھی کرے اور تجھے آگ میں داخل کرے مجھ پر ایسا شدید لرزہ اور رعب یہ سُن کر پیدا ہوا کہ میں بھاگتا ہوا نکل گیا چنانچہ ان کی سب بددعائیں مجھ کو لگ چکی ہیں اور اب آگ کے سوا کوئی بددعا باقی نہیں۔ میں نے کہا تجھ پر پھٹکار اور دُوری ہو اور میں چلا آیا۔

ایک روز آپ بقیع شریف کے اس قطعہ پر جس کو آپ نے خرید کر کے شامل بقیع کیا تھا جس کا نام حش کوکب تھا گزرے تو فرمایا کہ یہاں ایک مردِ صالح قریب ہے کہ دفن کئے جاویں گے۔ سو سب سے اوّل آپ ہی وہاں دفن کئے گئے۔



حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف المرسلین والملائکۃ اجمعین سیدنا ونبینا ومولینا محمد وآلہ وصحبہ وعترۃ الطاھرین ومن یتبعھم باحسان الی یوم الدین۔ امّا بعد!

یہ چند کلمات عقیدت سمات بعض مناقب وسیرت امیرالمؤمنین یعسوب المسلمین خلیفۂ راشد چہارم باب مدینۃ العلم ابوالسبطین والجلیلین اسداللہ الغالب حضرت سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وکرم اللہ وجہہ میں نہایت اختصار سے حسب خواہش بعض محبین مخلصین قلمبند کئے جاتے ہیں۔

ہرچند اپنی بے بضاعتی اور اس عظیم الشان میدان میں خامہ فرسائی سے عاجزی کا اعتراف پس وپیش کی حیرانی میں اضافہ ہی کرتا رہا لیکن کرم ربانی کے شمول نے مخلصین کی اخلاصی آرزو کو ترجیح دے کر ان مختصر کلمات عالیات کی قلمبندی کی توفیق عطا فرمادی۔

اسی کے ہی کرم عام سے اُمید ہے کہ جیسے یہ توفیق بخشی اتمام بھی نصیب فرمائے اور قبولیت کے شرف سے اس حقیر خدمت کو مشرف فرمادے اور اس کمترین ذرۂ بے مقدار اور اس کی ذریت کے لئے ذریعۂ عزت دارین کا بنائے اور ناظرین وسامعین مخلصین کے لئے بھی ذریعۂ ازدیاد حسنات وتحصیل برکات دارین بنائے آمین۔ ثم آمین۔

نام ونسب وخاندان

نام مبارک آپ کا علیؓ ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کا نام حیدر رکھا تھا۔ اپنے باپ کے نام پر۔ جب آپ کے والد ماجد سفر سے آئے تو اُنہوں نے علیؓ نام رکھا۔ حیدر یا حیدرہ شیر کے ناموں میں سے ہے۔ آپ ابوطالب بن عبدالمطلب کے چوتھے فرزند ارجمند ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی چچا زاد بھائی ہیں۔

چاروں خلفاء راشدین میں نسبتاً آپ سب سے اقرب ترین بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

کنیت آپ کی ابوتراب اور یہ دیگر کنیتوں سے آپ کو بہت زیادہ پیاری تھی اور ابوالحسن اور ابوالریحانتین ہے۔ اول و آخر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی کنیت فرمائی ہے۔ درمیانی کنیت سے اکثر اکابر صحابۂ کرامؓ آپ کو یاد کیا کرتے تھے۔

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام فاطمہ بن اسد بن ہاشم ہے۔ آپ پہلی ہاشمیہ ہیں جن سے بنی ہاشم تولد ہوئے۔ آپ مکہ مکرمہ ہی میں مشرف باسلام ہو چکی تھیں۔ اور بعد ہجرت کے مدینہ طیبہ میں وفات پائیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا پیراہن شریف عطا فرمایا کہ اس میں کفنائی گئیں اور بحکم نبوی آپ کی قبر حضرت سیدنا عمر بن الخطاب اور سیدنا اسامہ بن زید اور سیدنا ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کھودی۔ جب لحد تک پہنچے تو خود بہ نفس نفیس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں اُتر کر بقیہ مٹی وغیرہ نکالی اور اُن کو قبر میں اُتارا۔ اُتارنے میں حضرت سیدنا عباس اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما بھی شریک تھے۔

قبر میں اُتارنے کے بعد خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے بازو میں کچھ دیر لیٹے رہے۔ اور سرہانے بیٹھ کر فرمایا کہ اللہ رحمت فرمائے تم پر اے میری ماں بعد میری والدہ کے اللہ تم کو بہتر جزا دے کہ تم تھیں بہترین ماں اور بہترین پرورش کرنے والی میری اے اللہ جو کہ زندہ کرتا اور مارتا ہے اور جو کہ ہے ہمیشہ زندہ رہنے والا نہ مرنے والا بخش دے تو میری ماں فاطمہ بن اسد کو اور کشادہ کر دے اُن پر گھر اُن کا بحق تیرے نبی کے اور ان انبیاءؑ کے جو کہ مجھ سے پیشتر تھے۔ پس تحقیق تو ہی ہے سب سے زیادہ رحم کرنے والا۔

بعد دفن کے صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آج وہ نئی بات ہم نے دیکھی جو کہ اس سے قبل حضور کو کرتے نہ دیکھا تھا۔ فرمایا کہ ابوطالب کے بعد ان سے زیادہ کوئی مجھ سے بہتر سلوک کرنے والا نہ تھا۔ اس لئے میں نے ان کو اپنا پیراہن پہنایا کہ ان کو آگ کبھی نہ

چھوٹے اور تاکہ جنت کے جوڑے سے ان کو پہنائے جائیں۔ اور ہیں ان کے بازو میں لیٹا تاکہ اللہ ان کی قبر اُن پر کشادہ کر دے اور اُن پر آسانی ہوا ور فرمایا کہ بجز ان کے کوئی ضغطۂ قبر سے معاف نہیں کیا گیا۔

سبحان اللہ حضور رحمۃ اللعالمین محبوب خالق اکبر جل شانہ کی شرف تربیت و خدمت گزاری کے کیا کیا عظیم الشان درجات بلند ہیں اور کیا کیا عجیب ثمرات رفعت دارین کے ہیں۔ ان دقائق میں فکر کرنے سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات محبوبیت کبریٰ کے بعض اسرار کا انکشاف ارباب عقیدت و بصیرت پر ہوتا ہے۔

القاب شریف بھی حضرت شیر خدا کے متعدد ہیں۔ یعسوبُ الامّۃ اور امیر المؤمنین اور بیضۃ البلد اور امین اور ہادی اور شریف اور مہتدی اور صدیق اور مرتضیٰ اور ذوالاذن الواعی اور اسد الغالب حضرتؓ کے القاب ہیں۔

یعسوب شہد کی مکھی کے بادشاہ کا نام ہے یعنی اس امت کے سردار اور ذوالاذن الواعی یعنی نہایت سمجھدار کان والے یعنی احکام الٰہی کو خوب گوش و ہوش سے سننے اور ان کو سمجھنے والے۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے ایک ہیں اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے رشتہ قرابت سے بھی چچا زاد بھائی اور مواخاۃ اسلامیہ سے بھی بھائی ہیں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فرمایا کہ تم میرے بھائی ہو دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف اعظم حضرت سیدۃ نساء العالمین کے شوہر ہونے کا بھی خاص آپ ہی کا حصہ ہے۔ اور منجملہ سابقین اوّلین کے آپ بھی ہیں اور علماء ربانی سے ایک اور بہادر صحابۂ کرام میں بھی صف اوّل میں شمار ہونے والوں میں سے ایک ہیں۔ اسی طرح زہد دنیا میں بھی مشہور زہاد صحابہ کرام سے آپ ایک ہیں اور خطباء معروف سے بھی آپ ایک ہیں اور اُن معدودے چند صحابہ کرام سے بھی آپ ایک ہیں جنہوں نے عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی تمام قرآن کریم یاد کر کے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر عرض کیا ہے۔ نیز آپ بنی ہاشم میں سب سے اوّل خلیفۂ اسلام ہیں حتیٰ کہ بہت صحابۂ کرام اور تابعین آپ کی اوّلیت کے قائل ہیں اور اس کی نسبت جمع اقوال حضرت سیدنا صدیق اکبر

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مناقب شریف میں مفصل بیان ہو چکا ہے۔ بہرحال آپ کی ذات مبارک اُن میں سے بھی ایک ہے جن میں اوّلیت کا شرف دَور کرتا ہے۔ جب کہ آپ اسلام سے مشرف ہوئے آپ کا سنِ مبارک باختلاف روایات آٹھ یا نو یا دس سال کا تھا۔

آپ نے کبھی بت پرستی بھی نہیں کی بلکہ آغوش نبوت و رسالت ہی میں شعور حاصل فرمایا۔

امام مجاہد فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت حضرت علیؓ پر یہ تھی کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تربیت کا شرف اُن کو حاصل ہُوا۔ اس طرح کہ ایک بار قریش کو بڑی تنگی ہوئی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے فرمایا کہ اے چچا بھائی آپ کے ابوطالب کثیر العیال ہیں اور لوگ اس وقت سختی میں ہیں چلئے ایک کو آپ لیجئے ایک کو میں لوں تاکہ ان کا بوجھ ہلکا ہو سکے۔ چنانچہ ابوطالب کے پاس آکر اُن سے مقصد بیان کیا۔ اُنھوں نے کہا کہ عقیلؓ و طالبؓ کو میرے لئے چھوڑ دو اور جو تم چاہو کرو۔

چنانچہ حضرت عباس نے حضرت جعفرؓ کو اپنے ذمّہ لیا اور وہ اُنہیں کے پاس رہے اور حضرت علیؓ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی آغوشِ مکرمت میں لے لیا۔ یہاں تک کہ جب بعثت نبوی ہوئی تو حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے حضورؐ کی پیروی کی اور حضور پر ایمان لائے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ کا احسان آپ پر ازل ہی سے ہو چکا تھا۔

سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ کے تدابیر عالیہ ادراک بشر سے بالاتر ہیں۔

آپ بجز غزوۂ تبوک کے تمام غزوات نبویہ میں ہمرکاب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رہے ہیں۔ جنگ تبوک میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں اپنی جانب سے آپ کو امیر و حاکم مقرر فرما کر چھوڑا تھا تمام غزوات میں آپ کے تعجب خیز آثار شجاعت نمایاں رہے ہیں۔

جنگِ اُحد میں سولہ ضربیں آپ کے جسد اطہر پر شمار کی گئیں۔ آپ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہجرت فرمانے کے بعد بحکم رسالت تین روز مکہ مکرمہ میں رہے اور جو امانتیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لوگوں کی تھیں ان سب کو ادا کر کے مدینہ طیبہ میں حاضر خدمتِ نبویؐ ہو گئے۔



آپ کے فضائل خاصہ

حضرت امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں کہ صحابۂ کرام میں سے کسی کی نسبت اس قدر کثیر احادیث شریفہ فضائل میں نہیں وارد ہوئیں جتنی کہ حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی نسبت وارد ہوئیں۔ اس کی ایک خاص وجہ یہ ہوئی کہ عہد صحابۂ کرام ہی میں آپ کے مخالفین بکثرت منتشر ہو گئے تھے اور وہ آپ کی جناب میں عوام کے درمیان تنقیص پھیلاتے رہتے تھے، اس لئے تمام موجودین صحابۂ کرام نے اُس وقت تبلیغ فضائل کو فرض اہم جان کر جس جس نے آپ کے فضائل رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنے تھے لوگوں کو پہنچانے میں کوتاہی نہ کی۔ اس لئے بھی آپ کے فضائل کا ذخیرہ بہت زیادہ ہو گیا۔ تبرکاً یہاں چند احادیث شریف نقل کی جاتی ہیں۔

شیخین حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ جنگ تبوک کے سفر کے وقت حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو مدینہ طیبہ پر اپنا جانشیں بنایا تو آپ نے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا رسول اللہ حضور مجھ کو بچوں اور عورتیں میں چھوڑتے ہیں۔

فرمایا کہ تم اس سے خوش نہیں ہو کہ تم مجھ سے ایسے جیسے کہ تھے حضرت ہارون موسیٰ علیہ السلام سے بجز اس کے کہ میرے بعد نبوت نہیں ہے۔ اس حدیث کو بکثرت صحابۂ کرام نے روایت کیا ہے۔ نیز شیخین حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت سے نقل کرتے ہیں کہ جنگ خیبر میں ایک روز حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کل صبح میں ایسے مرد کو علم دوں گا جس کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔ جو کہ اللہ اور اس کے رسول ؐ کی محبت رکھتا ہے اور اللہ اس سے محبت رکھتا ہے اور اُس کا رسول ؐ بھی۔ پس تمام شب صحابۂ کرام اسی غور و فکر میں رہے کہ وہ کون ایسا ہے جسے علم دیا جائے گا۔

جب صبح ہوئی تو تمام صحابۂ کرام حاضر خدمت شریف ہوئے اور ہر ایک آرزو مند تھا کہ اسی کو علم دیا جائے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ کہ علی ؓ بن

ابی طالب کہاں ہیں۔ عرض کیا گیا کہ حضور کی آنکھیں آئی ہیں۔ فرمایا بلاؤ اُن کو۔
جب وہ حاضر پیشگاہ ہوئے تو ان کی دونوں آنکھوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا لعاب دہن مبارک تھوکا اور دُعا فرمائی۔ وُہ فی الفور اچھے ہو گئے۔
پھر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو علم جنگ عطا فرما کر میدان کو رخصت فرمایا۔ آپ سے مروی ہے کہ اس دن کے بعد سے کبھی آپ کو آنکھوں کی کوئی بیماری تمام عمر شریف نہ ہوئی۔ یہ وہ عظیم الشان رتبہ تھا کہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ سوائے اس دن کے کبھی مجھ کو آرزو امارت کی نہ ہوئی امام مسلم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ جب آیۃ مباہلہ نازل ہوئی تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا علی اور حضرت سیدنا فاطمہ اور سادات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلایا اور بارگاہِ احدیت میں عرض کیا کہ اے اللہ یہ میرے اہل ہیں۔
امام ترمذی حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ غدیر خم پر (جو کہ ایک منزل ہے درمیان حرمین شریفین کے اور جحفہ سے تین یا چار میل پر واقع ہے۔ مجمع صحابہ کرام میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے) فرمایا کہ میں جس کا پیارا ہوں۔ علی بھی اُس کے پیارے ہیں۔ اے اللہ جو اُن سے دوستی رکھے تو اس کو دوست رکھیو اور جو اُن سے دشمنی کا تھے تو اس کو دشمن رکھیو۔ امام ترمذی وغیرہ حضرت بُریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ فرمایا حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھ کو چار مردوں سے محبت فرمانے کا حکم دیا ہے اور وہ بھی اُن سے محبت رکھتا ہے۔ عرض کیا گیا کہ حضور اُن کے نام بیان فرمائیں۔ تین بار فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ اُن میں سے ایک ہیں اور ابوذر اور مقداد اور سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔
ائمہ ترمذی نسائی ابن ماجہ حضرت حُبشی بن جُنادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ فرمایا حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ علی رضی اللہ عنہ مجھ سے ہیں اور میں علی رضی اللہ عنہ سے ہوں۔
امام ترمذی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں برادری فرمائی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ روتے

ہوئے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ حضور نے اپنے صحابہؓ میں برادری فرمائی اور میرے اور کسی کے درمیان برادری نہ فرمائی۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے بھائی ہو دنیا میں اور آخرت میں بھی۔

ان احادیث صحیحہ سے بعض کمزور دل اور سادہ لوح عوام کو بعض لوگ شبہوں اور گمراہی میں ڈالتے ہیں کہ ایسے فضائل والے پر کسی دوسرے کو ترجیح کیوں کر ہوسکتی ہے اور ان سے افضل کون ہوسکتا ہے۔ اس لئے واضح ہو جانا چاہیئے کہ افضلیت منجملہ اُمور منصوصہ کے ہے اس میں عقل ورائے وقیاس کو گنجائش نہیں۔ اگر قیاس ورائے پر مدارِ دین ہوتا تو بہت سے مسائل دین کایا پلٹ ہو جاتے اور یہاں بھی یہی ہوتا۔ لیکن مدار ان اُمور کا نصوص شرعیہ ہی پر ہے۔

ہرچند کہ ہر چہار خلفاء راشدین علیہم الرضوان کے فضائل وکمالات نیز بعض دیگر اکابر صحابۂ کرام کے فضائل ایسے ہیں کہ اُن کے آگے آسمان ہفتم بھی سر بخضوع ہو۔ پھر ہر ایک کے بعض کمالات خصوصیہ بھی ہیں۔ باوجود ان سب امور کے بحیثیت مجموعی جو اجماع کہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اور اُن کے بعد اکابر دین اہل سنت والجماعت نے کیا ہے جو کہ سراسر نصوص قرآنیہ وارشاداتِ عالیہ نبویہؐ سے مؤید ہے وہی اصل دین ہے۔ جس میں حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ پھر حضرت سیدنا عمرؓ کا افضل ترینِ امت ہونا قطعی ہے۔ اس قطعیت میں دو صحابۂ کرام بھی مختلف نہیں۔ حتیٰ کہ مناقب صدیقیہ میں گذر چکا ہے کہ حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ بکثرت سر منبر فرمایا کرتے تھے کہ ہوشیار رہنا جو کہ مجھ کو شیخین پر فضیلت دے گا اس کو مفتری کی حد لگاؤں گا۔ اس لئے مُسلم صادق کا فرض یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اور پھر جن پر کہ قرآن کریم اترا اور جو کہ یا ایھا الذین آمنوا۔ کے اوّل ترین مخاطب ہوئے اور جو کہ مواقع واسباب نزول آیات قرآنیہ وارشادات نبویہؐ کے سبب سے زیادہ واقف تھے اور اپنے درمیان میں ہر ایک کے مراتب سے سب سے زیادہ علم رکھنے والے تھے اُن کے اجماع کے آگے سر تسلیم جھکا دے اور اپنی رائے اور قیاس

کو ذرہ بھر دخل نہ دے ورنہ خدانخواستہ ایمان کے گُم ہونے کا اندیشہ ہے۔

تمام صحابۂ کرام اور اہلِ بیتِ عظام کی محبت اور اُن میں سے ہر ایک کو اُن کے مرتبہ

پر رکھنا ہی اصل ایمان ہے۔ جو مراتب کہ ان کو بارگاہ احدیت اور پیشگاہِ رسالت صلی اللہ

علیہ وسلم سے عطا ہوئے ان کو انہیں مراتب پر بمحبت و اخلاص تمام قائم رکھنا ہی ذریعہ

سلامتی ایمان و نجاتِ ابدی کا ہے۔ ماسوا اس کے گمراہی اور ہلاکت ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بدعقیدگی اور سوءادبی اور دین میں اپنی رائے کی مداخلت کی بلائے

مہلک سے محفوظ رکھے۔ اور تمام اکابروں کی محبت و تعظیم پر بموجب ارشادات نبویہ استقامت

بخشے۔ آمین۔ نیز امام مسلم حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے راوی ہیں کہ فرمایا آپ نے قسم

ہے اس کی جس نے چیرا دانے کو اور بنایا جان کو کہ تحقیق عہد دیا ہے مجھ کو حضور نبی امیّ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تحقیق نہیں دوست رکھے گا مجھ کو مگر مومن اور نہیں بغض رکھے

گا مجھ سے مگر منافق۔ حضرت ابوسعید خدری اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

کہ ہم منافقین کو پہچان لیتے تھے ان کے بغض رکھنے سے حضرت علی بن ابی طالب کے

ساتھ۔

آپ کا کمالِ علم

امام ترمذی و حاکم حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے راوی ہیں کہ فرمایا حضور رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس شہر کا دروازہ ہیں۔

نیز امام حاکم علیؓ سے راوی ہیں کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ملک یمن

کا قاضی مقرر فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور مجھ کو قاضی بنا کر بھیجتے ہیں وہ آنحالیکہ میں نوجوان

ہوں کیوں کر میں ان میں فیصلہ کروں گا۔ اور حال یہ ہے کہ میں فیصلہ کرنا جانتا ہی نہیں ہوں۔

یہ سُن کر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک میرے سینے پر مارا

اور فرمایا کہ اے اللہ اس کے قلب کو ہدایت دے یعنی فیصلہ کرنے کی اور اس

کی زبان ثابت کر دے یعنی حق پر پس قسم ہے اس کی جس نے دانہ چیرا ہے کہ اس کے

سے کبھی مجھے کسی دو کے درمیان فیصلہ میں شک نہیں ہوا۔

آپ سے پوچھا گیا کہ آپ بہ نسبت دیگر اکابر صحابہؓ کے کثیر الروایت کیوں ہیں۔ فرمایا کہ میں جب حضور سے کچھ سوال کرتا تو جواب عطا فرماتے تھے اور اگر میں نہ بھی سوال کرتا تو خود حضور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھ سے بیان فرمایا کرتے تھے۔

حضرت سیدنا عمر بن الخطاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم سب میں بہتر فیصلے کرنے والے علیؓ ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے تھے کہ اگر کوئی ثقہ ہم کو کوئی فتویٰ حضرت علیؓ کا پہنچائے تو ہم اس سے نہ بڑھیں گے۔

حضرت سیدنا فاروق اعظمؓ فرمایا کرتے تھے کہ میں اللہ کی پناہ لیتا ہوں ایسے کٹھن مسئلہ سے کہ اس کا حل ابوالحسن یعنی حضرت سیدنا علیؓ کے پاس نہ ہو۔ حضرت سعید بن المسیب کہتے ہیں کہ تمام صحابہ کرامؓ میں کوئی نہیں کہتا کہ مجھ سے سوال کرو۔ بجز سیدنا علیؓ کے۔

یہ کمال حرص آپ کا تھا تعلیم امت پر تاکہ بہت سے دقائق احکام سینوں میں غائب نہ ہو جائیں۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اہلِ مدینہ میں فرائض اور فیصلہ احکام کے سبب سب سے زیادہ عالم علیؓ ابن ابی طالب ہیں۔ حضرت سیدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے یہاں آپ کا ذکر ہوا تو فرمایا کہ اب جو موجود ہیں ان سب میں وہ سُنّت کے سبب سب سے زیادہ عالم ہیں۔

امام احمد حضرت ابوحازم سے راوی ہیں کہ ایک شخص نے حضرت معاویہؓ کی خدمت میں آکر ایک مسئلہ پوچھا۔ آپ نے فرمایا کہ جا اور علیؓ بن ابی طالب سے پوچھ وہ زیادہ علم والے ہیں۔ اس نے کہا کہ آپ کے جواب سے زیادہ پسند ہے۔ فرمایا نہایت بُری بات ہے جو تو نے کہی تو نے ایسے بزرگ کے جواب کو مکروہ جانا جن کو حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت گہرے علوم سکھلاتے تھے۔

علم نحو کے اصول حضرت علیؓ کے ہی ایجاد فرمودہ ہیں آپ ہی نے سب سے اوّل ابوالاسود دُئلی جو کہ آپ کے قاضی تھے تعلیم فرما کر حکم دیا کہ انہیں اصول پر قواعد علم نحو مرتب

کرو۔ اس لئے کہ بوجہ عجمیوں کے اختلاط کے لوگ اکثر لحن کرنے لگے ہیں جس سے عربی زبان کی صورت پر اثر پڑنے کا اندیشہ ہے۔ اور یہی بکثرت علوم ہیں جو حضرت ہی کے دقائق تعلیم سے ظہور میں آئے۔

کیوں نہ ہو کہ باب مدینۃ العلم ہیں۔

آپ کی قدر و منزلت

حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حالت غضب میں ہوتے تو بجز حضرت سیدنا علیؓ کے کسی کو جرأت نہ ہوتی تھی کہ حضورؐ سے کچھ عرض و معروض کر سکے۔

ائمہ طبرانی و حاکم و ابن عساکر متعدد صحابۂ کرامؓ سے راوی ہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ علیؓ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے علیؓ کو اذیت دی اس نے مجھ کو اذیت دی۔

حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ فرمایا جس نے علیؓ سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ (تعالیٰ و تقدس) سے محبت کی۔ اور جس نے علیؓ سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا اور جس نے مجھ سے بغض رکھا اس نے اللہ (تعالیٰ و تقدس) سے بغض رکھا۔ حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا علیؓ سے فرمایا کہ جس طرح تم نے قرآن کے نزول پر جہاد کیا ہے اسی طرح اس کی تفسیر و تاویل پر بھی جہاد کرو گے۔ یہ خوارج کے ساتھ جہاد کرنے کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔

بزار و حاکم وغیرہ خود حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ سے راوی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ بلایا مجھ کو حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور فرمایا کہ تم میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مثال ہے کہ یہود نے اُن سے بغض کیا اتنا کہ ان کی والدہ مطہرہ پر بہتان باندھا اور نصاریٰ نے ان

سے محبت کی ایسی کہ ان کو اس منزل پر پہنچایا جو ان کے لئے نہیں یعنی خدائی میں شریک کیا۔
یہ روایت کر کے حضرت شیر خدا نے فرمایا کہ آگاہ ہو جاؤ دو گروہ میری وجہ سے
ہلاک ہوں گے۔ ایک میری محبت میں افراط کرنے والا کہ مجھ کو ایسا چڑھائے گا کہ جو مجھ
میں نہیں۔ دوسرا وہ مبغض کہ اس کا بغض اس کو آمادہ کرے گا کہ وہ مجھ پر بہتان باندھنے
لگے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ سنا میں نے حضور اکرمؐ کو فرماتے ہوئے
کہ علیؓ قرآن کے ساتھ ہے۔ اور یہ دونوں ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ یہاں
تک کہ حوض (کوثر) پر میرے سامنے پیش ہوں گے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگ حضرت سیدنا علیؓ کی
شکایت کرنے لگے۔ پس حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہم میں خطبہ فرمایا۔ کہ اے
لوگو علیؓ کی شکایت نہ کرو۔ قسم اللہ کی وہ اللہ کی ذات میں نہایت سخت ہیں۔ یا فرمایا کہ اللہ کی
راہ میں نہایت سخت ہیں۔

امام ترمذی حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ آپ
سے پوچھا گیا کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ کون پیارا تھا۔ فرمایا حضرت
فاطمہؓ۔ پھر سائل نے پوچھا کہ مردوں میں فرمایا کہ ان کے شوہر اور جہاں تک میں جانتی ہوں
تھے وہ بکثرت نمازیں پڑھنے والے اور بکثرت روزے رکھنے والے۔ حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ
فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو اپنے تمام ناموں میں ابو تراب کی کنیت سب
سے زیادہ پیاری تھی۔ اس لئے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کنیت آپ کی رکھی تھی۔
ایک روز آپ کے اور حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے درمیان کچھ بات ہو گئی
کہ آپ اس کلام سے ناخوش اور رنجیدہ ہو کر مسجد شریف نبوی میں آکر زیر سایہ دیوار لیٹ گئے۔
حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ مطہرہ کے دولت خانہ پر گزرے تو
فرماتے ہوئے پوچھا کہ علی کہاں ہیں۔ حضرت سیدہ نے عرض کیا کہ مسجد میں ہیں۔
حضور انورؐ مسجد میں تشریف لائے۔ دیکھا کہ آپ سو رہے ہیں اور چادر آپ کی پشت مبارک

سے جُدا ہے اور خاک مسجد شریف آپ کی پشت سے لپٹی ہوئی ہے۔ ان کے قریب بیٹھ کر ان کی پشتِ مبارک سے خاک دُور فرماتے ہوئے فرمایا۔ اٹھو اے ابوتراب۔ اٹھو اے ابوتراب دامادوں کی خاطر داری اور ان کو خوش رکھنے کے لیئے فقہاء کرام اس حدیث شریف سے استدلال فرماتے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ تمہاری محبت ایمان ہے۔ اور تمہارا بغض نفاق ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ ایک بار حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی جانب دیکھ کر فرمایا کہ تو سردار ہے دنیا میں اور سردار ہے آخرت میں۔ جس نے تجھ سے مُحبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ اور جس نے تجھ سے بغض کیا اُس نے مجھ سے بغض کیا۔ اور تجھ سے بغض رکھنے والا اللہ تعالیٰ سے بغض رکھنے والا ہے اور اللہ اس سے بغض رکھنے والا ہے اور ٹوٹے پر ٹوٹا ہے اس کے لیئے جس نے تجھ سے بغض رکھا۔

جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نکاح حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کیا تو رخصتی کے بعد ان کے دولت خانہ پر تشریف لے گئے اور دعا فرمائی اور فرمایا کہ اے فاطمہ میں نے تمہارا نکاح اپنے قرابت داروں میں، جو مجھ کو سب سے زیادہ پیارا ہے۔ اُس کے ساتھ کیا اور جبرئیل علیہ السلام نے مجھ کو آکر کہا کہ اللہ حکم فرماتا ہے کہ فاطمہ کا نکاح علی سے کر دیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے کیا ہے۔ اللّٰھم ادم دیمہ الرضوان علیہ وابدنا بالاسرار التی اودعتھا کدیہ۔

آپ کی شجاعت ضرب المثل

اُوپر بیان ہو چکا ہے کہ آپ معدود نامور بہادران صحابۂ کرامؓ سے ہیں کبھی کسی بڑے سے بڑے جنگجو کے سامنے سے نہ ہٹے نہ مُڑے مگر پیترۂ جنگ کے لئے سب سے بڑی شجاعت آپ کی شب ہجرت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی جائے مبارک پر حضورؐ کی

چادر مبارک اوڑھ کر سونا اور تن تنہا تمام کفار قریش کی پروا نہ کرنا تھا۔

جنگ بدر میں آپ کے وقائع شجاعت ضرب المثل ہیں۔ جنگ اُحد میں سات بہادر ان کو تہہ تیغ فرمایا اور سولہ زخم آپ کے جسد اطہر پر لگے تھے۔

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اُحد کے دن طلحہ بن ابی طلحہ نے جو کہ علمبردار مشرکین تھا میدان میں نکل کر پکارا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صحابہ تم اعتقاد رکھتے ہو کہ اللہ ہم کو تمہاری تلواروں کے گھاٹ دوزخ گراتا ہے اور تم کو ہماری تلواروں کے گھاٹ جنت میں پہنچاتا ہے۔ پس تم میں کون ہے جو میرے سامنے ہو۔

یہ سُن کر حضرت علی مرتضیٰؓ اس کے سامنے آئے اور فرمایا اللہ کی قسم میں تجھ کو نہ چھوڑوں گا۔ یہاں تک کہ جلد تجھ کو جہنم پہنچاؤں گا۔

یہ کہہ کر ایک نے دوسرے پر حملہ کیا۔ دو ہی ضربوں میں آپ نے اس کے پیر پر ایسا ضرب لگایا کہ اس کا پیر کٹ گیا اور وہ بھی زمین سے آلگا۔ آپ نے چاہا کہ اس پر سوار ہو کر اس کو جہنم واصل کریں تو اُس نے کہا تمہیں اللہ کو یاد دلاتا ہوں اور ناتے کو۔ آپ نے یہ سُن کر اس کو چھوڑ دیا اور صف جنگ میں اپنی جگہ آکھڑے ہوئے۔

صحابۂ کرام نے کہا کہ کیوں آپ نے اس کا کام تمام نہ فرمایا۔ فرمایا کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کو یاد دلایا لیکن وہ ہرگز نہ بچے گا۔ چنانچہ اسی وقت ایک ساعت بعد جہنم واصل ہوا۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہ بشارت سُنائی گئی حضور بھی نہایت مسرور ہوئے اور تمام مسلمانوں کو بڑا سرور ہوا۔ اسی طرح جنگ خندق میں بھی آپ کی شجاعت کے چاند چمکے ہیں۔

ایک بار جنگ خندق میں عمرو بن عبدود جو کہ شہرۂ آفاق بہادر اور نہایت آزمودۂ کار جنگجو تھا جس کے نام سے بڑے بڑے بہادر لرزتے تھے۔ میدان میں آیا اور مُبارز کی صدا بلند کی۔

حضرت شیر خدا نے ارادہ فرمایا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو روک دیا۔ وہ بار بار رزِ طلب کرتا رہا۔ اور کہنے لگا کہ تمہاری حمیت وگرمی کہاں ہے۔ تمہاری وہ جنت کہاں ہے

جس کا تم اعتقاد رکھتے ہو کہ جو مارا جاوے اس میں پہنچے گا۔

آخر حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ حضور کی جناب اقدس میں حاضر ہوئے اور اس کے مقابلے کی اجازت چاہی۔ اور عرض کیا کہ حضور میں ہی اُس کا مقابل ہوں اور اس کے لئے بس ہوں۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ عمرو ہے۔ عرض کیا کہ کیا ہے اگرچہ عمرو ہے۔ پھر اجازت دی اور اپنا عمامۂ مبارکہ اُتار کر آپ کے سرِ مبارک پر باندھا اور فرمایا کہ جاؤ اپنے مقصد پر۔ اور آسمان کی طرف دستِ مبارک کر کے عرض کیا کہ الٰہا بدر میں تو نے عبیدہؓ کو پسند فرما لیا۔ اُحد میں حمزہؓ کو پسند فرما لیا اب علیؓ کو میرے لئے چھوڑ دے اور ان کا صدمہ مجھ کو نہ دکھا۔

وُہ میدان میں اپنی گھوڑی پر سوار چکر لگاتا اور اپنی بہادری کی ڈینگیں مار رہا تھا کہ آپ اس کے رُو برُو ہوئے اور اس کو للکار کر اور اس کے شعر کا جواب شعر سے دے کر اس سے فرمایا۔ اے عمرو تو نے اپنی جان پر عہد کیا ہوا ہے کہ جب قریشی تجھ کو دو باتوں میں سے ایک کی جانب بُلائے گا تو ایک بات دونوں میں سے ضرور قبول کرے گا۔

اُس نے کہا بے شک ایسا ہی ہے۔

آپ نے فرمایا کہ میں تجھ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اور اسلام کی دعوت دیتا ہوں۔

اُس نے کہا کہ اس کی مجھے حاجت نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر تو اس کو ناپسند رکھتا ہے تو میں تجھ کو مقابلہ کے لئے دعوت دیتا ہوں۔

اس نے کہا۔ اے بھتیجے یہ کیسے ہوگا۔ میں تم کو قتل کرنا نہیں چاہتا۔ تمہارے والد میرے یارِ خاص تھے۔

آپ نے فرمایا۔ لیکن میں تو اللہ کی قسم تیرے قتل کرنے کو بہت پسند کرتا ہوں۔ وہ اس فقرے پر گرما گیا اور گھوڑی پر سے زمین پر پھاندا اور ایک دوسرے کی جانب بڑھے۔ کچھ دیر تک دونوں میں وار ہوتے رہے۔ حضرت حیدر کرار نے تلوار کا ایک وار اُس پر ایسا کیا کہ اس کا ایک پہلو زمین پر آ پڑا۔ اور اسی وقت واصلِ جہنم ہوا مسلمانوں میں تکبیر کا نعرہ بلند ہُوا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدۂ شکر ادا فرمایا۔

اس کے بعد حضرت حیدر کرار نے اس کی گھوڑی پر سوار ہو کر اس کے فرزند حنبل پر پلٹ کر حملہ کیا اس کو بھی جہنم واصل کر کے مظفر و منصور واپس ہوئے۔ لشکر قریش میں اس عظیم الشان معرکے نے بڑا رعب ڈال دیا اور آخر کار حق تعالیٰ شانہٗ نے سخت آندھی کا عذاب اُن پر مسلط فرمایا۔ کہ وہ سب رات ہی رات مدینہ طیبہ سے فرار ہو گئے۔ آپ کی بہادری میں کمال شرافت بھی مشہور ہے۔

ایک بار ایک معرکہ میں آپ نے ایک کافر کو گرا لیا اور اس کے سینہ پر چڑھ کر اس کو ذبح کرنا چاہا تھا کہ اُس نے آپ کے چہرۂ انور پر تھوک دیا۔ آپ فوراً تھوک پونچھتے ہوئے اس کے سینہ سے اُٹھ گئے اور کسی دوسرے صحابی کو حکم دیا کہ اس کافر کا کام تمام کر دو۔

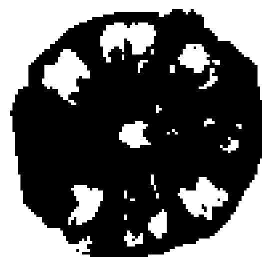
صحابہ کرام نے وجہ دریافت کی۔ فرمایا کہ اس کے تھوکنے سے مجھے غصہ آگیا اور خوف ہوا کہ کہیں اس کا قتل کرنا خواہشِ نفس پر نہ ہو جائے اس لئے میں نے اس کو چھوڑ دیا۔

بارہا میدان جنگ میں اگر مقابل ہار کر گر گیا اور اس نے اپنی ٹانگیں بلند کر دیں کہ اس کی شرم گاہ کھل گئی تو آپ نے کمال حیا و شرافت سے اپنی آنکھیں بند کر کے اس سے منھ پھیر لیا اور اس کو چھوڑ دیا ہے کبھی آپ کسی دشمن کے سامنے مغلوب نہ ہوئے۔

جنگ خیبر میں آپ کا سپر ٹوٹ گیا تو آپ نے قلعۂ خیبر کے ایک دروازے کا پٹ دستِ مبارک سے اکھاڑ کر اس سے سپر کا کام لیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ فتح ہونے کے بعد ہم میں سے سات نہایت قوی مَردوں نے اس دروازے کے پٹ کو اُٹھا کر خندق کے راستہ چلنے کے لئے بہ مشکل لا کر مثل پُل کے ڈالا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ چالیس مَردوں نے۔

یہ خداداد کراماتی قوت بازو تھی۔

آپ کی شجاعت کے حیرتناک کارنامے اس مختصر میں کیوں کر سما سکتے ہیں۔ ان کے لئے خاص مجلدات درکار ہیں۔ تبرکاً اس قدر میں کفایت ہے۔ اللھم ادمرا



آپ کی بیعت و خلافت

۳۵ھ کے ماہ ذوالحجہ میں جبکہ حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کو باغی اشرار نے شہید کر کے اسلام پر دروازہ کھول دیا جو قیامت تک بند ہو گا جس کا مجمل بیان شافی سیرت خلیفۂ سوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بیان ہو چکا ہے تو باجماع اہل حل وعقد و اکابر صحابۂ کرام موجودین مدینہ طیبہ مہاجرین و انصار و سابقین اوّلین سب نے بخوشی آپ کی بیعت مسجد نبوی میں مجمع عام میں قبول کر لی۔ اور حق بھی یہی ہے کہ اُس وقت آپ پر اسبقیت یا افضلیت کسی کو نہ تھی۔ تمام اطراف بلاد اسلامیہ مثل عراق و مصر و یمن و خراسان وغیرہ تمام ممالکِ اسلامیہ پر آپ کا سکۂ خلافت قائم ہو گیا۔

صرف مُلک شام رہ گیا جہاں کے حاکم حضرت معاویہؓ تھے۔ چونکہ حضرت خلیفۂ مظلوم کے قاتلین شرعی ثبوت نہ ہونے سے آزاد پھرتے رہے۔ کثیر صحابۂ کرامؓ اور دیگر بنی اُمیہ کے اعیان اور اُن کے ہوخواہوں کو اس کی سخت جد روز بروز بڑھنے لگی کہ قاتلین کیسے آزاد پھریں۔ اور حضرت امیر المؤمنین کا خون ناحق بے قصاص بکے رہے۔ اس حال کی ترقی کا اثر بعض اکابر صحابہ کرام پر بھی ہوا جو کہ حضرت خلیفۂ مظلوم کی حیات میں ان کے اعمال پر سخت نکتہ چینیاں بھی فرمایا کرتے تھے اس حادثہ کے بعد ان حضرات کو بھی ندامت نے گھیرا اور پُرسشِ ربانی کے خوف سے یہ حضرات بھی اس فکر میں بجد ہو گئے۔

ان حضرات کے اس حال ندامت سے فائدہ اٹھاتے ہُوئے فتنہ پرداز طبائع کو آتش انگیزی کا موقع خوب ہاتھ آگیا اور اس آگ کو خوب بھڑکانے لگے۔

حضرات صحابۂ کرام کو اپنی ندامت میں اجتہاد ہوا۔ افسوس کہ وُہ اجتہادی غلطی سے پاک نہ رہ سکا۔ جس کا سبب بظاہر نزاکت و موقع و حال ہُوئے۔ اور دراصل قضاء و تقدیر الٰہی سے مسلمانوں کی درمیانی خونریزی محکم تھی۔ جس میں بڑی بڑی عبرتیں اور اہل حق و باطل کے احکام تعلقات وغیرہ اُمور کی حکمتیں لکھی ہوئی تھیں چارو ناچار وہی ہونا تھا۔

حضرت ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ادائے نسک حج کے لئے

مکہ مکرمہ گئی ہوئی تھیں۔ حضرت سیدنا زبیر بن العوام اور سیدنا طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما دونوں عشرہ مبشرہ کے جلیل القدر ارکان بھی مکہ مکرمہ پہنچے اور حضرت ام المؤمنین کو بھی آمادہ کیا گیا اور اس طرح بعد مشورہ تین ہزار سے زائد لشکر کے ساتھ یہ حضرات جانب بصرہ روانہ ہوئے کہ اس کو مستقر بنا کر وہاں حضرت خلیفۂ مظلوم کے قصاص کی دعایت کی جاوے اس لئے بھی کہ حضرت سیدنا طلحہ کے مخلصین و معتقدین کی تعداد بھی وہاں بکثرت تھی۔ اُدھر خلیفۂ برحق اور اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے انکار بیعت اور طلب قاتلین حضرت خلیفۂ مظلوم کی وجہ سے جو کہ سراسر شرعًا ناجائز مطالبہ تھا ملک شام کی جانب سفر پر متوجہ تھے۔ لشکر کی تیاری ہو چکی تھی کہ یہ خبر شوم ملی۔

ناچار شام کا عزم ترک فرما کر جانب بصرہ لشکر کے ساتھ روانہ ہوئے۔ راستہ میں فریقین کے لشکر میں اضافہ ہوتا رہا۔ حضرت ام المؤمنین کے ہمراہی تیس ہزار ہو کر پیشتر ہی بصرہ پہنچ کر قابض ہو گئے۔

حضرت ام المؤمنین معہ بیس ہزار لشکر جرار کے بھی جمادی آخرہ ۳۶ھ کے نصف میں ان کے مقابل جا اُترے۔ حضرت ام المؤمنین نے حضرت زبیر اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جدا جدا تحریرات ابلاغ حق اور اتمام حجت کے لئے لکھ کر روانہ فرمائیں۔ مزید ایک بڑے سردار عرب نیز حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اُن حضرات کے نزدیک فہمائش کے لئے بھی روانہ فرمایا اور حضرت حیدر کرار کی حقانیت و اخلاص کی برکت سے حق تعالیٰ نے اس صورت کو بار آور فرمایا۔ اور فریقین صلح و آشتی پر آمادہ ہو گئے اور تمام اُمور طے ہو گئے۔ صرف دوسرے دن اس کی تکمیل و تنفید ہی باقی رہی۔

یہ حال نیک مفسدین بد انجام کو کیوں کر خوش آسکتا تھا۔ شب ہی میں اُن بدبختوں نے غوغاء کی ٹھان لی اور دن کی روشنی پھیلنے سے قبل ہی فریق مقابل کے ایک حصہ پر حملہ کر دیا اور آتش جنگ بھڑکا دی اور یکایک دونوں فوجیں برسرپیکار ہو گئیں۔ ہر دو فریق کے رؤسا کو اصل سبب کا سُراغ نہ چلا۔ ہر ایک نے یہی جانا کہ دوسرے فریق نے اپنے مقابل کے ساتھ غدر کیا۔

جب دن روشن ہوگیا۔ حضرت خلیفہ برحق سوار ہوکر درمیان صفِ جنگ سے بلا ہتھیار برآمد ہوئے اور بآواز بلند پکارا کہ کہاں ہیں زبیر بن العوام میرے پاس آویں۔

حضرت زبیر یہ سُن کر حاضر ہوئے آپ نے ان کو فہمائش کی اور دو واقع یاد دلائے کہ جن میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا تھا کہ تم علیؓ پر خروج کرو گے۔ درآنحالیکہ تم اس میں ناحق پر ہوگے حضرت زبیرؓ نے تسلیم کیا اور عرض کیا کہ بے شک مگر میں بالکل ان کو بھولا ہوا تھا۔ اگر یہ مجھے یاد ہوتے تو میں ہرگز آپ کے مقابل نہ ہوتا اور یہ کہہ کر میدانِ جنگ سے نکل گئے ایک بدبخت شقی نے آپ کا پیچھا کیا اور کئی بار آپ پر حملہ کرنا چاہا مگر قابو نہ پا سکا۔

راہ میں ایک مقام پر حضرت زبیرؓ اترے اور نماز میں مشغول ہوئے۔ بحالت سجدہ اس بدبخت شقی نے آپ کا سرِ مُبارک تن سے جُدا کر دیا اور آپ کے ہتھیار اور انگشتری معہ سرِ مبارک کے لے کر حضرت خلیفۂ برحق کی خدمت میں حاضر ہُوا اور حضرت زبیر کے قتل کی خوشخبری دیکر سرِ مبارک اُن کا آپ کے سامنے رکھا۔ اور انعام کا خواستگار ہوا۔

آپ نے فرمایا کہ تجھ کو دوزخ کی بشارت ہو۔ اس نے کہا کہ خوب ہی خلعت ہے۔ اگر آپ سے جنگ کریں تو ہمارے لئے دوزخ ہے اور اگر آپ کے لئے جنگ کریں تب بھی ہم دوزخ میں ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں کیا کروں میں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ صفیہ کے بیٹے کے قاتل کو دوزخ کی بشارت دینا اور یہ اُن کے لئے سابق ہو چکی ہے۔ یہ کہہ کر آپ نے حضرت زبیرؓ کا سرِ مُبارک اُٹھا کر اپنی گود میں رکھا اور اتنا روئے کہ تمام چہرۂ انور آپ کا آنسوؤں سے بھیگنے لگا۔ اس کے بعد دفن کرا دیا۔

حضرت طلحہ بھی آپ کی فہمائش پر میدان سے نکل رہے تھے کہ مروان خبیث کا ایک تیر اُن کے آلگا۔ حالانکہ وہ انہیں کے لشکر میں حضرت ام المؤمنین کے ہمراہیوں میں تھا۔ اس زخم کاری سے آپ سواری سے زمین پر آرہے۔

شام کو جبکہ معرکہ ختم ہُوا تو ایک لشکری حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے میدانِ کارزار

سے جا رہے تھے جو کہ مجروحین اور کشتوں سے بھرا ہوا تھا اُن میں سے ایک آواز آئی کہ اے اللہ کے بندے اِدھر آ۔ یہ قریب گئے تو دیکھا کہ حضرت سیدنا طلحہؓ ہیں۔ فرمایا کہ تم کس لشکر سے ہو انہوں نے کہا کہ میں امیر المؤمنین علیؓ بن ابی طالب کے لشکر سے ہوں۔ فرمایا کہ اپنا ہاتھ بڑھاؤ۔ انہوں نے ہاتھ بڑھایا۔ حضرت طلحہؓ نے ان کے ہاتھ میں اپنا دستِ مبارک دے کر فرمایا کہ میں نے علیؓ بن ابی طالب کی بیعت تمہارے ہاتھ پر کی۔ تم میری یہ بیعت امیر المؤمنین کو پہنچا دینا۔ یہ کہہ کر واصل بحق ہوئے۔

انہوں نے حاضر ہو کر تمام ماجرا حضرت خلیفہ برحق سے عرض کیا۔ آپ نے سُن کر تکبیر کا نعرہ لگایا اور فرمایا کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق فرمایا ہے کہ طلحہؓ دنیا سے نہ نکلیں گے مگر یہ کہ علیؓ کی بیعت ان کی گردن میں ہوگی۔

تمام دن سخت جنگ ہوتی رہی۔ جس میں سولہ ہزار سات سو نوے اصحاب جمل میں سے کام آئے اور دو ہزار ستر حضرت امیر المؤمنین کے لشکری شہادت کو پہنچے۔ شام کو حضرت امیر المؤمنین نے منادی کرائی کہ فریقِ مقابل کے فراری کا تعاقب نہ کیا جائے، اُن کا زخمی قتل نہ کیا جائے اور کوئی لشکری کسی گھر میں نہ گھسے۔

تین روز وہاں آپ نے قیام فرمایا اور فریقین کے مقتولین پر نماز جنازہ ادا فرمائی اور سب کو دفن کرایا۔ اور تمام ہتھیار و سامان جنگ جمع کرا کر منادی کرائی کہ جو اپنا سامان و ہتھیار کی شناخت کرا دے وہ آ کر لے جاوے۔ فریقِ مقابل کا کوئی سامان آپ نے غنیمت جان کر تقسیم نہ فرمایا بلکہ ان کو اور ان کے ورثہ کو واپس عطا فرما دیا۔

تین روز کے بعد بصرہ میں داخل ہوئے اور تمام بصرہ والے شرف بیعت سے مشرف ہوئے۔ پھر حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو نہایت اعزاز و احترام سے مکۂ مکرمہ روانہ فرمایا۔ اپنے صاحبزدگان اُن کے ہمراہ کئے۔ حج تک حضرت ام المؤمنین مکۂ مکرمہ میں مقیم رہیں بعد حج کے مدینہ طیبہ واپس ہوئیں۔ اس طرح اس شوم حادثہ کا اختتام ہُوا اور بصرہ پر حضرت عبداللہ بن عباس کو آپ نے حاکم مقرر فرمایا۔ اور خود حضرت خلیفۂ برحق کوفہ رونق افروز ہُوئے۔ اور اسی کو دارالخلافہ بنایا۔ روایت ہے کہ آپ سے سوال کیا گیا کہ

مدینہ طیبہ سے کوفہ دارالخلافہ منتقل فرمایا۔ جواب میں فرمایا کہ حرمین شریفین عبادت اور مناسک کی جگہیں ہیں۔ میں نہیں چاہتا کہ آئندہ ان مقاماتِ عبادت کو معرکہ گاہ بنایا جاوے اور مسلمانوں کی عبادت میں رخنہ ڈالا جاوے۔

اس وقت بجز ملک شام کے تمام بلادِ اسلامیہ حضرت خلیفۂ برحق کرم اللہ وجہہ کی بیعت میں داخل ہو چکے تھے۔

آپ نے حضرت جریر بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کو حضرت معاویہؓ کی طرف فرمانِ ہدایت نشان دے کر روانہ فرمایا۔ کئی ماہ حضرت معاویہؓ نے ان کو امروز فردا کر کے روک رکھا جب عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ اُن کے پاس پہنچ گئے اس کے بعد اجتماع ہوا اور رجحت یہی قائم ہوئی کہ حضرت خلیفۂ مظلوم کے قاتلین اگر ہمارے سپرد کئے جائیں تو ہم بیعت کر سکتے ہیں کہ ہم ان کے اولیاء قصاص میں سے ہیں۔

دربارِ خلافت سے یہی جواب با حق و صواب عطا ہوا کہ یہ فریضہ تمہارا نہیں ہے۔ تم کو بلا شرط بیعت کرنی چاہیئے۔ اس کے بعد قاتلین حضرت خلیفۂ مظلوم پر اُن کے اولیاء دعویٰ قائم کریں۔ ثبوت شرعی ہو جانے پر تنقید کا تعلق منصب خلافت سے ہے۔ اس حق خلیفۂ اعظم میں کسی کو مداخلت نہیں۔ اس جواب باصواب کے فہم میں اس جانب کے عقلاء سے ضرور فہم کی غلطی ہوئی اور اس اجتہادی خطا نے پھر مسلمانوں پر ایک نئی آفت اور تباہی کی شکل قائم کر دی۔ فریقِ مقابل کے علم میں یہ بات تھی کہ شرکاء قتل و قاتلین حضرت سیدنا عثمانؓ آپ کے لشکروں میں کھلے عام آزاد پھرتے ہیں۔ اسی بناء پر ان کو دربارِ خلافت میں بھی سوءِ ظنی پختہ ہو گئی تھی۔ وحی کا زمانہ منقطع ہو چکا تھا۔ بجز غور و فکر ظاہری کے اور کوئی ذریعہ قطع خصومات کا امکان میں نہ تھا۔ اس غور و فکر نے ان کو اسی نتیجہ پر پہنچا دیا تھا۔ جس میں وہ معذور تھے۔ اس لئے کہ ان تمام وقائع پر نظر تعمق غور کرنے سے ہر ہوش مند کو تمام صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا نفسانیات سے پاک ہونا اظہر من الشمس ہو جاتا ہے۔ ان کے درمیانی تعلقات اور ایک دوسرے کے فضائل کا اعتراف وغیرہ اُمور ان وقائق کو خوب واضح کر دیتے ہیں۔ اس لئے بجز خطاء اجتہادی کے فریق مخالف پر

کوئی الزام عائد نہیں ہو سکتا۔ اور یہ وہ شئے ہے کہ اگر اجتہاد حق ہوا تو دوگنا اجر مجتہد کو ہے۔ بصورت غلطی ایک اجر اجتہاد سے خالی نہیں۔

مقدرات آلہیہ کا اپنے مقررہ محور پر چلنا امر قطعی و لابدی ہے۔ حضرت خلیفۂ برحق کے وجوہ و دلائل تعویق فیصلہ وہ بالکل شرع شریف کے مطابق اور عین حق تھے۔ آپ حق کیوں کر چھوڑ سکتے تھے۔ چنانچہ بعض وجوہ حضرت خلیفۂ سوم رضی کی سیرت میں بیان بھی ہو چکے ہیں۔ یہاں تکرار کی ضرورت نہیں۔ البتہ اتنا اعتقاد ہر فرد مُسلم پر فرض ہے کہ حضرت سیدنا علی رضی حضرت سیدنا عثمان رضی کے بعد خلیفۂ برحق اور امیر المؤمنین ہیں جو صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم آپ سے برسرِ پیکار ہوئے وہ حضرات خطاء اجتہادی سے معذور اور اجتہاد حق میں ماجور بھی تھے۔ جو حضرات فریقین سے جُدا رہے وہ بھی اپنے اجتہاد میں معذور تھے ان کو بھی گنہگار ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔ اس لئے کہ ان کے اجتہاد میں اس مُسلمانوں کی خونریزی میں کسی جانب حق واضح نہ ہُوا اس لئے وہ فریقین سے کنارہ کش رہے۔ اور یہ اگرچہ سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اُس وقت خلیفۂ برحق اور مفروض الطاعت تھے اور آپ کے اور آپ کے متبعین کے ہی ساتھ تھا اور دیگر ہر دو فریق محارب اور کنارہ کش خطا پر تھے لیکن اپنے اجتہاد کے اجر سے بے بہرہ نہ تھے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرت شیخ ابو طالب مکی قوت القلوب میں نقل فرماتے ہیں کہ جنگِ جمل میں حضرت امیر المؤمنین کے علمبردار حضرت محمد بن الحنیفہ آپ کے صاحبزادے تھے جو کہ بہادری اور قوت اور کرم میں یگانۂ روزگار تھے۔ حضرت امیر المؤمنین بار بار ان کو علم لے کر آگے بڑھنے کا حکم دیتے تھے اور وہ پیچھے ہٹتے تھے تو حضرت اپنے نیزے کے سرے سے اُن کو نچا دیتے تھے۔

ایک بار انھوں نے پلٹ کر عرض کیا کہ اللہ کی قسم یہی اندھا اور تاریک فتنہ ہے۔ حضرت نے پکار کر فرمایا۔ آگے بڑھو تیری ماں مرے کیا یہ فتنہ ہو سکتا ہے درآنحالیکہ تیرا باپ اس کا سالار اور چلانے والا ہے۔ اور حق یہی ہے کہ فتنہ آپ کے مخالفین کے لئے تھا۔ حق آپ ہی کی پیروی میں منحصر تھا۔

بوجوہ مذکورہ دربار خلافت کے جواب پر حضرت معاویہ رضی اور ان کے ہمخیالوں کو قناعت

نہ ہوئی اور آمادۂ پیکار ہو کر جنگ کی تیاری فریقین نے کر لی۔ مقامِ صفین میں دونوں لشکر جمع ہو گئے۔

حضرت امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ نے اتمام حجت کے لئے چند سرداران قبائل کو جمع کر کے حضرت معاویہؓ کی فہمائش اور تفہیم کے لئے روانہ فرمایا جو کہ سودمند نہ ہوا۔ اور ماہ ذی الحجہ ۳۶ھ ہجری سے یہ پیکار شروع ہوئی۔ اور صفر ۳۷ھ تک جاری رہی۔ بڑے بڑے زبردست معرکے ہوئے جن میں فریقین کے بہادر بکثرت کام آئے۔ آخری حملوں میں لشکرِ شام پر ہزیمت طاری ہونے لگی۔ اور قریب تھا کہ جنگ دربارِ خلافت حقہ کے موافق فتح و نصرت سے ختم ہو کر شاہی لشکروں سے نیزوں پر قرآن کریم بلند کئے گئے کہ تمہارے درمیان یہ کلام پاک الٰہی حکم ہے۔

ہر چند خلیفۂ برحق نے اپنے لشکر کو فہمائش کی کہ یہ جنگی فریب ہے اس پر نہ جاؤ مگر بعض قبائل جن کے خمیر فساد و ضلالت تخمیر تھے انہوں نے نافرمانی کی اور کہا کہ یہ لوگ کلام الٰہی کی جانب بلاتے ہیں۔ اس کو چھوڑنا کفر ہے۔ ہم ہرگز قرآن پر ہتھیار نہیں چلا سکتے۔ ناچار حضرت امیر المؤمنین نے جو فوجیں کہ برسرِ پیکار تھیں ان کو بخوفِ فتنہ و تخالف داخلی کے جبراً جنگ بند کرنے کا حکم دیا جبکہ کوئی تفہیم سودمند نہ ہوں۔

افسوس بعد کو یہی اشقیاء اسی تحکیم پر حضرت خلیفۂ برحق اور ان کے متبعین کو کافر کہنے لگے۔ اور آپ کے لشکر سے نکل کر جدا اپنا لشکرگاہ اور اپنا امیر و حاکم مقرر کر لیا جو کہ خارجی کہلائے۔ اور اپنے سوا تمام اہل اسلام کو کافر و مشرک کہنے لگے۔

اس طرح جنگ صفین کا خاتمہ ہوا۔ اس جنگ میں حضرت خلیفۂ برحق کے لشکر کی تعداد نوے ہزار تھی جن میں سے پچیس ہزار نے جامِ شہادت نوش فرمایا۔ ان میں پچیس جلیل القدر بدری صحابہؓ بھی تھے۔ انہیں میں حضرت سیدنا عمار بن یاسرؓ بھی تھے جن کی نسبت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا تھا کہ ان کو باغی فرقہ قتل کرے گا۔

ادھر حضرت معاویہؓ کا لشکر ایک لاکھ بیس ہزار تھا۔ جن میں سے پینتالیس ہزار اس جنگ میں کام آئے اور آخر کار اس جنگی چال سے بدنہ قرار پایا اور لڑائی موقوف ہوئی اور

۱۳ صفر ۳۷ھ ہجری کو دونوں فریق میں معاہدہ لکھا گیا کہ سال آئندہ مقام اذرُح میں دونوں فریق کے حکم جمع ہو کر جو فیصلہ کریں گے کہ مطابق کتاب اللہ اور سُنت حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گے ہو گا دونوں فریق ان کے فیصلے کو تسلیم کریں گے۔

بدبختی سے پھر وہی ضلالت تخمیر شیاطین اپنی بدعقلی سے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حُکَم مقرر کرنے پر بضد ہو گئے۔ ہر چند خلیفۂ برحق نے فرمایا کہ تم نے شامیوں کے فریب میں آکر اُس وقت بھی میری نافرمانی کی۔ خیر۔ مگر اب اس وقت میری نافرمانی نہ کرو۔ ابو موسیٰ اشعری ان کے حَکَم کے مقابل کے ہرگز نہیں ہیں۔ ان کے حَکَم کے سامنے کمزور ہو جائیں گے اور کام خراب ہو جائے گا۔

ہر چند فہمائش کی مگر اُن کی بدبختی سے ان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ حضرت نے فرمایا کہ میرا حُکم قبول کرو اور چھوڑ دو مجھ کو میں عبداللہ بن عباس کو مُقرر کر دوں مگر بدبختی سے وُہ اپنی ہی ضد پر قائم رہے اور آپ کی رائے کی خلاف۔ مجبوراً آپ کو اُن کی ضد کے موافق حضرت ابو موسیٰ اشعری کو ہی حَکَم مُقرر کرنا پڑا۔ قدر الٰہی میں کچھ چارۂ کار نہیں۔ اُدھر سے حضرت عمرو بن العاص رضؓ مقرر ہُوئے۔ عہد نامہ لکھا گیا۔

اس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کا ظہور ہوا۔ اس طرح کہ عہد نامہ میں لکھا گیا کہ یہ وہ عہد ہے جس پر معاہدہ کیا ہے امیر المؤمنین علی بن طالب اور معاویہ بن ابی سفیان اور ان کے ساتھیوں نے۔ تو شامی وفد نے انکار کیا کہ امیر المؤمنین نہیں لکھا جا سکتا۔ وُہ تمہارے امیر ہیں ہمارے امیر نہیں۔

واقعہ یوں ہے کہ صُلح حدیبیہ میں جبکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور کفار قریش میں صُلح نامہ ہوا تو حضرت امیر المؤمنین علی کرم اللہ وجہہ ہی اس صُلح نامہ کے کاتب تھے۔ آپ نے لکھا کہ یہ وُہ صلح نامہ ہے جس پر کہ حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش سے صلح کی۔ تو قریشی وفد نے انکار کیا۔ کہ اگر ہم آپ کو رسول اللہ مانتے تو پھر اللہ کے گھر سے کیونکر رسول اللہ کو روکتے۔ بلکہ اپنا نام لکھیئے۔

حضور نے حضرت علی مرتضیٰ کو فرمایا کہ میں محمد رسول اللہ ہوں اور محمد بن عبداللہ بھی ہوں۔

رسول اللہ کے کلمہ کو مٹا کر ابن عبداللہ لکھ دو۔ آپ نے عرض کیا کہ اس اللہ کی قسم ہے جس نے حضور کو سچائی کے ساتھ بھیجا ہے کہ میں ہرگز رسول اللہ کے کلمہ کو نہ مٹاؤں گا۔

حضورؐ نے فرمایا دونوں انگلیوں کے قوس میں کر دو اور مجھے بتاؤ۔ چنانچہ بذاتِ مُبارک اپنے لعاب دہن شریف سے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلمہ کو محو فرمایا۔ اور حضرت علی مرتضیٰؓ سے فرمایا کہ تمہارے لئے بھی ایسا دن آنے والا ہے۔

چنانچہ شامیوں کا یہ انکار سُن کر حضرت امیرالمؤمنین نے تکبیر پکاری اور فرمایا قسم اللہ کی یہ اسی سُنت کی سنّت ہے۔ چنانچہ امیرالمؤمنین کا لفظ محو کر کے صرف نامِ مبارک آپ کا لکھا گیا اور پھر طرفین کے دستخط ہو گئے اور پھر دو فریق اپنے مُستقر کو واپس ہُوئے۔

جب حضرت امیرالمؤمنین کوفہ داخل ہُوئے تو آپ کے لشکر سے وہی ضلالت تخمیر فرقہ فساد جُدا ہو گیا کہ جس نے قرآنِ کریم نیزوں پر بُلند کرنے کی وجہ سے شامیوں سے جنگ موقوف کرنے پر حضرت کو مجبور کیا تھا اور جنہوں نے ہی حضرت ابو موسیٰ اشعری کے حَکَم مقرر کرنے پر حضرت کو مجبور کیا تھا۔ اور کہنے لگے کہ یہ دونوں فریق کافر ہو گئے اس لئے کہ انہوں نے آدمیوں کو حَکَم بنایا اور حکم صرف اللہ تعالیٰ کے [illegible] ہے اور مقام حَرُوراء میں آ کر خیمہ زن ہوئے۔ اسی لئے یہ فرقہ حَرُورِیّہ کہلایا ان کی تعداد بارہ ہزار کی ہوگی۔

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ سے اجازت لے کر ان کی فہائش کے لئے گئے اور نہایت عجیب قوی حجتوں سے آپ نے ان کو ساکت کر دیا۔

آپ کی اس تفہیم کا ثمرہ یہ ہُوا کہ ان میں سے چار ہزار سے زائد لوگ اسی وقت توبہ کر کے داخل لشکر خلیفۂ برحق ہو گئے بقیہ اپنے تمرد پر قائم رہے۔

معاہدہ کے پُورا برس گذرنے پر مُقام اذرح پر فریقین کے حکم جمع ہُوئے اور بھی کبار صحابۂ کرام جو کہ فریقین سے جُدا رہے تھے۔ اس موقع پر حاضر ہوئے اور دونوں حکم میں گفتگو شروع ہوئی۔

آخر کار حضرت عمرو بن العاص کی زیرکی اور ہوشیاری کے مقابلہ میں حضرت ابو موسیٰ اشعری

کہ خود حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ایسے لشکر کا امیر مقرر فرمایا تھا کہ جن میں حضرت سیدنا ابوبکرؓ سیدنا عمرؓ و سیدنا ابو عبیدہؓ و سیدنا عبد الرحمٰن بن عوف جلیل القدر ہستیاں ان کی زیرِ قیادت تھیں۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کی زیرکی ان امور میں ان کے پاسنگ کو بھی نہ پہنچ سکتی تھی۔ اس لئے امیر المؤمنین نے پہلے ہی سے ان کو فرمایا تھا کہ یہ اس مہم عظیم کا بار نہیں اُٹھا سکتے۔ اپنے مقابل کے سامنے کمزور ہو جائیں گے۔ چھوڑو مجھ کو کہ میں ابن عباسؓ کو یہ مہم سپرد کر دوں مگر اس شوم فرقہ نے آپ کی نافرمانی کی اور حضرت ابوموسیٰ اشعری ہی کے حکم ہونے پر بضد ہو گئے۔

حکمین میں طویل رد و قدح کے بعد ابوموسیٰ نے کہا کہ بس بہتر رائے یہ ہے کہ ہم ان دونوں یعنی حضرت سیدنا علیؓ اور معاویہؓ کو جدا کر دیں اور خلافت کو مسلمانوں کے مشورے پر چھوڑ دیں جس کو مسلمان خلیفہ پسند کریں اسی کو خلیفہ بنایا جاوے۔

حضرت عمرو بن العاص نے کہا۔ بہت بہتر رائے ہے ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ چنانچہ دونوں اٹھ کر مجمع میں آئے۔ حضرت عمرو بن العاص نے اپنی زیرکی سے حضرت ابوموسیٰ کو مقدم کیا کہ تم مجھ سے عمر میں اور فضل میں بڑے ہو۔ تم ہماری متفقہ رائے منبر پہ چڑھ کر بیان کر دو۔

حضرت عبد اللہ بن عباس نے فرمایا کہ اے ابوموسیٰ جس بات پر تم دونوں نے اتفاق کیا ہے پہلے عمرو بن العاص کو بڑھاؤ کہ وہ بیان کریں میں خوف کرتا ہوں کہ انہوں نے تمہارے ساتھ کوئی مکر نہ کیا ہو۔ انہوں نے اپنی سادگی اور سلیم القلبی سے اس تنبیہ پہ کوئی توجہ نہ کی اور کہا کوئی خوف نہیں ہے ہم دونوں متفق ہو گئے ہیں۔

یہ کہہ کر پیش قدمی کر کے خطبہ پڑھا اور بعد حمد و نعت کے کہا کہ اے لوگو ہم دونوں نے اُمت کے موجودہ حال میں غور کر کے ایک رائے پر اتفاق کیا ہے کہ اس سے پھر کوئی سلامتی اور اجتماع کی رائے نہیں ہو سکتی اور وہ یہ ہے کہ میں نے اور عمرو نے اتفاق کر لیا ہے کہ علیؓ اور معاویہؓ دونوں کو ہم جدا کر دیں اور تمام مسلمان اہل الرائے اپنا اپنا امام مقرر کریں جس کو پسند کریں لہٰذا میں نے علیؓ اور معاویہؓ کو جدا کر دیا اب تم سب اہل الرائے اپنا خلیفہ منتخب کرو۔ اور جو اس کا اہل ہو اس کو حاکم بناؤ۔ یہ کہہ کر اُتر آئے ان کے

بعد حضرت عمرو بن العاص چڑھے اور حمد ونعت کے بعد کہا۔

اے لوگو۔ ابوموسیٰ نے اپنے صاحب کو خلافت سے جُدا کر دیا ہے اور میں نے بھی اُن کے صاحب کو جُدا کیا اور اپنے صاحب معاویہؓ کو خلافت پر قائم کیا۔ اس لئے کہ وہ حضرت عثمان کے ولی اور ان کے قصاص کے طلب کرنے والے ہیں۔ اور ان کی مسند کے لئے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ یہ کہہ کر اُتر آئے

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ و دیگر اکابر صحابہ نے حضرت ابوموسیٰ کو بہت ملامت کی کہ تم عمروؓ کی رائے کے آگے اس قدر کمزور ہو گئے۔ لیکن قصور تمہارا نہیں۔ جس قوم نے تم کو مقدم کیا وہی قصور وار ہے کہنے لگے کہ میں کیا کروں انہوں نے میری موافقت کر کے غدر کیا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ نے کہا کاش تم آج سے ایک ہی دن پہلے دنیا سے غائب ہو گئے ہوتے تو تمہارے لئے بہتر تھا۔

اس کے بعد لوگ حضرت ابوموسیٰ کی تلاش کرنے لگے۔ وہ فوراً اپنی سواری پر سوار ہو کر مکہ معظمہ کی جانب کوچ کر گئے۔

حضرت معاویہؓ کے وفد نے واپس جا کر ان کو امیر المؤمنین کے لفظ سے یاد کیا اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ و دیگر اعیانِ لشکر حضرت خلیفۂ برحق نے واپس ہو کر یہ افسوسناک حادثہ حضرت کے مجمع مبارک پر گزارا۔

آپ نے اہلِ کوفہ کو جمع کر کے خطبہ فرمایا اور فرمایا کہ سب حمد ہر حال میں اللہ تعالےٰ کے لئے ہی ہے اگر زمانہ سخت سے سخت مصیبت سامنے لا دے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضور محمد رسولؐ ہیں صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بعد جانو کہ نافرمانی حسرت لاتی ہے اور ندامت ولاتی ہے۔ اور میں نے تم کو ان دونوں حکموں اور اس تحکیم کے مطابق اپنی رائے اور حکم پیش کیا تھا لیکن تم نے اس پر کچھ توجہ نہ کی اور میں اور تم اس کے مصداق ہو گئے جیسا ہوازن کے شاعر نے کہا ہے کہ میں نے اپنی قوم کو رات کی تاریکی مڑتے ہی سے پہلے اپنا حکم بتا دیا تھا۔ مگر افسوس کہ وہ اس مخلصانہ پُر نصیحت حکم کو دوسرے دن چاشت کے وقت سمجھے۔ یعنی بعد وقوع حادثہ کے اس وقت سمجھا گیا

فائدہ کر سکتا ہے۔

اَب تم کو واضح ہو کہ ان حکمتین نے جن کو تم نے حکم بنایا تھا قرآن کو پسِ پشت ڈال کر جس کو قرآن نے مارا ہے اس کو انھوں نے زندہ کیا اور ہر ایک نے ان میں سے اللہ کی ہدایت کی روشنی چھوڑ کر اپنی خواہش کی پیروی کی ہے اور اپنے فیصلہ میں مختلف رہے ہیں اس لئے اب تم سب تیاری شام کے سفر کی کر لو اور دوشنبہ کے دن اپنے لشکر گاہ میں پہنچ جاؤ۔ یہ فرما کر منبر سے اُترے اور نہروانی فرقہ کو جنھوں نے نہروان اپنا مرکز بنایا تھا فرمان علی لکھ کر بھیجا۔

بعد حمد و نعت کے واضح ہو کہ حکمین نے جو مقرر کئے گئے تھے کتاب اللہ کے خلاف کیا اور بغیر ہدایت الٰہیہ کے اپنی ہوا پرستی کی اور نہ سنت پر عمل کیا نہ حکم قرآن نافذ کیا۔ لہٰذا میرا فرمان پہنچتے ہی تم سب میرے پاس آجاؤ۔ اس لئے کہ اب ہم اپنے اور تمہارے دشمن کے مقابلے کے لئے جانے والے ہیں اس ناہنجار بدکردار فرقہ نے جواب بھیجا کہ اب آپ نے اللہ کے لئے غصہ نہیں کیا ہے بلکہ اپنی ذات کے لئے آپ کو غضب آیا ہے۔ البتہ اگر آپ اپنی جان پر کفر کا اقرار کر کے از سر نو توبہ کا اعلان کریں تو اس وقت ہم غور کریں گے ورنہ آپ کو ہم نے چھوڑ دیا ہے۔ اللہ خائنین سے دوستی نہیں رکھتا۔

یہ جواب پڑھ کر حضرت خلیفۂ برحق ان اشقیاء کی ہدایت سے مایوس ہو گئے اور عزم کر لیا کہ اس فرقہ کو فی الحال چھوڑا جائے اور شام کی طرف توجہ کی جاوے اور پھر عزیمت جہاد اہلِ شام کے لئے دوسرا خطبہ اہلِ کوفہ کو دیا۔ اور لشکر کی بھرتی اور تیاری شروع فرما دی کہ اس درمیان میں حضرت کو اطلاع ملی کہ ان خوارج اشقیاء نے حضرت عبداللہ بن جناب بن الارت کو شہید کر دیا اور ان کی اہلیہ کا شکم چاک کیا جو کہ حاملہ تھیں۔ اور قبیلۂ طے کی تین عورتوں کو بھی مار ڈالا اور حضرت ارسنان کو بھی شہید کر دیا۔ یہ سُن کر آپ نے تحقیق کے لئے ایک قاصد بھیجا۔ اس کو بھی پکڑ کر قتل کر دیا۔ یہ خبر بد حضرت کو لشکر گاہ میں ملی تو آپ نے خطبہ فرمایا کہ اے لوگو کیوں کر اب ان ناہنجاروں کو اپنے مال و اطفال میں چھوڑ سکتے ہیں کہ ہمارے پیچھے ہمارے مال و اطفال کو غارت کریں۔ لہٰذا پہلے ان سے ہم کو فراغت

کر لینی چاہیئے پھر شام کا رُخ کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد آپ نے اپنے لشکر جرار کے ساتھ نہروان کی جانب کوچ فرمایا جب ان کے سامنے پہنچے تو قاصد بھیجا کہ ہمارے مقتولین کے قاتلین کو ہم کو دے دو ہم ان کو قتل کر دیں اور تمہارے ساتھ ہدنہ کر لیں یہاں تک کہ ہم شام سے واپس ہوں۔

انہوں نے جواب دیا کہ ہم سب نے ان کو قتل کیا ہے اور ہم سب تمہاری جان اور مالوں کو حلال جانتے ہیں۔ اس کے بعد بھی حضرت قیس بن سعد بن عبادہ اور عبدالرحمٰن بن صحرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو یکے بعد دیگرے فہمائش کے لئے بھیجا۔ سودمند نہ ہوا تو خود بنفس مُبارک تشریف لے گئے۔ اور ہر طرح اتمام حجت فرمائی اور اُن کی تمام غلط کاریاں جن کے یہ نتائج بد تھے سب سمجھائیں مگر وہ بدہوش اشقیاء کچھ نہ سمجھے اور آواز پکار دی کوئی نہ ان کی بات سُنو نہ ان سے کلام کرو۔ اور جنّت کی (بزعم باطل خود) تیاری کرو۔

ناچار حضرت امیر المؤمنین واپس ہوئے اور معرکہ کی تیاری فرمائی شہسواروں کا علم حضرت ابوایوب انصاری کو عطا فرمایا۔ اور اسی کے ساتھ دوسرا علم امان کا بھی ان کو دیا کہ جو اس علم کے نیچے آجائے وُہ امان میں ہے۔

چنانچہ ابوایوبؓ نے اس کی منادی بھی کرادی اور بھی حضرت نے اعلان کروایا کہ جو کوفہ واپس چلا جائے وُہ بھی امان میں ہے اور جو مدائن کو چلا جائے وُہ بھی امان میں ہے۔

چنانچہ ان میں سے بہت سے سرداران قبائل اپنے قبائل کے ساتھ کوفہ اور مدائن کو واپس ہو گئے۔ صرف چار ہزار خارجی رہ گئے۔

بنصرت الٰہیہ تھوڑی ہی دیر میں اُن کا خاتمہ ہو گیا۔ اور سب کے سب مارے گئے۔ صرف نو آدمی ان میں سے بچے جو مختلف جہات میں فرار ہو گئے اور یہ حضرت امیر المؤمنین کرم اللہ وجہہ کی کرامت تھی کہ آپ نے جنگ سے قبل فرما دیا تھا کہ ان میں سے دس بھی نہ بچیں گے۔ اور ہمارے دس بھی ہلاک نہ ہوں گے۔ چنانچہ آپ کے لشکر منصور میں صرف دو آدمی شہید ہوئے اور اس معرکہ میں دُو معجزے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ظاہر ہوئے ایک تو وُہ ارشاد عالی جو اُوپر گذرا کہ اے علیؓ جس طرح تم نے قرآن کے اترنے پر جہاد کیا ہے اسی طرح

تم کو اس کی تاویل و تفسیر پر بھی جہاد کرنا ہو گا۔

دوسرا اس معرکہ میں ذو الثدیہ کا قتل ہونا تھا جس کے متعلق مسلم شریف وغیرہ کتب صحاح میں بکثرت مفصل احادیث وارد ہیں جن میں خوارج کے صفات بیان فرمائے ہیں۔ اور اس قوم کی نشانی بڑی یہ ہو گی کہ ان میں ایک سیاہ فام شخص ہو گا جس کا ایک ہاتھ ناقص ہو گا جیسے بکری کا تھن۔ اس بد فرقہ کو اہلِ حق کا بہترین فرقہ قتل کرے گا۔

چنانچہ جب معرکہ ختم ہوا تو حضرت امیر المؤمنین نے حکم دیا کہ اُس ذو الثدیہ کو لاشوں میں تلاش کیا جاوے۔ سرسری تلاش پر نہ ملا اور عرض کیا گیا کہ نہیں ہے۔

فرمایا۔ اللہ کی قسم نہ میں نے جھوٹ کہا ہے نہ مجھے خلاف خبر دی گئی ہے پھر خود بذاتِ مبارک اُٹھے اور میدان میں تشریف لے گئے۔ ایک مقام پر بہت سے کشتے تلے اوپر جمع تھے۔ حکم دیا کہ ان کو جدا کرو۔ چنانچہ سب کے نیچے اس کی لاش برآمد ہوئی۔

آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حق کی تبلیغ فرمائی۔

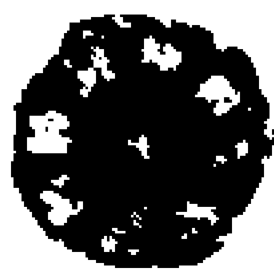
تمام حاضرین معرکہ نے اس کو دیکھا اور ان کے ایمانی تقویت کا مزید سبب ہوا۔ اور حضرت امیر المؤمنین اور آپ کے متبعین کا بہترین اہلِ حق ہونا اظہر من الشمس ہو گیا۔

حضرت ابو سعید خدری فرماتے ہیں کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے وہی صفت اُس کی سُنی اور اُسی شخص کو حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی ہمراہی جنگ کر کے لاشوں میں سے نکال کر میں نے بھی دیکھا۔

انہیں روایات میں اس گروہ کا بدترین خلق ہونا بھی بکثرت وارد ہوا ہے۔

اس طرح اس خوارج کے فتنہ کا استیصال ہوا اور حضرت مع لشکر منصور کے کوفہ واپس ہوئے۔

یہ واقعہ ۳۸ھ ہجری میں ہوا۔ اللھم ادم دیم الرضوان علیہ وامدنا الخ۔



آپ کے بعض عجیب فیصلے اور دقائق احکام

حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد انور میں ایک عورت پیش ہوئی جس نے کہ چھ ماہ کے حمل سے بچہ جنا تھا آپ نے اس کے رجم یعنی سنگ سار کرنے کا حکم دیا۔

حضرت سیدنا علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا یعنی مدت حمل ورضاعت تیس ماہ ہے چھ ماہ حمل کے اور دو برس رضاعت کے ہیں۔

حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا کہ اگر علی نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا۔ اسی طرح عہد فاروقی میں ایک عورت پیش ہوئی۔ جس کا قضیہ یہ تھا کہ وہ جنگل میں جا رہی تھی۔ پیاس سے بیتاب ہو گئی۔ ایک چرواہا اس کو نظر آیا اس نے اُس سے پانی مانگا۔ اس بدنہاد نے کہا کہ پانی پلاؤں گا اگر تو اپنی جان پر مجھ کو قابو دے گی۔ اس عورت نے مجبور ہو کر اقرار کر لیا۔ اور اس چرواہے نے اس کے ساتھ بدفعلی کی۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابۂ کرام سے اس عورت کے سنگ سار کرنے کے متعلق مشورہ کیا۔ حضرت شیر خدا نے فرمایا کہ یہ تو مضطر تھی۔ اس پر حد نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ آپ ہی کی رائے بحال رہی۔ اور وہ عورت چھوڑ دی گئی۔

خلافت فاروقیہ میں ایک عورت زنا کے جرم میں لائی گئی۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے حکم دیا کہ اس کو لیجا کر سنگ سار کر دو۔ لوگ لے جا رہے تھے کہ راہ میں حضرت شیر خدا کو یہ لوگ ملے۔ پوچھا یہ کیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین نے اس کے سنگسار کرنے کا حکم دیا ہے۔ آپ اس کو واپس لائے اور عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین حضور کا فرمان عالی ہے کہ تین شخصوں سے قلم مرفوع ہے سوتا ہوا جب تک کہ جاگے۔ اور بچہ جب تک کہ بالغ ہو اور مجنوں [illegible]

ہے شاید کہ حالت جنون میں یہ فعل ہوا ہو۔

حضرت فاروق اعظم نے فرمایا میں نہیں جانتا۔ تو آپ نے فرمایا میں کبھی نہیں جانتا۔
مقصد یہ ہے کہ حدود شرعیہ ادنیٰ شبہ سے ساقط ہو جاتی ہیں جب کہ سبب سے ناواقفیت ہے تو شبہ پیدا ہو گیا۔ لہٰذا اس کے چھوڑ دیئے جانے کا حکم ہو گیا۔

عہد فاروقی میں دو شخص ایک عورت کے پاس سو دینار امانت رکھ گئے اس شرط پر کہ امانت مذکورہ دونوں کے روبرو تسلیم کی جاوے۔ ایک کو نہ دی جاوے۔ کچھ مدت گزرنے پر اُن میں سے ایک آیا اور عورت سے کہا کہ اس کا ساتھی مر گیا ہے لہٰذا امانت اس کو دیدے۔ آخر بضد ہو کر امانت لے گیا۔ کچھ اور عرصہ گزرنے پر دُوسرا آیا اور مطالبہ کیا۔ عورت نے کہا کہ تیرا ساتھی آکر لے گیا اُس نے باور کرادیا کہ تو مر گیا ہے۔

اس دوسرے نے دربار خلافت میں عورت پر دعویٰ کر دیا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سماعت فرما کر فرمایا کہ میرے نزدیک تجھ کو رقم بھرنی ہوگی۔

اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین اللہ کو یاد دلاتی ہوں آپ میرے دعویٰ کا فیصلہ حضرت علی بن ابی طالب کے سپرد فرمائیں۔ آپ نے حضرت سیدنا علیؓ کے روبرو پیش ہونے کا حکم دیا۔

آپ نے دعویٰ سُن کر مدعی سے فرمایا کہ جا اوّل تو اپنے ساتھی کو لے کر آ پھر رقم تجھ کو دی جائے گی۔ تنہا تجھ کو نہیں دی جا سکتی۔ بس وہ مدعی فرار ہو گیا۔

ایک بار آپ کے رُوبرو کسی نے جھوٹے گواہ پیش کئے۔ آپ نے فراست سے دریافت فرما لیا۔ پھر کسی دوسرے فیصلہ میں مصروف ہو گئے اور اثنائے کلام میں فرمایا۔ اگر میرے روبرو جھوٹے گواہ لائے گئے تو ان کو سخت دردناک سزا دوں گا۔ تھوڑی دیر بعد تلاش کیا گیا تو وہ جھوٹے گواہ فرار ہو چکے تھے۔

ایک بار دو شخص حاضر خدمت ہوئے اور عرض کیا کہ ہم دونوں جنگل میں کھانا کھانے بیٹھے۔ میری تین روٹیاں تھیں اور اس میرے ساتھی کی پانچ روٹیاں تھیں۔ ناگاہ ایک اور شخص ہمارے سامنے سے گزرا اور سلام کیا ہم نے اس کی ضیافت کی۔ وہ سواری سے

اُترا اور ہمارے ساتھ کھانا کھایا۔ اور ہم تینوں نے سب روٹیاں کھالیں۔ جب وہ چلنے لگا تو اس نے آٹھ درہم ہمارے سامنے ڈالے کہ یہ بانٹ لو۔ بمعاوضہ تمہارے کھانے کے جو میں نے کھایا ہے۔ اس میرے ساتھی نے مجھ کو بعد میری روٹی کے تین درہم دینے چاہے اور خود پانچ بقدر اپنی روٹیوں کے لینا چاہے۔ میں نے کہا کہ نہیں نصف نصف ہونا چاہیئے۔ یہ کہتا ہے کہ تیری روٹیوں کی تعداد بھر تین درہم لے لے۔ آپ نے سُن کر دوسرے سے پوچھا اس نے عرض کیا کہ واقعہ یہی ہے۔ جو اس نے بیان کیا۔ تو آپ نے مدعی سے فرمایا کہ تیرے بھائی نے جو تجھ کو خوشی سے دیا ہے لے لے۔

اس نے کہا اللہ کی قسم نہ لوں گا بجز صحیح حق کے اگرچہ وُہ فیصلہ کڑوا ہی ہو۔ آپ نے فرمایا کہ پھر کڑوے حق میں تیرے لئے صرف ایک ہی درہم ہے۔ اس نے عرض کیا کہ مجھے سمجھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا کہ تیری تین روٹیوں کی نو تہائی ہوئیں۔ اور اس کے پانچ کی پندرہ تہائی ہوئیں جملہ چوبیس ہوئیں۔ تم تین کھانے والے تھے۔ اور کھانے میں مساوات کا حکم ہوگا۔ لہٰذا تو نے آٹھ ثلث کھائے حالانکہ تیرے نو ثلث تھے۔ ایک ثلث تیرا تمہارے مہمان نے کھانا۔ اس کے پندرہ ثلث میں سے آٹھ اس نے کھائے اور سات تمہارے مہمان نے کھائے۔ لہٰذا تیرا ایک ثلث جو مہمان نے کھایا اس کے مقابل تجھ کو ایک درہم ملے گا۔ اس کے سات ثلث اس نے کھائے لہٰذا یہ سات درہم کا مقدار ہُوا۔

اس عجیب فیصلے سے مُدعی اور تمام حاضرین دنگ ہوگئے۔

ایک بار آپ ایک فیصلہ کرنے کے لئے ایک پُرانی دیوار کے نیچے کھڑے ہوگئے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یا امیرالمؤمنین دیوار گرنے والی ہے۔ فرمایا دعویٰ پیش کرو۔ اللہ اعتماد کے لئے بس ہے۔ وہی بچانے والا ہے۔ جب آپ فیصلہ کر کے دیوار سے ہٹے۔ دیوار گر پڑی۔

حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر آپ سے فرمایا کرتے تھے کہ اے علیؓ اللہ تعالیٰ مجھ کو تمہارے بعد تک زندہ نہ رکھے۔ ایک بار آپ نے خطبہ میں فرمایا کہ اسی

اللہ کی حمد ہے کہ ہمارا دشمن بھی دین میں ہمارا محتاج ہے۔ معاویہ بن ابی سفیان کا خط آیا ہے۔ وہ سوال کرتے ہیں کہ خنثیٰ مشکل کو کس طرح میراث دی جاوے۔ یعنی مرد کی یا عورت کی۔

میں نے جواب لکھ دیا ہے کہ اس کے پیشاب کے آلہ کے موافق میراث دیں۔ یعنی اگر پیشاب کا آلہ ذکر موجود ہے تو اس کی میراث مرد کی ہوگی اور اگر عورت کا ساموضع پیشاب ہے تو عورت کی میراث پاوے گا۔

ایک شخص ایک آدمی کو پکڑے ہوئے آپ کے حضور میں لایا اور کہا کہ یا امیرالمؤمنین یہ شخص کہتا ہے کہ اس نے میری ماں کے ساتھ خواب میں صحبت کی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ لیجا اس کو اور دھوپ میں کھڑا کر کے اس کے سایہ کو حد لگا دے۔ اللهم ادم الخ۔

آپ کا زہد و تقویٰ

اُوپر ارشاد نبوی بیان ہو چکا ہے جو کہ اعلیٰ ترین حجت ہے کہ علیؓ بن ابی طالب کی شکایت نہ کرو۔ وہ اللہ کی راہ میں نہایت سخت ہیں۔ اکثر آپ سردی میں گرمی کے کپڑے اور گرمی میں سردی کی پوشاک زیب تن فرماتے تھے اور جاڑوں میں اس خفیف پوشاک میں پسینہ ٹپکتا تھا۔

لوگوں نے پوچھا۔ فرمایا۔ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دعا دی ہے کہ اے اللہ اس کو سردی اور گرمی سے بچائیو۔ اس لئے مجھے سردی اور گرمی کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

اکثر راتوں میں آپ دیکھے گئے ہیں کہ خلوت میں اپنی داڑھی مُبارک کو پکڑے ہوئے فرما رہے ہیں کہ اے دُنیا دُور ہو مجھ سے۔ جا دوسرے کو دھوکہ دے میں تو تجھ کو تین طلاق دے چکا ہوں جس میں واپسی نہیں۔

حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی شہادت کے بعد جو خطبہ فرمایا اس میں فرمایا کہ اے لوگو تم میں سے وہ ذات اُٹھ گئی کہ جس کو جب بھی حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے علم جنگ عطا فرمایا ہمیشہ اُن پر اللہ تعالیٰ نے فتح اتاری اور جنود

سنے کہ بجز سات سو درم کے کوئی ترکہ نہیں چھوڑا۔ یہ سات سو درم بھی اپنے گھر والوں کی خدمت کے لئے ایک لونڈی خریدنے کو جمع فرمائے تھے۔

علی بن ربیعہ کہتے ہیں کہ حضرت کا معمول تھا کہ جس اہلیہ کی نوبت ہوتی تو اس کے یہاں نصف درم کا گوشت خرید کر بھجواتے۔ ابوبکر ایک معمر شیخ سے راوی ہیں کہ دیکھا میں نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو کہ ایک چادر پہنے ہوئے جس کی قیمت پانچ درم کی تھی۔ عمرو بن قیس کہتے ہیں کہ آپ سے عرض کیا گیا کہ آپ کیوں پیوند لگاتے ہیں۔ فرمایا اس لئے کہ دل نرم رہے اور ایمان والے اقتداء کریں۔

عدی بن ثابت کہتے ہیں کہ ایک بار آپ کے رُوبرو فالودہ جو ایک نفیس خوراک تھی لایا گیا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ اللہ کی قسم تو نہایت خوشبو دار خوش رنگ اور خوش ذائقہ ہے لیکن میں مکروہ رکھتا ہوں کہ جس خوراک پر میرا نفس عادی نہیں اس کو اس کی عادت ڈالوں۔

ام سلیم نے کہا۔ آپ کا لباس سنبلانی کرپچ کا ہوتا تھا۔ حسن بن جرموز اپنے والد سے راوی ہیں کہ دیکھتا تھا۔ میں حضرت سیدنا علیؓ کو مسجد کوفہ سے نکلتے ہوئے اور آپ کے جسم مبارک پر دو قطری موٹی چادریں ہوتی تھیں ایک تہبند نیم ساق اور ایک چادر اور آپ بازاروں میں گشت فرماتے تھے۔ آپ کے ہاتھ میں دُرّہ ہوتا تھا۔ بازار والوں کو اللہ کے تقویٰ اور سچ بولنے اور اچھی طرح خرید و فروخت کرنے اور ناپ تول بھرپور دینے کے احکامات سُناتے ہوئے گشت فرماتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ جب آپ خلیفہ تھے کہ تین درم کا قیمتی ایک کُرتہ آپ نے خریدا اُس کی آستینیں دراز تھیں۔ گٹے کی حد سے زائد کو قطع کرا کر زیب تن فرمایا۔ اور فرمایا کہ سب حمد اسی اللہ کو ہے جس کا دیا ہوا یہ لباس فاخرہ ہے۔

سبحان اللہ نعمت الٰہی کی ان سادات عظام کو کس قدر تعظیم تھی۔ تین درم کا کُرتہ امیر المؤمنین خلیفۂ اعظم اور اس وقت رُوئے زمین پر چلنے والوں میں سب سے افضل مخلوق پہن کر

اس کو لباس فاخرہ تعبیر فرما کر اُس پر اللہ تعالیٰ کی حمد فرماتے ہیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال کو جاننے والے اور اُس کے آگے نیاز سے جھکنے والے یہی ہمارے پیشوایان عظام ہیں رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ایک بار حضرت عقیل آپ کے بڑے بھائی مقروض ہو کر آپ کی خدمت میں آئے اور بیت المال سے کچھ مساعدت کے خواہش مند ہوئے آپ نے فرمایا کہ بھائی جان اتنا ٹھہر یئے کہ میرا روزینہ برآمد ہو تو نصف اُس کا آپ کو دے دوں گا۔ بیت المال میں سے نہیں دے سکتا۔ وُہ حضرت سیدنا معاویہؓ کے پاس چلے گئے اور اپنا ماجرا بیان کیا۔ حضرت معاویہؓ نے اُن کا قرض بھی ادا کر دیا اور تین لاکھ درم مزید پیش کئے اور حضرت عقیل سے خواہش کی کہ میرا اور اپنے بھائی کا معاملہ برسر منبر بیان کر دیجئے۔

حضرت عقیل منبر پر چڑھے اور بعد حمد و نعت کے فرمایا کہ جانو اے لوگو۔ میں مقروض اور پریشان ہو کر اپنے بھائی علیؓ بن ابی طالب کے پاس گیا۔ اُنھوں نے اپنے دین کو اپنی دنیا کو اپنے دین پر مقدم کر لیا۔ یہ کہہ کر منبر سے اُتر آئے۔

حضرت معاویہ نے فرمایا کہ یہ آپ نے کیا کہا۔ فرمایا کہ جو حق بات تھی وہی میں نے کہی۔ وہ نہایت شرمندہ ہُوئے کہ کاش ان سے ایسی خواہش نہ کی ہوتی۔

حضرت کی عادت تھی کہ بیت المال میں بعد تقسیم اموال کے جاروب کشی فرماتے اس کے بعد اس میں نماز ادا فرماتے تاکہ وہ موضع زمین اللہ تعالیٰ کے حضور میں شہادت دے کہ آپ نے ایک درم بھی روک نہ رکھا۔

ایک شخص نے حضرت کے روبرو غلط بیانی کی۔ اور اس پر اصرار کیا آپ نے فرمایا کہ اگر تو جھوٹا ہو تو تجھ پر بددعا کروں۔ اس نے کہا ہاں بددعا کیجئے۔ آپ نے بددعا کی۔ وُہ اپنی جگہ سے اٹھا بھی نہ تھا کہ اندھا ہو گیا۔

جنگ صفین کو جاتے ہُوئے آپ کی ایک زرہ گُم ہو گئی۔ واپس ہوئے تو آپ نے اپنی وہی زرہ ایک یہودی کے پاس پائی۔ آپ نے فرمایا کہ یہ زرہ میری ہے۔ دیں نے

اس کو فروخت کیا۔ نہ ہبہ کیا ہے یہودی نے کہا یہ زرہ میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ چل قاضی کے روبرو دعویٰ پیش کریں۔

آپ اس کو لے کر قاضی شریح کے پاس جو کہ کوفہ میں آپ کے مقرر کردہ قاضی تھے تشریف لائے۔ اور اسلام کر کے قاضی کے بازو بیٹھ گئے۔ اور فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ یہود کو ذلیل کرو۔ جس طرح کہ اللہ نے ان کو ذلیل کیا ہے اگر میرا خصم یہودی نہ ہوتا تو میں اس کے برابر کھڑا ہوتا۔

قاضی نے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین کیا آپ کا دعویٰ اس یہودی پر ہے۔ فرمایا کہ یہ زرہ جو اس کے پاس ہے میری ہے۔ نہ میں نے فروخت کی ہے۔ نہ ہبہ کی ہے۔

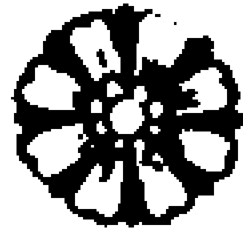
قاضی نے یہودی سے کہا کہ تو کیا جواب دیتا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ زرہ میری ہے اور میرے قبضہ میں ہے۔

قاضی نے حضرت امیر المؤمنین سے گواہی طلب کی آپ نے فرمایا کہ حسن اور قنبر جو کہ آپ کے غلام خاص تھے۔ یہ دونوں گواہ ہیں۔ قاضی نے کہا کہ بیٹے کی گواہی باپ کے حق میں اور غلام کی گواہی اپنے آقا کے حق میں شرعاً مسموع نہیں۔

آپ نے فرمایا کہ ایک جنتی مرد کی گواہی قبول نہیں جن کی نسبت میں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ حسن اور حسین نوجوانانِ جنت کے سردار ہیں۔

قاضی نے عرض کیا کہ یہ شریح بھی حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے۔

یہودی یہ ماجرا دیکھ کر بولا کہ امیر المؤمنین نے اپنے مقرر کردہ قاضی کے سامنے مجھ کو پیش کیا۔ ان کے قاضی نے ان کے خلاف میں فیصلہ کیا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہی دین حق ہے۔ اشہدان لا الٰہ الا اللہ و اشہدان محمداً رسول اللہ۔ اور یہ زرہ بے شک امیر المؤمنین ہی کی ہے۔ یہ کہہ کر وہ زرہ آپ کو پیش کر دی اور اس حقانی تواضع کی برکت سے وہ یہودی مشرف باسلام بھی ہو گیا۔ (الخلفا ادم ۴۱)



ارشاداتِ عالیہ

حضرت حسن بصری فرماتے ہیں کہ جب حضرت نے کوفہ دار الخلافہ بنا کر مزین فرمایا تو چند سرداران قبائل آپ کے روبرو کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یہ جو آپ کا نکلنا ہے کہ اس امت کے خلیفہ ہو کر آپ آپس میں جنگ کا حکم دیتے ہیں کیا حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کوئی ایسا عہد عطا فرمایا تو ہم کو بتا دیں کہ آپ ہمارے اعتقاد میں موثوق اور سچے امین ہیں۔

حضرت نے یہ سن کر فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عہد اگر مجھ سے دریافت کرتے ہو تو میرے پاس نہیں۔ اللہ کی قسم کہ اگر میں اول ایمان لانے والا ہوں تو حضور پر اول جھوٹ باندھنے والا نہ ہوں گا۔ اور اگر اس خلافت کا کوئی فرمان یا عہد میرے پاس حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب سے میرے پاس ہوتا تو میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کو نہ چھوڑ دیتا کہ وہ حضورؐ کی منبر شریف پر چڑھتے اور میں ان سے جہاد کرتا اگرچہ میرے پاس سوائے میری اس چادر کے اور کچھ بھی نہ ہوتا۔ لیکن حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو کسی معرکہ میں شہید ہوئے اور نہ ناگہانی وفات پائی۔ بلکہ بہت روز حضورؐ کی علالت رہی۔

حضورؐ کی خدمت میں بار بار مؤذن نماز کی اطلاع کے لئے آتا تھا اور میں بھی حاضر خدمت ہوتا تھا۔ میری حاضری جانتے ہوئے حضور اس کو حکم دیتے تھے کہ ابوبکرؓ کو حکم دو کہ وہ امامت کریں۔ حتیٰ کہ بعض ازواج مطہرات نے حضرت ابوبکرؓ سے امامت کو پھیرنا بھی چاہا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے غضبناک ہو کر فرمایا کہ تم حضرت یوسف علیہ السلام کی مقابلہ والی عورتوں میں سے ہو۔ ابوبکرؓ کو حکم دو کہ وہ نماز پڑھائیں۔

پس جب حضورؐ کی وفات ہو گئی تو ہم نے غور کیا تو جن کو حضورؐ نے ہمارے دین کے لئے امام منتخب فرمایا انہیں کو ہم نے اپنی دنیا کے لئے بھی امام بنا لیا۔ اس لئے کہ نماز اسلام کی اصل اور اس کی امامت دین کی امارت اور اس کا پایہ ہے۔ اس لئے ہم نے

جنہوں نے نماز کی امامت کے عہد سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب سے خلافت حاصل کی تھی گزر چکے اور جن کے لئے مجھ سے میثاق لے لیا گیا تھا وہ بھی شہید کر دیئے گئے۔ ان کے بعد تمام اہل حرمین اور ان دونوں شہروں یعنی کوفہ اور بصرہ اور مصر والوں نے بھی میری بیعت قبول کر لی۔ اب جبکہ اس کے لئے کوئی ایسا شخص کود سے جو کہ نہ قرابت میں میرے مثل ہے نہ علم میں نہ سابقیت میں نہ فضیلت میں تو کیوں کر اس کی طرف توجہ کی جا سکتی ہے اور میں اس سے ہر وجہ سے زیادہ حقدار ہوں یہ میرے اس قیام کی حقیقت ہے۔

سبحان اللہ کیا اعلیٰ منصفانہ جوہری کلام ہے۔ حق کو کس خوبی اور وضاحت سے کھول کر رکھ دیا ہے۔ جس کو سمجھ ہو وہ خوب سمجھ سکتا ہے۔

اب خود حضرت کے اس ارشاد عالی کے بعد خلفاء ثلاثہ رضوان اللہ علیہم کی صحیح خلافت میں کلام کرنا اور آپ کا متبع اور محب اپنے کو سمجھنا کس قدر دونوں مخالف حقائق ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ بدعقلی اور محرومی سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا کہ حضرت اپنے خطبوں میں فرمایا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم کو درست کر دے اس چیز سے کہ جس سے درست کر دیا تھا تو نے خلفاء راشدین مہدیین کو۔ پس وہ کون ہیں۔

یہ سن کر آپ کی آنکھیں بھر آئیں اور فرمایا کہ وہ ہیں میرے پیارے ابوبکرؓ اور عمرؓ پیشوایانِ ہدایت اور شیوخِ اسلام اور قریش کے وہ بڑے دونوں مرد کہ جن کی اقتداء کی جاتی ہے بعد حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جس نے ان دونوں کی پیروی کر لی وہ گمراہی سے بچا لیا گیا۔ اور جو ان کے نقش قدم پر چلا اس نے سیدھا راستہ پا لیا اور جس نے ان کے ساتھ تمسک کیا اور ان دونوں کو پکڑ لیا وہ اللہ کے گروہ میں سے ہو گیا رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔

ان صریح ارشادات عالیہ کے بعد کسی منصف مزاج کے قلب پر ان کا فہم محروم

حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کرلی۔ اور ہم میں سے دو انسان ان کی بیعت میں مختلف نہ ہوئے اور وہ بلا شبہ خلافت کے لائق تھے۔ میں نے اُن کی اطاعت کا حق ادا کیا۔ جب وُہ مجھے جناب پر بلاتے میں جاتا۔ جب مجھ کو دیتے میں لیتا۔ جب مجھ سے جہاد کراتے میں جہاد کرتا اور اُن کے رُوبرو اپنے کوڑے سے حدود شرعیہ نافذ کیا کرتا تھا۔

جب وہ وفات پا گئے تو حضرت عمر کو انہوں نے اپنا جانشین مقرر کر دیا اور وہ اس کے لائق تھے اور ان کی سنت پر چلے۔ ان کی خلافت میں بھی ہم میں سے دو مختلف نہ ہوئے۔ میں نے ان کی اطاعت کا بھی حق ادا کیا۔ اُن کے لشکروں میں جہاد کرتا۔ جب وہ مجھ کو دیتے میں لیتا جب مجھ سے جہاد کراتے میں جہاد کرتا اور ان کے روبرو اپنے کوڑے سے حدود شرعیہ نافذ کرتا رہا۔

جب ان کی وفات ہوئی تو مجھ کو اپنی سابقیت اسلام اور اپنی قرابت اور اپنے فضائل کی بناء پر خیال ہُوا کہ وہ کسی دوسرے کو مجھ پر مقدم نہ کریں گے۔ مگر انہوں نے اپنی جان کو اس بوجھ سے پاک کر لیا اور چھ اعیان قریش کے اندر خلافت کو محصور کر دیا۔ جن میں سے ایک میں بھی تھا اور اُنہوں نے اپنی اولاد کو بھی نکال دیا۔ اگر نفس پروری ہوتی تو وہ اپنی اولاد سے خلافت کو نہ نکالتے۔

جب وہ چھ اعیان جمع ہوئے تو میرا گمان تھا کہ مجھ پر کسی کو حق سبقیت نہیں ہوگا پھر عبدالرحمٰن بن عوف نے ہم سے عہد و میثاق لے لیا کہ جو خلیفہ ہو ہم سب اس کی اطاعت قبول کریں گے۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت عثمان کی بیعت کر لی۔

میں نے اس وقت غور کیا تو میری طاعت سبقت لے گئی ہے اور میرا میثاق جو لیا جا چکا ہے۔ اب وہ دوسرے کے لئے ہو چکا۔ اس لئے ہم سب نے حضرت عثمانؓ کی بیعت کر لی اور میں نے اس کا حق اطاعت ادا کیا۔ اُن کے لشکروں میں جہاد کیا۔ جب انہوں نے مجھ کو دیا میں نے لیا۔ جب وہ مجھ سے جہاد کراتا میں نے جہاد کیا۔ اور برابر اُن کے رُوبرو اپنے کوڑے سے حدود شرعیہ نافذ کرتا رہا۔

جب وہ بھی شہید کر دیئے گئے تو میں نے اپنی نسبت غور کیا تو وہ دونوں خلفاءؓ

سعادت کے تلبیسات دا بیہ شیطانیہ بفضلہ تعالیٰ ذرہ بھر اثر نہیں ڈال سکتے۔ جو کہ ان صحابہ عظام کے درمیانی تعلقات کو نہایت گندہ رُخ دے کر عوام الناس کو بادیۂ گمراہی میں ڈالنے کی کوشش میں رہے اور رہتے ہیں۔ حق و صداقت یہی ہے۔ اس کے سوا کسی کی محض مصنوعی روایات خبیثہ پر ہر گز مسلمان کو توجہ کرنا جائز نہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کی سچی محبت و متابعت کا شرف تمام مسلمانوں کو بخش کر سعادت ابدی سے بہرہ اندوز فرمائے۔ آمین۔

حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ نے فرمایا کہ اے فرزند چار اور چار نصیحتیں مجھ سے یاد کر لو۔ انہوں نے عرض کیا وہ کیا ہیں اے پدر بزرگ۔

فرمایا۔ سب سے بڑی تونگری عقل ہے اور سب سے بڑی تہیدستی حماقت ہے۔ اور سب سے بڑی وحشت خود بینی ہے اور سب سے بڑا کرم حسن خلق ہے۔

انہوں نے عرض کیا۔ دوسری چار کیا ہیں۔

فرمایا خبردار احمق کی دوستی سے دُور رہنا وہ تجھے نفع پہنچانا چاہے گا مگر نقصان پہنچائے گا۔ اسی طرح جھوٹے کی دوستی سے دُور رہنا کہ وہ دُور کی چیز ہم کو نزدیک کر دکھائے گا اور نزدیک کی چیز دُور کر دکھائے گا۔ نیز بخیل کی دوستی سے دُور رہنا اس لئے کہ جب تم سخت حاجت میں ہو گے اسی وقت وہ تمہاری معاونت سے بیٹھ جائیگا۔ اور فاجر کی دوستی ہر گز نہ کرنا وہ تم کو کوڑی قیمت پر بیچ دے گا۔

ایک شخص آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ قدر کیا چیز ہے مجھے سمجھائیے۔ فرمایا نہایت تاریک راستہ ہے اس راہ میں نہ چل۔ پھر اس نے مکرر عرض کیا۔ فرمایا نہایت گہرا دریا ہے نہ ڈال تو اپنے کو اس میں پھر سہ بارہ اس نے عرض کیا فرمایا کہ وہ اللہ کا راز ہے اس کی خلقت میں اس کی جستجو نہ کر۔ پھر اس نے عرض کیا۔ فرمایا اے سائل اللہ نے تجھ کو پیدا کیا ہے اپنی مشیت پر یا تیری مشیت پر۔ اس نے کہا بے شک اس نے اپنی مشیت کے لئے پیدا کیا ہے۔ فرمایا کہ بس پھر وہ اپنی خوشی پر تجھے چلائے گا۔

آپ کے اشعار بھی حکم ونصائح میں کثیر اور نہایت اعلیٰ وقائق سے پُر ہیں۔ امام شعبی کہتے ہیں کہ حضرت ابو بکرؓ بھی شعر کہتے تھے اور حضرت عمرؓ بھی اور حضرت عثمانؓ بھی لیکن حضرت سیدنا علیؓ اُن تینوں سے شعر میں زیادہ ہیں۔ جس کو خواہش ہو کتب تواریخ اور آپ کے دیوان کا مطالعہ کرے۔ اللعمر ادمرالخ۔

آپ کی چند کرامات

امام عبدالرزاق حجر مدری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے مجھ سے فرمایا کہ کیسا ہوگا جبکہ تجھ کو مجھ پر لعنت کرنے کا حکم دیا جائے گا۔ میں نے عرض کیا۔ کیا ایسا ہونے والا ہے۔ فرمایا کہ ہاں۔ میں نے عرض کیا۔ پھر میں اس وقت کیا کروں۔ لعنت کرنا مگر مجھ سے برآرت نہ کرنا۔

چنانچہ مجھ کو حجاج ظالم کے بھائی نے جو کہ امیر یمن تھا آپ پر لعن کا حکم دیا۔ میں نے کہا اے لوگو۔ امیر نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ علیؓ پر لعنت کروں۔ پس تم اس پر لعنت کرو۔ اللہ اس پر لعنت کرے۔ اس میری تدبیر کی پر بجز ایک شخص کے کوئی خبردار نہ ہُوا۔ یعنی اُنہوں نے ضمیر لعنت کی امیر پر پھیر دی کہ امیر پر لعنت کرو۔

یحییٰ حضرمی کہتے ہیں کہ سفر صفین میں میں حضرت امیر المؤمنین کے ہم رکاب تھا۔ جب نینوی کے محاذ پر پہنچے تو بآواز بلند پکارا کہ اے ابو عبداللہ صبر کرنا فرات کے کنارے پر۔ میں نے عرض کیا کہ یہ کیا ارشاد ہے۔ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا ہے کہ حسینؓ فرات کے کنارے شہید کئے جاویں گے۔ اور اس جگہ کی مٹی مجھ کو لاکر دکھائی۔

اصبغ بن بنانہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ اس جگہ پہنچے جہاں مدفن ہے۔ حضرت سیدنا حسینؓ کا تو آپ نے نہایت متاثر ہو کر فرمایا۔ کہ یہ جگہ ان کے خیموں اور کجاووں کے اُتارنے اور ان کے اونٹوں اور سواریوں کے بڑھانے کی ہے اور ان کے خون ناحق کے بہنے کی یہی جگہ ہے۔

ایک جماعت آلِ بیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی زمین پر قتل کی جادے گی جن ...
پر کہ آسمان وزمین سب گریہ کریں گے۔

فضالہ بن ابی فضالہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد کے ہمراہ حضرت سیدنا علی ...
کرم اللہ وجہہ کی عیادت کے لئے ینبع گیا۔ میرے والد نے آپ سے عرض کیا کہ آپ ...
لے یہاں بدوؤں میں سکونت فرمائی ہے۔ اگر وفات آجادے تو سوائے ان جاہل بدوؤں
کے کون تجہیز وتکفین میں شریک ہو سکتا ہے مدینہ طیبہ اٹھ چلئے کہ اگر وقت تو تمام صحابہ و
اقارب ہر طرح شریک حال رہیں۔

آپ نے فرمایا۔ اسے ابو فضالہ میں ابھی نہیں مروں گا اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
نے مجھ کو فرمادیا ہے کہ میں نہ مروں گا یہاں تک کہ میں اس سر پہ مارا جاؤں کہ اس کے خون
سے یہ داڑھی خضاب کرلے یہ ابو فضالہ بدری صحابہ کرام میں سے ہیں اور آپ ہی کے لشکر
میں جنگِ صفین میں شہید ہوئے۔

دیوار کے گرنے اور غلط بات پر اصرار کرنے والے پر بددعا کرنے کی کرامتیں اوپر
گزر چکی ہیں۔

ایک بار حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ طیبہ سے اپنے قصر واقع وادی بالعقیق
کو جارہے تھے راہ میں ایک مقام پر کچھ لوگ جمع تھے۔ اُن میں ایک شخص حضرت سیدنا علیؓ
اور سیدنا طلحہؓ اور سیدنا زبیرؓ کی نسبت بدکلامی اور گستاخی کر رہا تھا۔ آپ نے سُنا۔ اُس مجمع
پر کھڑے ہوگئے۔ اور فرمایا۔ کہ اے شخص ان لوگوں کے بڑے سوابق اللہ تعالیٰ کے یہاں
گزر چکے ہیں تو اپنی زبان کو ان کے ذکر بد سے بند کر ورنہ میں تجھ پر بددعا کرتا ہوں۔
حضرت سعدؓ حضور کی دعائے مبارک سے مستجاب الدعاء مشہور تھے اُس بدبخت نے
کچھ سماعت نہ کی بلکہ تمسخر سے کہا کہ یہ مجھے ڈراتے ہیں گویا کہ پیمبر ہیں۔
حضرت سعدؓ نے دوگانہ ادا کیا اور ہاتھ اُٹھا کر دعا کی کہ اے اللہ اگر یہ ایسوں کو گالی
دیتا ہے جن کے سوابق تیرے حضور میں وہ ہیں جو کہ ہیں تو تو آج اس کو عبرت بنا دے۔
یہ کہہ کر آپ سوار ہو کر روانہ ہوگئے۔ اُسی وقت ایک بختی اونٹنی نمودار ہوئی اور وہ

مجمع کو چیرتی ہوئی آئی اور اس بدبخت کو جھنجھوڑتی ہوئی پتھروں پر گھسیٹتی ہوئی لے گئی۔ یہاں تک کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ لوگ آپ کے پیچھے دوڑے کہ اسے ابواسحٰق آپ کی دعا اللہ تعالیٰ نے قبول فرمالی۔ اس میں ان سب حضرات کی عظمت و بزرگی کی دلیل ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سب سادات کرام کی جناب میں بے ادبی کی مُہلک مُصیبت سے ہم سب کو بچائے۔ آمین۔

تمیم بن المغیرہ کہتے ہیں کہ جس رمضان المبارک میں آپ شہید کئے گئے اس میں آپ صرف چار لقموں پر روزانہ اکتفا فرمایا کرتے تھے۔ ایک دن حضرت امام حسنؓ مجتبیٰ کے یہاں۔ ایک دن حضرت سیدنا حسینؓ کے یہاں۔ ایک دن حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم کے یہاں افطار فرمایا کرتے تھے۔ (حضرت عبداللہ بن جعفر آپ کے حقیقی برادر زادے اور آپ کے ربیب بھی ہیں اور داماد بھی ہیں) اور فرمایا کرتے کہ صرف چند راتیں ہیں تھوڑی۔ میں چاہتا ہوں کہ اللہ کا حکم آوے درانحالیکہ میرا شکم پچکا ہوا ہو۔

حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ میں ایک بار آپ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ابن ملجم شقی حاضر ہوا اور سواری و زاد طلب کیا۔ آپ نے اس کو عطا فرمایا۔ جب وہ چلا گیا تو آپ نے ایک شعر پڑھا جس کے معنی ہیں کہ میں اس کی زندگی چاہتا ہوں اور وہ میری موت کا جویاں ہیں، جو کہ قبیلۂ مراد میں سے تیرا دوست ہے۔

پھر فرمایا۔ اللہ کی قسم کہ یہی میرا قاتل ہے۔ میں نے عرض کیا یا امیر المؤمنین ہم اس کو قتل ہی نہ کر ڈالیں۔ فرمایا نہیں۔ پھر مجھ کو قتل کون کرے گا۔

بعض روایات میں ہے کہ ایک روز آپ نے شقی ابن ملجم سے فرمایا جبکہ وہ مخلص خادم تھا کہ وہ دن کیا ہو گا جبکہ تو مجھ کو قتل کرے گا۔ اس نے لرزتے ہوئے عرض کیا کہ کیا ایسا شوم دن اُس پر آنے والا ہے فرمایا بے شک۔ اُس نے عرض کیا کہ یا امیر المؤمنین مجھ کو ابھی قتل کر کے اس بدبختی سے راحت میں کر دیں۔ فرمایا کہ جو حکم الٰہی ہو چکا ہے اُس کو کوئی بدل نہیں سکتا اور نہ میں تجھ پر مسلط کیا جا سکتا ہوں۔

جس روز کہ حادثہ جانکاہ ہوا اُس روز فجر کی نماز کے لئے جب حضرت دولتخانہ سے

برآمد ہوئے تو راہ میں بہت سی بطیں جو کہ مرغ سے بڑے جانور ہوتے ہیں آپ کے سامنے آکر شور کرنے لگیں۔ لوگوں نے اُن کو آپ کے سامنے سے ہٹایا تو آپ نے فرمایا ان کو چھوڑ دو یہ نوحہ کر رہی ہیں۔

سبحان اللہ کیا قوی اور زبردست یقین کے مقامات تھے۔ گویا کہ ہر شئے بالکل معائنہ میں ہے اُس پر یہ ثبات و استقامت یہ انہیں پیشوایان جلیل الشان کے مراتب ہیں۔

حق ہے جو آپ سے منقول ہے کہ اگر غیب سے پردہ میرے لئے ہٹا دیا جاوے تو میرے یقین میں کوئی زیادتی اُس مشاہدے سے نہ ہو گی بلاشبہ یہی آپ کا مقام رفیع ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کرم اللہ وجہہ اللھم آدم الخ۔

شہادت

امام احمد و حاکم وغیرہما حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا علیؓ سے فرمایا شقی ترین شخص دو ہیں۔ ایک وہ جس نے حضرت صالحؑ کے معجزہ والی اونٹنی کے ہاتھ پیر کاٹے تھے اور دوسرا جو کہ تمہارے اس سر پر وار کرے گا جس سے تمہاری یہ داڑھی سرخ ہو گی۔ یہ حدیث شریف دیگر صحابہ حضرت صہیب اور حضرت جابر بن سمرہ وغیرہم سے بھی مروی ہے۔

خود حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی مروی ہے کہ ایک بار حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے سوال فرمایا۔ کہ شقی ترین آدمیوں میں کون ہے۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کے ہاتھ پیر کاٹنے والا۔

فرمایا کہ اور کون۔ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ عالم ہیں۔ فرمایا دوسرا وہ ہے جو تمہارے اس سر پر وار کرے گا کہ جس کے خون سے تمہاری یہ داڑھی سرخ ہو جائے گی۔

ظاہر ہے سب اس حادثہ جانکاہ کا جو کہ جنگ تحکیم کے بعد حضرت ... [illegible]

کوفہ ہوئے تو خوارج جُدا ہو ہی چکے تھے۔ اور ناچار آپ کو اُن سے جہاد کرنا پڑا۔ اُس فرقۂ بد بخت کے ہم خیال جو اب کمزور اور کم تعداد رہ گئے تھے اور جن کے اعزہ و اقربا سب آپ کے مقابلہ میں تہ تیغ ہو چکے تھے۔ ان کا جوشِ انتقام بڑھ جاتا۔ حضرت کا عزم تھا کہ کچھ سکون ہو تا کہ جمعیت کے ساتھ شام پر فوج کشی کی جاوے۔

حضرت کے متبعین میں بھی اختلاف رائے تھا اور اکثر حضرت امیر المؤمنین اپنی انگشت مبارک منہ میں لے کر فرمایا کرتے کہ میں نافرمانی کیا جاؤں اور معاویہؓ اطاعت کئے جاویں۔

قبل اس کے کہ اس حرم کا نکلہ ہو یہ خارجی بد بخت مکہ مکرمہ میں جمع ہوئے اور ان میں سے تین بد بختوں نے یہ عہد و میثاق ۳۹ھ ہجری کے حج کے بعد بیت اللہ شریف میں کیا تھا کہ ان تینوں حضرات کرام یعنی حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت سیدنا معاویہؓ اور حضرت سیدنا عمرو بن العاصؓ کو ایک ہی وقت اور ایک ہی تاریخ میں شہید کر دیا جاوے اور بزعم باطل خود تمام مسلمانوں کو ان تینوں وجود سے راحت میں کر دیں۔

تاریخ و وقت نمازِ فجر سترھویں رمضان المبارک ۴۰ھ ہجری مقرر کی گئی۔ اشقی الناس ابن ملجم مرادی نے خبیث بلکہ اخبث سے کہا کہ وہ شقی حضرت سیدنا علیؓ کے قتل کا ذمہ لیتا ہے دوسرے خبیث بُرک ابن عبد اللہ تمیمی نے حضرت معاویہؓ کے قتل کا ذمہ لیا۔ تیسرے خبیث عمرو بن بکیر تمیمی نے حضرت عمرو بن العاصؓ کے قتل کا ذمہ لیا پھر ہر ایک شقی اپنے اپنے عہدہ دار کے شہر کو روانہ ہوا۔

ابن ملجم شقی کوفہ آیا۔ بُرک دمشق کو گیا۔ ابن بکیر مصر پہنچا اور تاریخ مقررہ پر ہر ایک بدنہاد اس شہر کی جامع اعظم کے دروازے میں اندھیرے سے آکر پوشیدہ ہو لیا۔

حضرت معاویہؓ جب داخل مسجد ہوئے تو بُرک خبیث نے اُن پر حملہ کیا قسمت آلیہ سے آپ کی سُرین پر ہلکا سا زخم لگا اور ہلکا سا ہو گیا۔ اور وہ خبیث پکڑا گیا اور قتل کر دیا گیا۔

ابن بکیر مصر کی مسجد کے دروازے میں آچھپا۔ تقدیر الٰہی سے حضرت عمرو بن العاص اُس روز بیمار تھے۔ اُنہوں نے حضرت خارجہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہلایا کہ وہ امامت نمازِ فجر کی کریں۔ جب وہ داخل ہوئے اس بد بخت نے امیر جان کر حملہ کیا

جو کہ کاری تھا۔ حضرت خارجہ نے تکبیر پکاری اور فرمایا۔ کہ میں شہادت کو پہنچا کعبہ کے رب کی قسم ہے لوگ جمع ہو گئے۔ وہ بد بخت بھی پکڑا گیا۔

اُس نے پوچھا یہ کون ہیں۔ معلوم ہوا حضرت خارجہ ہیں۔ اُس نے اپنی ران پیٹی اور کہا کہ میں نے عمرو کا ارادہ کیا تھا اور اللہ نے خارجہ کو چاہا۔ چنانچہ اس کا یہ کلام ضرب المثل ہو گیا۔ اس بد بخت کو بھی قتل کر دیا گیا اور اس طرح یہ دونوں حضرات سلامت رہ گئے۔

اب اُس شقیوں کے سردار کی داستان دل تھام کر سُننا چاہیئے یعنی ابن ملجم اشقی جب کوفہ پہنچا تو اس نے اپنی اس بدترین مہم کو اپنے ہم عقیدہ خوارج سے بھی پوشیدہ رکھا۔ کہ مُبادا راز فاش ہو جائے اتفاق سے اثنائے اقامت کوفہ میں ایک روز ایک مکان پر سے گزرا جہاں شادی تھی۔ اس گھر سے چند عورتیں نکل رہی تھیں اُن میں سے ایک نہایت خوبصورت بھی تھی۔ جس بد بخت کا نام قطام بدا نجام تھا۔ یہ اس کو دیکھ کر فریفتہ ہو گیا

اُس نے پوچھا اے لڑکی تو شوہر دار ہے یا بے شوہر۔ اُس نے کہا کہ بلا شوہر۔ اُس نے کہا کیا تجھے ایسا شوہر قبول ہے جس کے اخلاق مذموم نہیں۔ اُس نے کہا ہاں۔ لیکن میرے اولیاء ہیں۔ اُن سے مشورہ لے۔ یہ از خود رفتہ اس کے پیچھے ہو لیا۔ وہ ایک مکان میں داخل ہوئی۔ اور تھوڑی دیر بعد باہر آئی اور اس شقی سے کہا میرے اولیاء نے عہد کیا ہے کہ وہ مجھے نہ بیاہیں گے مگر تین ہزار دینار سُرخ اور ایک غلام اور ایک لونڈی پر۔ اس نے کہا یہ مہر تیرے لئے حاضر ہے مجھے قبول ہے۔ اُس شقیہ نے کہا کہ اور بھی ایک شرط ہے۔ اُس نے کہا وُہ کیا۔ اُس شقیہ نے کہا کہ علیؓ بن ابی طالب کو قتل کرنا۔

یہ سُن کر وُہ شقی بولا کہ خرابی ہو تجھ کو اُن کے قتل پر کس کو قابو ہو سکتا ہے۔ وہ تو مردانِ شہسواران کے شہسوار ہیں اور یہ کہ وہ مفردِ میدانِ شجاعت ہیں۔ وُہ بدذات بولی کہ بس بہت بات نہ کر ہم کو اُن کا قتل ہونا مال سے بھی زیادہ پیارا ہے۔ اگر تو کر سکتا ہے تو کر ورنہ اپنا راستہ لے۔

جب نابکار شقی نے یہ سختی اس بدنہاد کی دیکھی تو اُس سے کہا کہ اللہ کی قسم کہ وہ تو

اسی مقصد سے کوفہ آیا ہے لیکن جب تجھ کو دیکھا تو تیرے ساتھ شادی کو اُس پر مقدم کیا۔ اُس نے کہا بس بات یہی ہے جو میں نے تجھ سے کہی۔ اُس شقی نے کہا کہ پھر یہ تو بتاؤ کہ اگر میں نے ایسا کر بھی لیا تو مجھ کو یا تجھ کو کیا فائدہ ہو گا۔ اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ ایسا کر کے میں جانبر نہیں ہو سکتا۔

اُس بدذات نے کہا کہ اگر ان کو قتل کر کے تو بچ گیا تو تُو اپنی مُراد کو پہنچ گیا۔ میرے دل کو بھی تو ٹھنڈا کر دے گا اور پھر میری تیری خوب میٹھی بسر ہو گی اور اگر تو مارا گیا تو تیرے لئے اللہ کے یہاں جو منزلت ہے وہ دُنیا و ما فیہا سے بھی بہتر ہے۔

آخر اُس شقی الناس نے کہا کہ مجھے قبول ہے۔ پھر اُس بدنہاد نے اپنے قبیلہ کے ایک برادر کو بھی اس شقی کی مدد کے لئے آمادہ کیا اور یہ شقی خود بھی ایک دوسرے بدکردار خارجی شبیب بن بجرہ اشجعی سے ملا اور بزعم باطل خود اس سے کہا کہ اے شبیب کیا تجھ کو دُنیا اور آخرت کی بزرگی چاہیئے۔ اس نے کہا وہ کیا۔ کہا کہ علی رضی اللہ عنہ بن ابی طالب کے قتل پر میری مساعدت کر۔ اُس نے کہا تیری ماں تجھ پر روئے یہ تو تُو ایسی بات لایا ہے جو کہ ناشدنی اور سخت کڑی ہے۔ کیوں کر تو ایسا کر سکنے کی قدرت پا سکتا ہے۔

اُس شقی نے کہا۔ اُن کا کوئی چوکی پہرا نہیں اور وُہ مسجد کو تنہا آیا کرتے ہیں۔ ہم کمین میں بیٹھ جائیں گے اور جب وُہ نماز کو آویں گے تو اُن کو قتل کر دیں گے۔ اگر ہم بچ نکلے تو اپنے بھائیوں کا بدلہ لے کر اپنا دل ٹھنڈا کریں گے۔ اور اگر مارے گئے تو دنیا و آخرت کی سعادت اور ذکر بلند اور جنت حاصل کریں گے آتش بد ہنش اُس نے کہا کم بخت حضرت علی رضی اللہ عنہ اسلام میں بڑے سوابق رکھتے ہیں اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ اُن کے بڑے بڑے سوابق اور مقامات ہیں میرا دل اس پر ہرگز منشرح نہیں ہوتا۔ اُس شقی نے کہا کہ ٹوٹا ہو تجھ کو کیا تو نہیں جانتا کہ اُنھوں نے اللہ کے دین میں آدمیوں کو حکم بنایا اور ہمارے نیک بھائیوں کو تہ تیغ کیا تو ہم ایسا کر کے اپنے بعض بھائیوں کا بدلہ اُن سے لیں گے تجھے اپنے اس دین میں شک نہ ہونا چاہیئے۔

غرضکہ آخرکار وہ نابکار بھی آمادہ ہوگیا۔ اور اُس شقیہ بدذات کے پاس تینوں نابکار آ ئے جوکہ ابن ملجم شقی کی مخطوبہ محبوبہ تھی۔ وہ نام نہاد جامع مسجد کوفہ میں معتکف بنی بیٹھی تھی۔

سترھویں رمضان المبارک جمعہ کی شب کو قتل نماز صبح اُس کے خیمہ اعتکاف سے نکلے۔ اُس نے ان کے لئے دعا بزعم خود کی اور تلواریں اور خنجر لے کر مسجد کے دروازے کے چھتے میں آ چھپے۔ حضرت امیرالمؤمنین رضی اللہ عنہ اُس شب میں بوقت سحر بیدار ہوئے تو اپنے صاحبزادے محترم حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ آج شب میں میں حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہُوا۔ میں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں کیا عرض کروں جو جو سختیاں اور تکالیف مجھ کو حضور کی اُمت سے پہنچیں اور پہنچ رہی ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ تم اُن پر بددعا کرو۔ میں نے کہا اے اللہ مجھ کو ان سے جو بہتر رفقاء میرے لئے ہوں وہ مجھے عطا کر اور ان کو جو ان کے لئے بُرا ہو مجھ سے وہ ان پر مُسلط کر۔

اس کے بعد ہی ابن النباح مؤذن آپ کے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ نماز تیار ہے۔ حضرت دولت خانہ سے برآمد ہُوئے۔ راستے میں سوتے ہوؤں کو پکارتے ہُوئے کہ نماز نماز اُٹھو۔ جانب مسجد روانہ ہُوئے۔

راہ میں بہت سی بطیں شور کرتی ہوئی حضرت کے سامنے ہوگئیں لوگوں نے ان کو ہٹانا چاہا تو فرمایا۔ ان کو چھوڑ دو یہ نوحہ کرر ہی ہیں۔ اسی طرح حضرت مسجد کے دروازے میں داخل ہوئے۔ ابن النباح مؤذن آگے آگے اور حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت کے عقب میں تھے کہ تلوار کی ایک چمک لوگوں نے دیکھی اور آواز سُنی کہ اے علی حکم اللہ کے لئے ہے تمہارے لئے نہیں اور حضرت کی ذاتِ مقدسہ پر حملہ کیا جو کہ طاقِ دیوار پر خالی گیا۔ یہ شبیب خبیث کا وار تھا۔ وہ خالی وار دیکھ کر فرار ہوگیا۔ فوراً ہی اشقی الناس ابن ملجم ناری نے حضرت کے فرقِ مُبارک پر وار کیا جو کہ پیشانی مبارک کو لیتا ہوا دماغ تک پہنچا۔

حضرت نے نعرۂ اللہ اکبر بلند کر کے فرمایا کہ کعبہ کے رب کی قسم کہ میں تو شہادت سے فائز ہو گیا۔ اور فرمایا کہ اس کتے کو پکڑو جانے نہ پائے۔ لوگ ہر طرف سے اس شقیِ ازلی پر دوڑ پڑے۔ ایک شخص نے اس پر اپنی کملی ڈال دی اور اس کو زمین پر گرا کر اس کے سینہ پر چڑھ بیٹھے۔ اور تلوار اُس سے چھین لی۔ اور وہ نابکار اشقی الناس پکڑ لیا گیا۔ تیسرا نابکار وردان وُہ فرار ہو کر اپنے مکان میں جا چھپا۔ مگر ایک شخص نے اس کا تعاقب کیا اور اُس کے مکان میں گھُس کر اس کو جہنم واصل کر ہی دیا۔

حضرت نے جعدہ ابن ہبیرہ کو نماز کی امامت کا حکم دیا اور خود حضرت کو دولتخانہ لایا گیا۔ اُس شقی ازلی کو بھی لا کر خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ اس کی طرف دیکھ کر فرمایا جان کے جان قصاص میں ہے۔ اگر میں مر جاؤں تو اس کو قتل کرنا اور اگر میں بچ گیا تو میں خود فیصلہ کروں گا اس شقی ازلی نے کہا۔ اللہ کی قسم کہ میں نے یہ تلوار ایک ہزار کو خریدی ہے اور ایک مہینہ اور برداشت ایک سال اس کو زہر پلایا ہے اگر یہ بچ جاویں اور یہ میرا وار کارگر نہ ہو تو خدا اس کو پیس دے۔

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ تعالیٰ نے گریہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اسے دشمن خدا تو نے امیر المؤمنین کو مار ڈالا۔ وُہ بد بخت بولا کہ میں نے تو تمہارے باپ کو مارا ہے۔ اُنہوں نے فرمایا کہ اے دشمن خُدا میں اللہ سے آرزو کرتی ہوں کہ امیر المؤمنین پر یہ وار تیرا کاری نہ ہو۔ بد بخت بولا کہ پھر کیوں تم گریہ کرتی ہو۔ اللہ کی قسم میں نے ایسے وار کیا ہے کہ اگر تمام شہر والوں پر یہ وار ہوتا تو کوئی بھی ان میں سے نہ بچتا۔ اس کے بعد وہ شقی باہر نکالا گیا۔

لوگ اس پر لعنت کرتے اور کہتے کہ اے دشمن خُدا تُو نے تمام لوگوں کے بہتر کو قتل کیا ہے۔ یعنی اپنے عمر شریف میں کہ بالیقین رُوئے زمین پر اس وقت آپ سے افضل و بہتر کوئی ہستی نہ تھی۔ پھر وُہ قید کر دیا گیا۔

حضرت نے حکم دیا کہ اس کو قید کر دو اور اس کو نفیس کھانا دیا کرو اور بچھونا اس کو نرم دو۔ اگر میں زندہ رہا تو میں اپنے قصاص کا حاکم ہوں، اور اگر میں وفات پاؤں تو

اس کو بھی میرے پیچھے کر دینا۔ میں رب العالمین کے حضور اس پر دعویٰ کروں گا۔

اس کے بعد حضرت شیر خدا یوم جمعہ اور یوم شنبہ کو اسی زخم کی حالت میں رہے۔ شب یکشنبہ انیسویں رمضان المبارک ۴۰ھ ہجری کو اس دارِ فانیہ سے رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

وفات حسرت آیات سے پہلے حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بہت سے وصایا فرمائے۔ ان میں فرمایا کہ اے بنی عبد المطلب مُسلمانوں کے خونوں میں نہ پڑنا کہنے لگو کہ امیر المؤمنین مارے گئے لہذا لوگوں کو تم مارنے لگو خبردار میرے قاتل کے سوا کسی کو قتل نہ کرنا۔ جس طرح اس نے ایک وار مجھ پر کیا اس کو بھی ایک ہی وار میں قتل کرنا اس کا مُثلہ نہ کرنا۔ اس لئے کہ میں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو فرماتے سُنا ہے کہ کاٹنے والے کتّے کا بھی مُثلہ نہ کیا کرو۔

آپ کی وصیّت مبارکہ کا ترجمہ

چونکہ حضرت کا وصیّت نامہ ہر مُسلمان کے تمام تر صلاحِ دُنیا و آخرت اور تحصیل معالی اخلاق کے لئے بے نظیر مکمل درس ہے اس لئے بہ نظر استفادۂ مسلمین یہاں اُس کا ترجمہ درج کرنا نہایت مناسب اور مُفید معلوم ہُوا۔ حق تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو سبق آموزی اور حسن عمل ان بہترین وصایا نے عالیہ پر کرامت فرما کر دارین کی سعادت بخشے۔ آمین۔

یہ وُہ وصایا ہیں کہ وصیّت کی ان کی علیؓ بن ابی طالب نے جو کہ بھائی ہیں حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور حضور کے چچا کے بیٹے اور حضور کے صحابی۔

سب سے اوّل میری وصیت کا سرنامہ یہ ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسُول اور اس کے چنیدہ ہیں کہ چُن لیا ہے اس نے ان کو اپنے علم سے اور پسند فرمالیا ہے ان کو اپنی خلقت کے لئے اور یہ کہ تحقیق اللہ تعالیٰ پھر اٹھا کر کھڑا کرنے والا ہے ہر ایک کو جو قبر میں ہے اور حساب لینے والا ہر ایک سے آدمی کے اعمال کا اور وُہ جو کچھ ہو رکہ سینو ں میں ...

ہے اس کو جانتا ہے۔

پھر میں تم کو وصیت کرتا ہوں اسے حسنؓ اور کافی ہے تم کو وہی وصیت جو کہ وصیت فرمائی ہے اُس کی مجھ کو حضور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پس جب کہ یہ ہو لئے تو تم اپنے مکان کو پکڑ لینا اور اپنے گناہوں پر روتے رہنا اور دُنیا ہرگز تمہاری انتہائے فکر نہ ہو اور اے فرزند میرے وصیت کرتا ہوں میں تم کو نماز کی اُس کے وقت پر اور زکوٰۃ کی اس کے مستحق پر اور چُپ رہنا شبہ کے وقت اور میانہ روی کی حالت رضا و غضب میں اور پڑوسی کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی اور مہمان کا اکرام کرنے کی اور مشقت والے تنگ حال اور مبتلاؤں پر مہربانی کرنے کی اور صلۂ رحمی کی اور مساکین سے محبت رکھنے اور ان کے ساتھ بیٹھنے کی اور تواضع کی کہ وہ افضل ترین عبادت ہے اور موت کو یاد کرنے کی اور دُنیا میں زہد کرنے کی کہ تم موت کے مرہون ہو اور عرضۂ بلاء اور بیماری ہو اور تم کو اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں ظاہر میں اور باطن میں اور منع کرتا ہوں تم کو شرع کی مخالفت سے قول میں اور فعل میں اور جب کہ تم کو آخرت کا کوئی کام پیش آوے فوراً کر ڈالو اور جب دنیا کا کوئی کام پیش ہو تو اس کو سمجھ کے کرنا تاکہ خوبی سے کر سکو اور تہمت کی جگہوں سے دُور بھاگنا اور جن مجلسوں کی نسبت بُرا گمان کیا جاتا ہو اُن میں ہرگز نہ بیٹھنا اس لئے کہ بد مصاحب آدمی کو بگاڑ دیتا ہے اور اے فرزند اللہ کے لئے کام کرنے والا ہو جانا اور فحش کاری سے سخت منع کرنے والا اور نیکی کا حکم کرنے والا اور بُرائی سے روکنے والا اور اللہ کے واسطے دوستی کرنا اور نیک کو اس کی نیکی کی وجہ سے محبوب رکھنا اور فاسق سے مدارات کرنا اپنے دین بچانے کے لئے اور دل سے اس کو مبغوض رکھنا اور اپنے اعمال سے اس کو ہٹانا تاکہ اُس جیسے نہ ہو جاؤ اور راستوں میں ہرگز نہ بیٹھنا اور جدال سے دُور بھاگنا اور بے عقل کی صحبت سے دُور رہنا اور اپنی معیشت اور عبادت میں میانہ روی اختیار کرنا اور ایسا طریقہ لینا کہ جس کو ہمیشہ نباہ سکو اور سکوت کو پکڑنا کہ یہی ذریعہ سلامتی کا ہے اور اپنے اچھے اعمال آگے بڑھانا اور نیکی سیکھنا اس کا ثمرہ تم کو معلوم ہو جائے گا۔

اور اللہ کو ہر حال میں یاد رکھنا اور اپنے گھر والوں میں چھوٹوں پر مہربانی رکھنا اور بڑوں کی توقیر کرنا اور کوئی کھانا نہ کھانا جب تک کہ پہلے اُس میں سے کچھ صدقہ نہ کر دو اور روزہ لازم پکڑو کہ یہ بدن کی زکوٰۃ ہے اور روزے دار کے لئے سپر ہے اور اپنی جان پر مجاہدہ اختیار کرنا اور اپنے ہم نشین سے ہوشیار رہنا اور دشمن سے بچتے رہنا اور ذکر الٰہی کی مجالس کو پکڑ لینا اور دعا و زاری بکثرت کیا کرنا تحقیق میں نے تمہاری بھلائی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہیں رکھا ہے اور اب یہ میرے تمہارے درمیان وقتِ مفارقت ہے اور تمہارے بھائی محمد یعنی ابن الحنیفہ کی نسبت تم کو خاص وصیت کرتا ہوں وہ تمہارے باپ کے بیٹے ہیں اور جو محبت مجھ کو اُن سے ہے وہ تم جانتے ہو اور لیکن حسینؓ سو وہ تمہارے حقیقی برادر اور تمہاری والدہ ماجدہ کے فرزند ہیں اور اللہ کو تم سب پر اپنا خلیفہ کرتا ہوں اور اُسی سے مانگتا ہوں کہ تم سب کو درست کرکے اور تمام باغی اور طاغیوں کو تم سے دُور رکھے۔ اے حسنؓ میرے مارنے والے کی خوب نگہداشت کرو اور میرے کھانے میں سے اس کو کھلاؤ اور میرے پینے میں سے اس کو پلاؤ اور تم پر صبر لازم ہے۔ صبر کرنا۔ یہاں تک کہ اللہ اس کام کو پورا کر دے اور اے حسنؓ میرے کفن میں غلو نہ کرنا۔ میں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ کفن میں غلو نہ کیا اور دونوں چالوں کے درمیان چلا کرو۔ اگر آگے میرے لئے خیر ہے تو تم نے خیر کی طرف مجھے جلد بڑھا دیا اور اگر شر ہے تو تم نے اپنے کاندھوں سے بوجھ ہلکا کیا۔ اے بنی عبدالمطلب خبردار کہ میرے بعد تم مسلمانوں کا خون بہاؤ یہ حجت کرکے کہ تم لوگوں نے امیر المومنین کو قتل کیا ہے۔ خبردار ہرگز ہرگز سوائے میرے قاتل کے کسی کو قتل نہ کرنا اس کے بعد بجز لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کے پھر نفسِ اخیر تک کوئی کلمہ زبانِ مبارک سے نہیں نکالا۔

سبحان اللہ کیا معارف گنجینے اور خیرِ دُنیا و آخرت کے انمول جواہرات کلمات عالیہ میں جمع فرما دیئے ہیں جس کو ان پر توفیق عمل ہو سرداری دارین کی اس کو حصول ہو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان بیش بہا نصائح پر توفیق عمل بخشے۔ آمین۔

بعد وفات شریف کے حضرات حسنین اور اُن کے برادر علاتی حضرت محمد بن الحنیفہ

اور برادر چچا زاد حضرت عبداللہ بن جعفر نے حضرت کو غسل دیا اور نمازِ جنازہ حضرت سیّدنا امام حسنؓ مجتبیٰ نے پڑھائی۔

مدفن مبارک میں بہت اختلاف ہے۔ مشہور روایت یہی ہے کہ کوفہ کے دارالامارۃ ہی میں شب ہی میں دفن فرمائے گئے اور بہت اقوال ہیں۔ عمر شریف حضرت کی بوقتِ شہادت بروایتِ مشہور پینسٹھ سال کی تھی۔ تین کپڑوں میں حضرت کفنائے گئے جس میں نہ کُرتہ تھا نہ عمامہ۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کرم اللہ وجہہ۔ اللھم ادم دیمہ الرضوان علیہ الخ۔

ابن ملجم کا انجام

جب حضرت کے دفن سے فراغت ہُوئی تو صُبح کو حضرت سیّدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلِ کوفہ نے بیعت کی۔ آپ نے منبر پہ ہی اپنے والد ماجد کی وفات حسرت آیات پر آبدیدہ ایک پُر مغز خطبہ فرمایا۔ اس کے بعد ابن ملجم شقی کو حاضر کرنے کا حکم دیا۔ چنانچہ وُہ حاضر کیا گیا۔

آپ نے حسب وصیت حضرت سیّدنا امیرالمؤمنین کرم اللہ وجہہ اس کے قتل کا حکم دیا۔ جب اس کو قتل کے لئے لے چلے تو اس نے حضرت سیّدنا امام حسنؓ سے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ سے کچھ سرگوشی کروں۔ آپ نے منظور نہ فرمایا بلکہ اپنی تلوار طلب فرمائی اور فرمایا کہ یہ دشمنِ خدا چاہتا تھا کہ سرگوشی کے حیلہ سے میرا کان کتر لے۔ اُس بدبخت نے سُن کر کہا کہ اللہ کی قسم اُس کا یہی ارادہ تھا۔ اُس کے بعد آپ نے تلوار سے اس کا سر قلم فرمایا اور حسب وصیت حضرت سیّدنا امیرالمؤمنین کرم اللہ وجہہ اُس کے مُثلہ کرنے سے منع فرمایا۔ لیکن شدتِ تاثیر حادثہ اور بکمالِ خبث خبیث نے حضرت سیّدنا امام حسینؓ اور حضرت سیدنا محمد بن الحنیفہؓ کو ضبط نہ ہونے دیا۔ دونوں سادات نے اُس کے ہاتھ پیر اعضاء کاٹ کر ایک پنجرہ میں رکھ کر آگ میں جلا کر خاک کیا اور ہمیشہ کے لئے اس کے مقر اصلی جہنم کو داخل کیا۔

حضرت سیدنا امام حسن فرماتے ہیں کہ میں آپ کی شہادت کی رات میں بستر سے اُٹھا تو دیکھا کہ آپ نماز کی جگہ میں نماز ادا فرما رہے ہیں پھر مجھ سے فرمایا۔ اے بیٹے اپنے گھر والوں کو اٹھاؤ کہ وہ نماز پڑھیں۔ پس تحقیق آج اس جمعہ کی رات ہے کہ جس کی صبح کو غزوۂ بدر ہوا تھا اور میں نے ابھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا اور میں نے حضور میں گلہ پیش کیا اُن تکالیف کا جو اُمت سے مجھ کو پہنچ رہی ہیں۔ حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سُن کر فرمایا کہ اُن پر بددعا کرو۔ چنانچہ میں نے یہ دعا کی کہ اے اللہ مجھ کو ان سے بہتر ساتھی عطا کر دے اور ان کو مجھ سے بدبدل دے یہی خواب بیان فرما رہے تھے کہ آپ کے مؤذن نے حاضر ہو کر نماز کی اطلاع کی اور حضرت جامع مسجد کو روانہ ہوئے۔ جہاں کہ وہ عالم سوز حادثہ ہولہ انا للہ وانا الیہ راجعون ہ

اس روایت سے تاریخ پلٹ کر آنے پر اُس کے اثرات کے وجود برکات و انوار کا ثبوت بھی ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ۳۸ سال کے بعد اس شب میں آپ نے صاحبزادہ جلیل القدر کو حکم دیا کہ اُٹھو اور گھر والوں کو بھی بیدار کرو کہ اس شب میں نوافل کی کثرت کریں کہ یہ رات نہایت برکات کی شب ہے کہ اسی کی صُبح کو یعنی بتاریخ ہفدہم رمضان شریف یوم جمعہ کو ہی غزوۃ الفرقان ہُوا ہے۔

یہ روایت بھی منجملہ دلائل واضحہ تعین تاریخ کے واضح دلیل ہے اور اس تعین کے استجاب پر نہایت روشن برہان ہے۔ امام زہری سے مروی ہے کہ آپ کی شہادت باکرامت کے دن بیت المقدس میں جو پتھر اُٹھایا جاتا تھا اُس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا تھا۔

آپ کی شہادت کی خبر جب مدینۂ طیبہ پہنچی تو حضرت سیدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سُن کر فرمایا کہ اب عرب بے سرے ہو گئے۔ جو چاہیں کریں کوئی ان کو باز رکھنے والا اب نہ رہا۔

آپ کی شہادت کے وقت آپ کی چار ازواج تھیں اور دس لونڈیاں امہات اولاد اور بعض روایات میں ۱۹ لونڈیاں امہات اولاد تھیں۔ جن سے چودہ ذکور صاحبزادگان

اور اٹھارہ صاحبزادیاں وجود میں آئیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہا وعنہم اجمعین۔

اللّٰھم ادم ودیما لضوان علیہ وامدنا بالاسرار التی اودعتھا لدیہ۔

حلیہ مبارک و اولاد

آپ کا قد مبارک درمیانہ تھا۔ پتلیاں آنکھوں کی نہایت سیاہ بڑی آنکھیں نہایت حسین چہرہ انور گویا کہ بدر تمام شکم مبارک بڑا۔ سینہ مبارک کشادہ۔ شانہ ہائے مبارک خوب چوڑے شانوں کی ہڈیوں مبارک کے سرے ایسے تھے جیسے شیر ببر کے ہوتے ہیں۔ بدن مبارک بھرا ہوا۔ کلائی ہاتھ کی اس کے ساق سے مساوی معلوم ہوتی تھی۔ گٹھا ہوا جسم انور کفِ دست مبارک نہایت کلاں تمام بدن مبارک کی ہڈیوں کے جوڑ نہایت بڑے اور مستحکم۔ گردن مبارک نہایت نرم اور سپید گویا کہ چاندی کی صراحی ہے۔ سامنے سے سر مبارک بالکل چکنا پیچھے سے دو باریک چوٹیاں تھیں۔ داڑھی مبارک خوب گھنی اور بڑی کہ سینۂ مبارک کو بھرے ہوئے تھی۔

ابو لبید کہتے ہیں کہ آپ نے وضو کرتے ہوئے عمامہ مبارکہ سرِ اطہر سے جدا کیا تو میں نے دیکھا کہ آپ کا سر مبارک ایسا چکنا ہے جیسی میری ہتھیلی۔

ابو سعید تیمی کہتے ہیں کہ ہم نوجوان تھے اور بازار میں کپڑے بیچا کرتے تھے جب آپ پر ہماری نظر پڑتی تو ہم کہتے بزرگ شکم یعنی بڑے پیٹ والے۔

ایک بار آپ نے دریافت فرمایا کہ یہ لڑکے کیا کہتے ہیں۔ لوگوں نے اس کلمہ کا ترجمہ عرض کیا۔ فرمایا بے شک اس کے بالائی حصہ میں علم ہے اور نیچے کی جہت میں کھانا ہے۔

امام شعبی فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ کے بال سر مبارک اور داڑھی مبارک کے اس وقت سفید مثل سفید روئی کے تھے۔ جب چلتے تو آگے زور دے کر چلتے۔ جب کسی کے ہاتھ کو پکڑ لیتے تو اس کی سانس رک جاتی تھی۔ وہ سانس نہیں لے سکتا تھا۔ جب میدانِ جنگ میں چلتے دوڑتے ہوئے چلتے۔

دل نہایت قوی۔ حواس نہایت پکے۔ جب کسی سے کشتی کی اس کو پچھاڑا کبھی آپ کو کسی نے نہ پچھاڑا۔ نہایت بہادر کارزار میں ہمیشہ حریف پر آپ غالب رہے۔

جن حضرات کو آپ کی بے نظیر بہادری و شجاعت کے کارناموں کے مطالعہ کا شوق ہے وہ کتب سیر و تواریخ معتبرہ میں مُطالعہ کریں۔

اُوپر بیان ہوا کہ حضرت کے چودہ صاحبزادے اور اٹھارہ صاحبزادیاں تھیں ان کے اسماءِ گرامی تبرکاً درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ مجتبیٰ۔

۲۔ حضرت سیدنا امام حسین شہید الشہداء۔

۳۔ حضرت سیدنا محسن جو کہ ایام رضاعت میں ہی زینت بخش جناں ہوئے۔ ان ہر سہ سادات کی والدہ ماجدہ حضرت سیدۃ النساء فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔

۴۔ حضرت سیدنا محمد اکبر جو کہ محمد بن الحنیفہ کے لقب سے مشہور ہیں ان کی والدہ ماجدہ قبیلۂ بنی حنیفہ میں سے تھیں۔

۵۔ حضرت سیدنا عباس اکبر۔

۶۔ حضرت سیدنا عثمان۔

۷۔ حضرت سیدنا جعفر۔

۸۔ حضرت سیدنا عبداللہ اکبر۔ ان کی والدہ ام البنین وحیدیہ کلابیہ ہیں۔

۹۔ حضرت سیدنا ابوبکر۔ یہ سب سادات اپنے برادرِ معظم حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ وعنہم کے ہمرکابی میں شہادت سے مشرف ہوئے۔

۱۰۔ حضرت سیدنا عبداللہ حضرت سیدنا ابوبکر کے حقیقی بھائی تھے جنہیں مختار ثقفی نے شہید کیا۔

۱۱۔ حضرت سیدنا محمد اصغر۔ یہ بھی کربلا میں شہید ہوئے۔

۱۲۔ حضرت سیدنا یحییٰ۔

۱۳۔ حضرت سیدنا عون۔ ان کی والدہ محترمہ سیدہ اسماء بنت عمیس صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا ہیں۔

۱۴۔ حضرت سیدنا عمر اکبر۔ ان کی والدہ ام حبیب تغلبیہ ہیں۔

۱۵۔ حضرت سیدنا محمد اوسط ان کی والدہ ابو العاص کی بیٹی ہیں۔

جن مورخین نے حضرت محسن کو آپ کے پس ماندگان میں نہیں شمار کیا ہے ان کے اعداد سے چودہ ہی صاحبزادگان ہوتے ہیں۔

صاحبزادیاں۔

۱۔ حضرت سیدہ اُم کلثوم کبریٰ۔

۲۔ حضرت سیدہ زینب کبریٰ۔ حقیقی ہمشیرگان سادات حسنین رضی اللہ عنہما۔

۳۔ حضرت سیدہ رقیہ۔

۴۔ حضرت سیدہ ام الحسن۔

۵۔ حضرت سیدہ رملہ کبریٰ۔

۶۔ حضرت سیدہ اُم ہانی۔

۷۔ حضرت سیدہ میمونہ۔

۸۔ حضرت سیدہ رملہ صغریٰ۔

۹۔ حضرت سیدہ زینب صغریٰ۔

۱۰۔ حضرت سیدہ اُم کلثوم صغریٰ۔

۱۱۔ حضرت سیدہ فاطمہ صغریٰ۔

۱۲۔ حضرت سیدہ اُمامہ۔

۱۳۔ حضرت سیدہ خدیجہ۔

۱۴۔ حضرت سیدہ اُم الکرام۔

۱۵۔ حضرت سیدہ اُم سلمیٰ۔

۱۶۔ حضرت سیدہ اُم جعفر۔

۱۷۔ حضرت سیدہ دجمانہ۔

۱۸۔ حضرت سیدہ تقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن وعن سائر آلِ بیت سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الکرام وتابعیھم باحسان الیٰ یوم القیام آمین۔

صاحبزادگان والا منزلت وشان کے اسمائے گرامی پر غور کرنے سے منصف مزاج حضرات پر ایک نکتہ اور کھلتا ہے۔ وہ یہ کہ ہر سہ خلفاء راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کے اسمائے گرامی پر آپ نے اپنی اولاد امجاد کے نامِ مبارک رکھے ہیں۔ جو نا سمجھ اپنی عقل و دانش دین کے دشمن آپ کے اور ہر سہ خلفائے کرام کے اثبات عداوت کرتے ہیں یا معاذاللہ ان حضرات عظام کی شان عالی دینی میں گستاخی کرتے ہیں۔ اُن کے لئے یہ بھی تازیانۂ عبرت ہے۔

اگر معاذاللہ حضرت شیر خدا اور ہر سہ کرام خلفاء کے ادنیٰ دینی تباعد یا تنافر در کنار دُنیاوی مُنافرت بھی ہوتی تو ہرگز کوئی ادنیٰ عقل والا بھی اپنے مخالف یا ضد کے نام پر اپنی اولاد کے نام رکھنا قبول نہیں کرتا ہے چہ جائیکہ حضرت اسد اللہ الغالب کرم اللہ وجہہ کیوں کر اس امر کو خود بذاتِ مُبارک فرماتے۔ محبین مفضلین کے لئے نہایت عجیب نکتہ ہے جو مخالف پر دنداں شکن جواب خاموش ہے۔

اللہ تعالیٰ ہر مُسلمان کو راہِ اعتقاد صحیح وعقیدت وادب مقبول سب اکابر کی شان میں کرامت فرمائے۔

حضرت عمرو بن عثمان روایت کرتے ہیں کہ حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ کی مہر مبارک پر الملک اللہ نقش تھا۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی مہر مبارک پر نِعمَ القَادِرُ اللہ نقش تھا۔ دونوں روایات کی جمع یوں ممکن ہے کہ اوّل مہر پہ ایک نقش ہو اور دوسری مہر پہ دوسرا کلمہ کندہ ہو۔

اس قدر باگ قلم کو روکنا بس ہے ورنہ حضرت کے مناقب وبیان کمالات کے لئے ضخیم مجلدات بھی بس نہیں۔

اللہ تعالیٰ ان تمام ساداتِ عظام کے طریقۂ مرضیہ پر چلنا نصیب فرمائے۔ ان سب

کی محبت اپنے لئے اور اپنے حبیب اعظم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہم سب اور تمام مسلمانوں کو عطا فرمائے۔ اسی پر زندہ رکھے۔ اسی پر وفات بسلامتی ایمان کرامت فرمائے۔ اسی پر ان کے زیر سایہ و امانِ عاطفت حشر نصیب فرمائے آمین والحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی اشرف خلقہ و آلہ و اصحابہ و حزبہ اجمعین۔

ناظرین منصفین باتمکین سے امید ہے کہ جو لغزشِ قلم پا دیں بعد تحقیق تمام حاشیہ پر اصلاح فرمائیں و دامنِ ستر سے پوشیدہ فرمائیں اس گنہگا سراپہ عجز و انکسار کو دعا ہائے عزت دارین سے یاد فرمائیں اللہ تعالیٰ تمام اہلِ اسلام و محبین کو دولت سعادت دارین کرامت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔



حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام حمد و ثنا اُسی خالق جلیل و اکبر کو ہے جس نے آفتابِ ہوا لتاب مصطفوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے تمام عالموں کو منور فرما کر ہم غلامانِ بارگاہ کو اس کے سایۂ رحمت میں پرورده فرمایا اور درود نامسدود اسی ذاتِ اطہر پہ نازل ہو کہ ذاتِ اقدس کو عین رحمت تمام جہانوں کے لئے مبعوث فرمایا اور حضور کی آل اطہار پر کہ جن کو سفینۂ نجات گردانا اور حضور کے تمام صحابہ و اخیار پر کہ جن کو اس ذات اعظم کی صحبت کا شرف سب سے غایت بخشا اور تمام اُن کے نیک متبعین و محبین پہ بھی ہو کہ تا قیام قیامت ان کے طریق مستحکم پر قائم رہیں آمین وسلم تسلیمًا کثیرًا۔

اما بعد یہ چند کلماتِ عقیدت سمات مختصر سیرت و مناقب لخت جگر حضور اشرف المخلوقین سیّدۃ النساء العالمین حضرت سیدتنا و مولاتنا فاطمۃ الزہرا ابو البتول رضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہا میں باصرار بعض محبین با خلاص و تمکین نہایت عجلت میں قلمبند کئے جاتے ہیں۔ حق تعالیٰ اپنے کرم خاص سے شرفِ قبولیت بخشے اور اس حقیر سراپا تقصیر عبد ضعیف محمد علی حسین صدیقی اور اولاد و ذریت حقیر کے لئے ذریعۂ نجات و حصول عز و افتخار دارین کا بنائے اور حضرت سیدہ مطہرہ اور ان کی ذریت طاہرہ کی محبت و غلامی کا تاج ہم سب کے سروں پر دارین میں برقرار رکھے۔ آمین۔

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت باسعادت میں متعدد روایات ہیں۔ صحیح تر یہی ہے کہ نبوت سے پہلے پانچ سال قبل آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ حضرت سیدتنا اُم المؤمنین خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا کی سب سے اخیر اولاد ہیں۔ نام مبارک آپ کا فاطمہؓ رکھا گیا۔ جس کے لئے ارشادِ عالی نبوی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دوزخ سے منقطع فرمادیا ہے۔ فطمؔ مصدر ہے جس کے معنی منع اور قطع کے ہیں۔ اسی لئے جب بچہ شیر خوار کا دودھ بند کیا جاتا ہے تو اس کو فطام کہتے ہیں یعنی دودھ ماں کا اس سے بند اور قطع کر دیا گیا اور چھڑا دیا گیا۔

بعض الفاظ شریفہ میں یہ بھی وارد ہے کہ آپ کو اور آپ کی ذریت طاہرہ کو دوزخ سے اللہ تعالیٰ نے چھڑا دیا ہے۔ اسی لئے نام مبارک آپ کا فاطمہؓ ہوا۔

لقب شریف آپ کا زہراء اور بتول ہے۔ زہراء کا سبب تسمیہ یہ ہے کہ آپ کی ذاتِ مطہرہ کو حق تعالیٰ نے مثل دیگر مستورات کے ایام معمولی حیض و نفاس سے پاک فرمایا تھا۔ اور بتول کا سبب تسمیہ یہ ہے کہ بتول کے معنی ہیں منقطع کے۔ یعنی آپ اپنی فضیلت دین اور نسب اور افضلیت میں بے مثل ہیں۔ آپ کا عورتوں میں کوئی ہمسر نہیں اس لئے اپنی رفعت مقامی میں تمام عورتوں سے منقطع رہیں۔ کسی کو آپ کے مقام کی دسترس ہی نہیں۔

کنیت شریفہ آپ کی ام محمدؐ تھی۔ بعض روایات میں وارد ہے کہ آپ کی ولادت بعد بعثت شریفۂ نبویہ کے ایک سال بعد ہوئی مگر یہ روایت بالکل بے اصل اور غیر صحیح ہے۔ کسی طرح اس کا ثبوت درست نہیں۔ صحیح قول وہی ہے جو اوپر لکھا گیا۔

اللّٰھم ادم دیم الرضوان علیھما الخ۔

فضائل و خصائل

امامین بخاری و مسلم حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سب ازواج مطہرات (مرض وفات شریف میں) خدمت اقدس میں حاضر تھے کہ حضرت سیدہ فاطمہؓ حاضر خدمت ہوئیں کہ ان کی چال حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی روش مبارک سے چھپی ہوئی نہ تھی۔ جب حضورؐ کی نگاہ مبارک اُن پر پڑی تو فرمایا مرحبا ہو میری بیٹی کے لئے۔ پھر اپنے بازو اُن کو بٹھایا اور کان میں کچھ سرگوشی فرمائی تو وہ زار زار رونے لگیں۔ جب

اُن کا یہ غم ملاحظہ فرمایا تو پھر دوبارہ ان سے سرگوشی فرمائی پس وہ ہنسنے لگیں۔

جب وُہ خدمتِ اقدس سے اٹھیں تو میں نے اُن سے پُوچھا کہ حضورؐ نے کیا آپ سے سرگوشی فرمائی۔ فرمایا کہ میں حضور کا راز افشا نہیں کر سکتی۔ پھر جب حضورِ انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وفات پائی تو میں نے اُن سے کہا کہ میں اُس حق کی قسم آپ کو دیتی ہوں جو کہ میرا آپ پر ہے یعنی بوجہ اُم المؤمنین ہونے کے مجھے بتائیے کہ حضورؐ نے آپ سے کیا سرگوشی فرمائی تھی۔

اُنھوں نے فرمایا کہ ہاں اب البتہ بتاؤں گی۔ پہلی بار سرگوشی میں مجھ سے فرمایا کہ حضرت جبریل علیہ السلام ہر سال مجھ سے قرآن کا دور ایک بار کیا کرتے تھے۔ اس بار اُنھوں نے مجھ سے دو بار دورِ قرآن کیا ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ یہ میری قربِ وفات کی علامت ہے۔ پس بیٹی تم اللہ سے ڈرنا اور صبر کرنا۔ پس تحقیق میں تمہارے لئے بہترین پیشرو ہوں۔ یہ سُن کر میں رونے لگی۔ جب میرا یہ حال ملاحظہ فرمایا تو دوبارہ مجھ سے سرگوشی کی اور فرمایا کہ اے فاطمہ کیا تم اس سے خوش نہیں کہ تم تمام جنّت کی بیبیوں کی سردار ہو۔

نیز امامین بخاری و مسلم حضرت مسوّر بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ تحقیق حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فاطمہؓ میرے بدن کا ایک ٹکڑا ہیں جس نے ان کو غصّہ کیا اُس نے مجھ کو غصّہ دیا۔ اور جس نے اُن کو اذیت دی اس نے مجھ کو اذیت دی۔

امام ترمذی جُمیع بن عمیر سے راوی ہیں کہ میں اپنی پھوپھی کے ہمراہ حضرت ام المؤمنین سیّدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت میں حاضر ہُوا۔ اُن سے میں نے پوچھا کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ کون پیارا تھا فرمایا کہ حضرت فاطمہؓ۔ پھر کسی نے اُن سے پوچھا کہ مَردوں میں۔ فرمایا اُن کے شوہر۔ جہاں تک کہ میرا علم ہے وُہ بڑے نمازی بڑے روزہ دار تھے۔ یعنی حضور کے اقرباء میں سب سے زیادہ پیاری حضرت سیّدہ اور پھر حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما تھے۔ جس کی تصریح ارشادِ نبوی سے ہے حضرت امیر المؤمنین حیدرِ کرار کرم اللہ وجہہ کے مناقب بہشت چہارم میں کیا جا چکا ہے۔ ۳۱، ۴۰، حضرت سیدنا

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت میں کوئی منافض نہیں ہے۔ اس لئے کہ صحیح بخاری وغیرہ کی روایت مناقب صدیقیہ بہشت اوّل میں بیان ہو چکی ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حضور کو سب سے زیادہ کون پیارا ہے۔ فرمایا عائشہؓ۔ انہوں نے عرض کیا کہ مردوں میں فرمایا اُن کے باپ۔ میں نے عرض کیا اُن کے بعد فرمایا عمرؓ۔ پھر میں چپ ہو گیا اس خوف سے کہ میں کہیں بالکل آخیر میں نہ ڈالا جاؤں۔

لہٰذا یہ محبوبیت علی العموم ہے اور یہاں حضرت صدیقہ کے ارشاد میں یا بعض دیگر آئندہ روایات میں جو محبوبیت وارد ہے وہ اقرباء کے اندر مخصوص ہے:

امام احمد و امام ترمذی حضرت حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک روز اپنی والدہ سے اجازت لی کہ مجھے اجازت دو کہ میں حضور کے ساتھ نماز مغرب پڑھوں اور اپنے لئے اور تمہارے لئے دعائے مغفرت طلب کروں۔ چنانچہ میں حاضر خدمت نبوی ہوا اور مغرب و عشاء کی نماز حضور کے ساتھ ادا کی۔ جب بعد نماز عشاء کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسجد شریف سے برآمد ہوئے تو میں پیچھے ہو لیا۔ راہ میں کسی نے حضورؐ کو روکا میں بھی پیچھے رُک گیا پھر آگے بڑھے میں بھی پیچھے ہو لیا تو حضورؐ نے میری آواز سنی اور فرمایا۔

کون ہے۔ کیا حذیفہ ہو۔ میں نے عرض کیا بے شک حضورؐ میں حذیفہ ہوں۔ فرمایا۔ کیا تمہاری حاجت ہے اللہ تم کو بھی بخشے اور تمہاری ماں کو بھی بخشے۔ پھر فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا اس کو جس نے مجھے راہ میں روکا تھا۔ میں نے عرض کیا بے شک دیکھا میں نے یا رسول اللہ۔ فرمایا کہ یہ ایک فرشتہ تھا جو آج کی رات سے پہلے کبھی نہیں اُترا تھا۔ اس نے اپنے رب سے میری زیارت کی اجازت لی اور میرے سلام کو آیا اور مجھے بشارت دی کہ تحقیق فاطمہؓ تمام جنّت کی بیبیوں کی سردار ہیں اور تحقیق حسنؓ اور حسینؓ تمام نوجوانان جنّت کے سردار ہیں۔ نیز امام ترمذی حضورؐ کے پیارے حضرت اسامہ بن زیدؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے درِ اقدس پہ بیٹھا تھا کہ حضرت عباسؓ و حضرت علیؓ حاضر ہوئے اور مجھ سے فرمایا کہ ہمارے لئے حضور سے حاضر خدمت ہونے کی اجازت

طلب کرو۔ میں نے عرض کیا یا رسُول اللہ علیؓ اور عباسؓ اجازت چاہتے ہیں۔ مجھ سے فرمایا جانتے ہو کیوں آئے ہیں۔ میں نے عرض کیا میں نہیں جانتا۔ فرمایا۔ لیکن میں جانتا ہوں۔ آنے دو۔

پس دونوں خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضورؐ ہم اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ حضورؐ سے دریافت کریں کہ حضورؐ کو اپنے اقرباء میں کون سب سے زیادہ محبوب ہے۔ فرمایا فاطمہ بیٹی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی۔ اُنھوں نے عرض کیا کہ ہمارے سوال کا مقصد دیگر اقرباء غیر اہل میں ہے۔ فرمایا کہ اُن میں سے زیادہ محبوب مجھ کو وہ ہیں جن پر اللہ نے نے انعام کیا ہے اور میں نے انعام کیا ہے (یعنی حضرت زید بن حارثہ جو کہ متبنیٰ صاحبزادے حضورؐ کے تھے) انھوں نے عرض کیا اُن کے بعد کون زیادہ محبوب ہے۔ فرمایا علیؓ بن ابی طالب تو حضرت عباسؓ نے عرض کیا کہ حضورؐ نے اپنے چچا کو سب کے آخر میں ڈالا۔ فرمایا کہ اے چچا علی تم سے ہجرت میں سبقت لے گئے ہیں۔

اس حدیث شریف سے بھی حضرت زید اور اُن کے صاحبزادے حضرت اسامہ کی جو کہ حبّ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پکارے جاتے تھے کوئی افضلیت حضرت سیدنا علی مرتضیٰ پر ثابت نہیں ہوتی۔ افضلیت شئے دیگر ہے اور محبت کے درجات بہت ہیں۔ نیز حضرت زید بن ارقمؓ راوی ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا علی اور حضرت سیدتنا فاطمہ اور حضرت سیدنا امام حسن و سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تمہارے دوست کا دوست ہوں اور تمہارے دشمن کا دشمن ہوں۔

حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور کی جانب میں عرض کیا کہ ہم دونوں میں کون حضور کو زیادہ محبوب ہے۔ میں یا فاطمہ۔ فرمایا کہ فاطمہ مجھ کو زیادہ محبوب ہیں اور تم مجھ کو زیادہ عزیز ہو۔

امام دار قطنی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ آپ نے حضرت جناب سیدہ مطہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا کہ تمام خلقت میں آپ کے والد اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہم کو کوئی [illegible]

متعدد صحابۂ کرام سے مروی ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر سے واپس رونق افروز ہوتے تو مسجد شریف میں دوگانہ تحیۃ المسجد کا ادا فرما کر سب سے اوّل حضرت سیّدہ مطہرہ کے دولتخانہ میں تشریف لے جاتے اور ان کو محبّت سے پیار فرماتے۔ اس کے بعد پھر ازواج مطہرات کے یہاں تشریف لے جاتے۔ اسی طرح جب سفر پہ تیاری فرماتے تو سب سے آخر چلتے ہُوئے بھی حضرت سیّدہ مطہرہ کے دولتخانہ میں تشریف لے جاتے اور اُن سے رخصت ہو کر سفر پہ روانہ ہو جاتے تھے۔

حافظ ابن عبدالبر اپنی سند سے حضرت عمران بن حُصین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بار حضرت سیّدہ مطہرہ بیمار تھیں۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے اور پوچھا کہ اے بیٹی کیا حال ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ میں بیمار ہوں اور میری بیماری یوں اور زیادہ ہو رہی ہے کہ میرے پاس کچھ کھانے کو بھی نہیں۔ فرمایا۔ اے بیٹی کیا تم اس سے خوش نہیں ہو نہیں کہ تم سردار تمام جہانوں کی بیبیوں کی ہو۔ انہوں نے عرض کیا اے میرے باپ پس کہاں ہیں مریم بنت عمران۔ فرمایا وُہ اپنے عالم کی بیبیوں کی سردار ہیں اور تم اپنے عالم کی بیبیوں کی سردار ہو یعنی تمہارا عالم تمام عالموں سے بہتر ہے۔ اس لئے تمہارے لئے عام مطلق سرداری تمام جہانوں بیبیوں پر محقق ہُوئی جس پر آیت کریمہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس شاہد عدل ہے۔ اور احادیث صحیحہ میں ہے کہ تمام اوّلین و آخرین میں اللہ تعالیٰ کے حضور بزرگ ترین ہوں۔ اور بلاشبہ سیّدہ مطہرہ حضور کی جزو ہیں اور جگر پارہ ہیں۔ اسی لئے آپ اس رفعت میں یکہ و مفرد ٹھہریں۔

شیخین وغیرہما روایت کرتے ہیں متعدد صحابہ کرام سے کہ فرمایا حضور رسول اللہ علیہ وسلم نے کہ مَردوں میں بہت باکمال ہُوئے ہیں لیکن عورتوں میں کمال اتم کو نہ پہنچیں مگر مریم بیٹی عمران کی اور آسیہ بیٹی مُزاحم کی فرعون کی بیوی اور خدیجہ بیٹی خُویلد کی اور فاطمہ بیٹی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ امام نسائی روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میری بیٹی حور ہیں۔ بہ شکل آدمی نہ ان کو حیض آتا ہے نہ ان کے ایام نفاس مقرر ہیں۔ جو زچگی

میں ہوتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر چار خط کھینچے پھر فرمایا کہ جانتے ہو کہ یہ کیا ہیں۔ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں فرمایا کہ جنت کی تمام بیبیوں میں خدیجہ رضی اللہ عنہا بنت خویلد اور فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد اور مریم رضی اللہ عنہا بنت عمران اور آسیہ رضی اللہ عنہا بنت مزاحم افضل ترین ہیں۔ رضی اللہ عنہن۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چھ ماہ تک حضرت سیدہ مطہرہ کے دولتخانہ پر سے گزرتے ہوئے فرمایا کرتے کہ اے گھر والو نماز کو اُٹھو۔ اے اہل بیت محمد نہیں ہے بجز اس کے کہ ارادہ فرمالیا ہے اللہ نے کہ ہر آلائش دُور فرمادے تم سے ہر ناپاکی اور پاک کر دے تم کو خوب پاک کر دینا حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدہ مطہرہ سے فرمایا کہ اے فاطمہ رضی اللہ عنہا تحقیق اللہ تعالیٰ غضب فرماتا ہے تمہارے غضب سے اور راضی ہوتا ہے تمہاری رضامندی سے۔ نیز حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ سُنا میں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے کہ جب دن قیامت کا ہوگا تو حجابِ عظمت کے پیچھے سے ایک منادی ندا کرے گا کہ اے محشر والو اپنی آنکھیں بند کر لو یہاں تک کہ گزر جائیں فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد۔ پس ان کی سواری مبارک گزرے گی۔ ان کے بدن مبارک پر دو سبز حُلّے ہوں گے بعض روایات میں ہے کہ دو سُرخ حُلّے ہوں گے۔

سبحان اللہ کیا عظمت شان ختم نبوت صلی اللہ علیہ وسلم کہ انتساب ذات اطہر کا یہ عز و شرف ہے کہ اس مجمع اوّلین و آخرین میں کسی کے لئے بھی یہ منادی نہ ہوگی۔

یہی شان امتیاز خاص حضرت بتول علیٰ ابیہا و علیہا الصلوٰۃ والسلام کی ہے۔ حضرت سیدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مُشابہ رفتار میں اور گفتار میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا اور جب وُہ حاضر خدمت ہوتیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے لئے قیام فرماتے اور مرحبا کہتے اور اُن کو بوسہ دیتے اور وُہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ یہی معمول

رکھتی تھیں۔

امام طبرانی بہ سند ثقات روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیدتنا فاطمہؓ سے فرمایا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نہ تم کو عذاب دے گا نہ تمہاری اولاد میں سے کسی ایک کو۔ کیوں نہ ہو کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسل طاہر آپ ہی کی ذاتِ کریمہ میں منحصر ہے۔ اس نسبتِ مطہرہ کی عزت و رفعت شان کی کیا نہایت ہے کہ خودکشی سلامتی تمام محبین مخلصین کے لئے قرار پائی۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ فرماتے ہیں کہ فرمایا حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جب دن قیامت کے اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو ایک ہی میدان میں جمع فرمائے گا تو عرش مجید کے اندر سے ایک آواز گونجے گی کہ جلیل جل جلالہ فرماتا ہے کہ اے محشر والو سب اپنے سر نیچے کر لو اور سب اپنی آنکھیں بند کر لو پس تحقیق فاطمہؓ بنت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پل صراط پر سے گزرنے کا ارادہ رکھتی ہیں۔ یہ آپ کی حیا کا وہ مقام اکمل ہے کہ جس کے رتبہ کو حق تعالیٰ محشر میں تمام اولین و آخرین پر ظاہر فرمائے گا۔ جو کہ مکتب ہے حیاء نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے کہ صحاح میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت شریفہ صحابہ کرام نے حضور کا وصف فرمایا ہے کہ حضور کی حیاء پردہ میں بیٹھنے والی کنواری لڑکیوں سے بھی زیادہ تھی۔

حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں حضور نبویؐ میں حاضر تھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حاضرین سے دریافت فرمایا کہ عورتوں کے لئے کیا چیز سب سے بہتر ہے۔ سب چپ ہو گئے۔ میں نے واپس آکر حضرت سیدہ مطہرہ سے پوچھا کہ عورتوں کے لئے کیا چیز سب سے بہتر ہے۔ انہوں نے فرمایا یہ کہ مردان کو نہ دیکھیں میں نے ان کا یہ جواب حضورؐ کی جناب میں عرض کیا تو سُن کر فرمایا۔ کہ فاطمہؓ میرے بدن کا ایک ٹکڑہ ہیں۔

یہ حضرت سیدہ مطہرہ کا معدن پاک اصلی تھا۔ حتیٰ کہ بعد وفات کے بھی آپ کو اس کا اہتمام رہا۔ جس کی تفصیل آئندہ آپ کی وفات شریف کے بیان میں آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہی سند ہے جو کہ آپ کے فاتحہ و نیاز شریف میں مستورات یہ اہتمام رکھتی ہیں کہ اُس جگہ میں کوئی ناپاک عورت یا مرد داخل نہ ہو۔ اس پر اعتراض کرنا عین جہالت و نادانی بے ادبی سے خالی نہیں۔

جس ذاتِ مقدسہ کے گزرنے کے لئے تمام اولین و آخرین کو سر نیچے کرنے اور آنکھیں بند کرنے کا فرمان ربِ جلیل کے حضور سے صادر ہو اُس کے لئے جتنا اہتمام پردہ کا کیا جاوے عین مقتضاء ادب ہے۔ ادب ہی پر مدار اصلاحِ دین ہے۔ اللہ تعالیٰ بے ادبی کی سخت مہلک مصیبت سے بچائے اور حقیقی طہارت اور پابندیٔ نماز ہمیں نصیب ہو۔ آمین۔

شادی خانہ آبادی

آپ کی شادی کتخدائی حضرت سیدنا علی مرتضیٰ شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ سے ماہ رمضان المبارک سنہ ۲ ہجری میں ہوئی۔

آپ سے پہلے حضرت سیدنا ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سیدہ کا پیام دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا کہ فاطمہؓ کمسن ہیں۔ پھر حضرت سیدنا عمرؓ نے پیام دیا اُن کو بھی وہی جواب عطا ہوا۔ پھر حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے پیام دیا تو حضور نے فرمایا۔ کہ تمہارے ہی لئے اللہ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ فاطمہؓ کا بیاہ تمہارے ساتھ کر دوں۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ مہر تمہارے پاس کیا ہے۔ عرض کیا۔ حضور کچھ نہیں۔ فرمایا وہ زرہ کہاں ہے جو تم کو بدر میں غنیمت سے ملی تھی۔ عرض کیا کہ موجود ہے۔

چنانچہ وہ زرہ چار سو اسی درم میں فروخت کر کے چار سو مثقال چاندی کا تکلہ کر کے حضرت شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ نے بارگاہ رسالتؐ میں پیش کر دیئے۔

حضرت بلال کو حکم ہوا کہ اس میں سے ایک تہائی کا عطر و خوشبو خرید لایا جاوے۔ بقیہ میں ان کا جہیز حسب ذیل تیار کرایا گیا۔ کچھ ملبوس مبارک اور ایک گدا چمڑے کا جس میں کھجور کی

لیف بھری تھی اور بالوں کی ایک بساط اور ایک دنبہ کی کھال و باغت شدہ اور ایک قالین اور دو پانی کی کنالیاں اور ایک چارپائی کھجور کے بان سے بنی ہوئی اور ایک مشکیزہ دودھ دہی کا ایک پیالہ لکڑی کا ایک چکی۔ یہ ہے مسلمانو حضرت سیدۃ النساء العالمین کا جہیز کہ جن سے افضل و بہتر کوئی بی بی اللہ تعالیٰ نے نہیں پیدا فرمائی۔

نکاح کے دن حضرت انسؓ کو حکم ہوا کہ جاؤ ابوبکرؓ اور عمرؓ اور عثمانؓ اور طلحہؓ اور عبد الرحمنؓ بن عوف اور سعدؓ بن ابی وقاص اور زبیرؓ اور چند اکابر مہاجرین اور انہیں کی تعداد میں اکابر انصار فلاں فلاں بلا لاؤ۔ جب سب جمع ہو گئے تو خطبۂ نکاح پڑھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ تحقیق اللہ نے مجھ کو حکم دیا ہے کہ میں فاطمہؓ کا نکاح علیؓ بن ابی طالب سے کر دوں لہٰذا میں تم کو گواہ کرتا ہوں کہ میں نے فاطمہؓ کو علیؓ سے بیاہ دیا چار سو مثقال چاندی مہر پر اگر علیؓ اس پر راضی ہوں سنت قائمہ اور فریضۂ واجبہ پر اللہ ان کو آپس میں خوب ملا دے اور دونوں میں برکت دے اور ان دونوں کی نسل کو پاکیزہ فرما دے اور ان دونوں کی نسل کو رحمت کی کنجیاں اور حکمت کے معدن اور امت کے لئے اماں بنا دے۔ یہ کہا میں نے اور میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اپنے لئے بھی اور تمہارے لئے بھی۔ اس کے بعد ایک طبق میں کھجوریں حاضر کی گئی تھیں وُہ صحابہ کرام کے رُو برو رکھا گیا تھا اور حکم نبوی ہُوا کہ اس کو لُوٹ لو۔

اسی اثناء میں حضرت شیر خدا حاضر ہُوئے جو کہ حضورؐ کے فرستادہ کسی کام کے لئے گئے ہُوئے تھے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو ملاحظہ فرما کر تبسم فرمایا۔ اے علیؓ اللہ نے مجھ کو حکم فرمایا کہ میں تم کو فاطمہؓ بیاہ دوں۔ لہٰذا میں نے فاطمہؓ کا نکاح تمہارے ساتھ چار سو مثقال چاندی پر کر دیا اگر تم راضی ہو۔

انہوں نے عرض کیا کہ میں راضی ہُوا اور میں نے قبول کیا یا رسول اللہ یہ کہہ کر حضرت شیر خدا سر بسجود ہُوئے اور اللہ تعالیٰ کا شکر اس نعمت بے غایت پر ادا کیا۔ جب انہوں نے سر سجدہ سے اُٹھایا تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کے لئے دعا فرمائی اور فرمایا۔ اللہ تم دونوں کا بخت بلند فرمائے اور تم سے بکثرت اچھے بندے

بندیاں لٹکا ہے۔

یہ روایت بیان کر کے حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ کی قسم کہ اُن دونوں سے بکثرت اچھی اولاد اللہ تعالیٰ نے ظاہر فرمائی۔

ماہ ذی الحجہ سنہ مذکورہ میں رُخصتی کی مُبارک تقریب عمل میں آئی۔ حضرت اُمّ ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہمراہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت سیّدہ مطہرہ کو آپ کے دولتخانہ کو رُخصت فرمایا۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہونا بھی ثبوت ہے۔

حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو فرمانِ نبوی آیا کہ جب تک ہم نہ آویں کچھ نہ کرنا۔ چنانچہ حضرت سیّدہ تشریف لائیں اور مکان کے ایک گوشہ میں بٹھا دی گئیں۔ میں بھی ایک گوشہ میں بیٹھ گیا۔ پس تشریف لائے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور فرمایا۔ میرا بھائی یہاں ہے حضرت ام ایمن نے عرض کیا یا رسول اللہ کیسا حضور کا بھائی۔ حالانکہ حضورؐ نے ان کو اپنی صاحبزادی بیاہ دی ہیں۔ فرمایا ہاں۔ پھر مکان کی کوٹھری میں تشریف لائے اور حضرت فاطمہؓ کو حکم دیا کہ پانی لاؤ۔ وُہ بوجہ کمالِ شرم کے اپنے کپڑوں میں لپٹی ہوئیں بھکتے ہُوئے پیروں سے جا کر لکڑی کے پیالہ میں پانی لائیں اور پیش کیا۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس میں کلّی فرما کر ڈال دی اور فرمایا آگے آؤ۔ وُہ حضور میں قریب آگئیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے وُہ پانی حضرت سیدہ کے سرِ مُبارک سینہ مبارک پر چھڑکا اور فرمایا۔ اے اللہ میں اس کو تیری پناہ میں دیتا ہوں اور اس کی ذُریت کو بھی راندے ہُوئے شیطان سے۔ پھر فرمایا۔ پشت کرو۔ وہ پُشت کر کے کھڑی ہو گئیں۔ بقیہ پانی اُن کے دونوں شانوں کے درمیان چھڑکا اور پھر دوبارہ عرض کیا۔ اے اللہ میں اس کو اور اس کی ذریت کو بھی تیری پناہ میں دیتا ہوں راندے ہُوئے شیطان سے۔

پھر حضورؐ نے فرمایا مجھ سے۔ پانی میرے پاس لاؤ۔ میں سمجھ گیا کہ مجھ کو بھی یہی حکم ہے۔ میں بھی وہی پیالہ بھر کر کے لے کر حاضر ہُوا۔ میرے ساتھ بھی یہی عمل فرمایا۔ اور وہی دعا فرمائی۔ اس کے بعد فرمایا کہ جاؤ اور اپنے گھر والوں پر داخل ہو۔ اللہ کے نام اور اس کی برکت کے ساتھ۔ بعض روایت میں اس کے برعکس ہے کہ اوّل حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ پھر حضرت

سیدہ مطہرہ کے ساتھ یہ عمل فرمایا۔ پھر حضرت سیدہ سے فرمایا میں نے اپنے قرابتداروں میں سب سے زیادہ جو مجھ کو پیارا ہے اس کے ساتھ تمہارا بیاہ کیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ کی قسم میں نے تمہارا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو کہ سردار ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

ایک روایت میں ہے کہ بعد نماز عشاء کے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رونق افروز ہوئے اور ایک پانی کے برتن میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈال کر حکم دیا کہ اسے علیؓ اس کو پیو اور اس میں سے وضو کرو۔ پھر حضرت سیدہ کو بھی اسی طرح پینے اور وضو کرنے کا اسی پانی سے حکم دیا اور دعا فرمائی۔ پھر دروازہ بند کر کے تشریف لے جانے لگے تو حضرت سیدہ مطہرہ رونے لگیں تو فرمایا کیوں روتی ہو۔ میں نے تم کو ایسے کے ساتھ بیاہا ہے جو کہ اُن میں اسلام لانے میں قدیم اور اخلاق میں اُن میں یعنی صحابہ کرام میں نہایت برگزیدہ ہیں۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت سیدنا علیؓ اور حضرت سیدہ فاطمہؓ کی شادی میں حاضر تھے۔ اس سے بہتر شادی میں نے نہیں دیکھی۔ تمام گھر ہم نے خوشبو سے بھر دیا تھا اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے واسطے منقّے اور کھجور مہیا فرمائے تھے۔ ولیمہ کی دعوت کے لئے ایک اُونٹ ذبح کرایا گیا اور اس کے گوشت پر ثرید بنایا گیا یعنی اس کے شوربے میں روٹی توڑی گئی اور عام دعوت مدینہ طیبہ والوں کو دی گئی اور اس طرح یہ مُبارک تقریب سرانجام پائی۔

• حضرت سیدہ مطہرہ کی حیات شریفہ میں حضرت سیدنا علیؓ نے کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔ آپ پر ان کی زندگی میں دوسرا نکاح حرام تھا۔

ایک بار خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی ہشام بن المغیرہ نے مجھ سے اجازت چاہی کہ وہ ابوجہل کی لڑکی علیؓ کو بیاہیں پس میں ہرگز اجازت نہیں دیتا پھر ہرگز اجازت نہیں دیتا پھر ہرگز اجازت نہیں دیتا مگر یہ کہ علیؓ ایسا چاہیں تو میری بیٹی کو طلاق دے دیں اس لئے کہ وہ میرا ایک ٹکڑہ ہیں جو چیز ان کو تکلیف میں ڈالے وہ مجھے تکلیف دے گی اور جس شئے سے ان کو اذیت ہو وہ مجھے اذیت دے گی بعض روایات میں ہے کہ اللہ کی قسم

رسول اللہ کی بیٹی اور عدو اللہ کی لڑکی ایک ساتھ ہرگز جمع نہیں ہو سکتیں۔ اور واضح ہے کہ اذیت جناب اقدس مصطفوی حرام صریح ہے اور بالقصد ایسا کرنا کفر صریح ہے۔

آپ سے تین صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں اور بروایتے تین صاحبزادیاں تولد ہوئیں جن کے اسمائے گرامی بالترتیب حسب ذیل ہیں۔

حضرت امام ابو محمد الحسن مجتبیٰ۔ حضرت امام ابو عبد اللہ الحسین۔

حضرت محسن۔ حضرت سیدہ زینب۔

حضرت سیدہ ام کلثوم۔ حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

حضرت محسن اور حضرت رقیہ صغیر سنی میں رحلت فرمائے دار البقار ہوئے۔ حضرت سیدہ زینب اپنے چچازاد برادر حضرت عبد اللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو منسوب ہوئیں جن کی نسل مبارک بکثرت موجود ہے۔

حضرت ام کلثوم کی نسبت امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہوئی ان سے ایک صاحبزادے زید بن عمرؓ اور ایک صاحبزادی حضرت رقیہ ہوئے۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد اُن کی نسبت یکے بعد دیگرے اپنے تینوں چچازاد برادروں سے ہوئی۔ پہلے حضرت عون پھر حضرت محمد پھر حضرت عبد اللہ اولاد حضرت جعفر بن ابی طالب سے۔ حضرت عبد اللہ کے حبالۂ نکاح میں ان کی اور ان کے صاحبزادے حضرت زید بن عمر کی ایک ہی وقت میں وفات ہوئی۔ ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کی وراثت کا مستحق نہ ٹھہرا۔

حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی سے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذریت طاہرہ تمام عالم میں منتشر ہے اور رہے گی۔ یہی ہر دو وہ شہزادے ہیں کہ ان کا حکم حضور کی جناب اطہر میں صلبی اولاد کا حکم ہے۔

شمائل و زہد و تقویٰ

امام ترمذی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ فرمایا انہوں

نے کہ میں نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا مُشابہ تر حضرت فاطمہؓ سے زیادہ کسی کو نہیں دیکھا۔ رفتار میں گفتار میں۔ روش میں۔ نشست و برخاست میں اور ہر انداز میں۔ اس روایت میں تمام حلیہ شریفہ حضرت سیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا جمع ہے کہ جس پر مزید نہیں ہو سکتا۔

امام احمد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ ایک روز ان کو نماز صبح کی حاضری میں دیر ہو گئی۔ جب حاضر ہوئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا۔ آج تم نے کہاں دیر کی۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ میں حضرت سیدہ مطہرہ کے دردولت سے گزر رہا تھا کہ میں نے صاحبزادے کے رونے کی آواز سُنی اور خود حضرت سیدہ چکّی پیسنے میں مشغول تھیں۔ مجھ سے ضبط نہ ہوا میں نے بڑھ کر عرض کیا کہ آپ اجازت دیں تو میں چکّی پیسنے کی خدمت انجام دوں اور چاہیں تو میں صاحبزادے کو بہلاؤں۔ فرمایا کہ نہیں میں اپنے فرزند پر تم سے زیادہ شفقت رکھتی ہوں۔ اسی گفتگو نے مجھ کو دیر کرا دی۔ نیز امام احمد بہ سند جید اور دیگر ائمۂ حدیث بھی حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے راوی ہیں کہ ایک بار بہت غلام ولونڈیاں غنیمت کی بارگاہِ نبوی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم میں لائی گئیں۔ میں نے آکر حضرت سیدہ سے کہا کہ حضور کی جناب میں آج بکثرت لونڈی غلام آئے ہیں۔ آپ کے ہاتھوں میں چکّی پیستے پیستے گڑھے پڑ گئے ہیں اور میرے ہاتھوں میں بھی کنووں سے پانی کھینچتے کھینچتے گٹے پڑ گئے ہیں۔ لہٰذا آپ جا کر خدمت اقدس میں عرض کیجئے کہ ایک لونڈی اور ایک غلام آپ کو مرحمت فرمائیں کہ لونڈی آپ سے یہ بوجھ اٹھا سکے اور غلام میرا بیرونی بوجھ ہلکا کر سکے۔

حضرت سیدہ نے فرمایا کہ مجھے شرم آتی ہے۔ آپ خود عرض کیجئے۔ میں نے کہا آپ کو مجھ سے زیادہ جرأت ہے۔ اللہ کی قسم کہ میں نہ عرض کروں گا۔ آخر باصرار حضرت سیدہ مطہرہ حاضر خدمت ہوئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت سیدہ نے جا کر عرض کیا تو فرمایا۔ اے بیٹی اللہ کی قسم میں اصحاب صفہ کو جو کہ بھوک سے پتھر باندھتے ہیں چھوڑ کر تم کو نہیں دوں گا دوسری روایت ہے کہ جب حضرت سیدہ مطہرہ دولتخانۂ حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہؓ میں تشریف لائیں تو حضرت ام المؤمنین نے آپ کا استقبال وخیر مقدم کیا۔ حضور انور صلی اللہ

تعالیٰ علیہ وسلم مسجد شریف میں غنیمت کی تقسیم میں معروف تھے۔
سیدہ مطہرہ انتظار کرکے واپس ہونے لگیں تو حضرت ام المؤمنین نے فرمایا کہ میرے
ماں باپ قربان ہوں آج اس وقت کس ضرورت سے آپ تشریف لائی ہیں۔ بہت اصرار
کے بعد اصل مقصد حضرت ام المؤمنین سے بیان فرمایا۔ اور فرمایا کہ مجھے کہتے ہوئے حیا
آتی ہے۔ آپ حضور میں عرض کر دیں۔

چنانچہ جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رونق افروز ہوئے تو حضرت ام المؤمنین
نے حضرت سیدہ مطہرہ کی حاضری اور سارا ماجرا عرض کیا۔ سُن کر سکوت فرمایا۔ بعد نماز عشاء
کے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے دولت خانہ پر رونق افروز ہوئے تو دونوں
حضرات سونے کے لئے لیٹ چکے تھے۔ ایک ہی گدا اور ایک ہی چادر تھی کہ جس میں
لپٹے ہوئے تھے۔

جب حضور اشرف الخلق صلی اللہ علیہ وسلم داخل دولت خانہ ہوئے تو دونوں حضرات
نے تعظیماً برخواست ہونا چاہا تھا کہ حکم عالی ہوا کہ اپنی اپنی جگہ رہو۔ پھر تشریف لا کر چارپائی
پر دونوں حضرات کے سینہ ہائے مبارک کے درمیان جلوس فرمایا۔ حضرت شیر خدا فرماتے
ہیں کہ اللہ کی قسم اب تک میں اُس نشست عالی کی ٹھنڈک اور خنکی اپنے سینے میں پاتا ہوں۔
پھر فرمایا۔ اے جانِ پدر عائشہؓ نے مجھے تمہارا آنا بیان کیا اور جو تمہارا معروضہ تھا وہ بھی
بیان کیا جو مجھے معلوم ہوا۔ لہذا کیا میں تم دونوں کو ایسی چیز نہ بتا دوں جو کہ لونڈی اور غلام
سے تمہارے لئے بہتر ہو۔ ہم دونوں نے عرض کیا کہ ضرور ضرور حضور فرمائیں تو ارشاد فرمایا کہ
جب شب میں اسی طرح اپنے بستر پر لیٹ جایا کرو تو ۳۳ بار سبحان اللہ ۳۳ بار
الحمد للہ ۳۳ بار اور ۳۴ بار اللہ اکبر پڑھا کرو۔ ایسا کرو گے تو یہ تمہارے
لئے لونڈی غلام سے بہتر ہے۔ ایک روایت میں آیۃ الکرسی شریف کا بھی اضافہ وارد
ہوا ہے۔

سبحان اللہ کیا تعلیم پاک ہے۔ ترک الدنیا کی اور دُنیا کی تمام رفاہیت ولذائذ وعیش
کو ہیچ اور محض فانی سمجھانے کا ایک عجیب عالی شان نسخہ ہے۔ ہر دو حضرات کے ذاتی

مراتب عالیہ کے لئے جو کچھ اسرار اس تعلیم مقدس میں ہیں وہ تو ہیں۔ آئندہ کے اپنے غلامان امت کی تہذیب اخلاق کے کیسے کیسے عظیم الشان راز اس میں ہیں۔ کہ مرفہ الحال اشخاص کو اقتداء کی مہمیز کا کام دے اور غیر مستطیع و تنگ حالوں کے لئے دلی تسلی اور سرور قلبی کا ذریعہ ہو۔ اور توجہ تنگ دستی کے کسی کا دل نہ ٹوٹے۔ اور سب کو اسوۂ حسنہ نصیب ہو۔ اور دنیا کی ناپائیداری کا بہترین سبق لے کہ اس کی طرف سے منہ موڑ کر صلاح آخرت میں ہر ایک کوشاں رہے۔ جنرل اللہ عنہا سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بما ہوا اہلہ حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا معمول شریف تھا کہ ہفتہ میں ایک بار ضرور اور اکثر دو بار بھی حضرت سید الشہداء سیدنا حمزہؓ کی زیارت کے لئے احد شریف کو تشریف لے جایا کرتیں اور حضرت کے مزار انور کی جاروب کشی بہ نفس نفیس کیا کرتیں۔

جس روز کہ حادثۂ اعظم وفاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام مدینۂ طیبہ رنج و غم سے سیاہ ہو گیا تھا۔ جبکہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم دفن سے فارغ ہوئے تو آپ کے در دولت پر ادائے تعزیت کے لئے حاضر ہوئے۔ حضرت انسؓ خادم خاص بارگاہ رسالت کو مخاطب کر کے نہایت درد بھری آواز سے فرمایا کہ اے انس کیا تمہارے دلوں کو اس سے قرار آگیا کہ تم نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسد اطہر کو مٹی میں چھپا دیا۔

یہ کلمات ایسے پر اثر تھے کہ تمام صحابۂ کرام ان کو سن کر زار و قطار رو پڑے اور سب پر از سر نو ماتم تازہ ہوا۔ سب کے جانے کے بعد آپ قبر اقدس نبویؐ پر حاضر ہوئیں اور کھڑے ہو کر دیر تک گریہ فرماتی رہیں۔ پھر ایک مشتِ خاک پاک اٹھا کہ اپنی آنکھوں پر رکھی اور چہرۂ انور سے ملی پھر یہ شعر پڑھے ؎

مَاذَا عَلٰی مَنْ شَمَّ تُرْبَۃَ اَحْمَدَ
اَنْ لَّا یَشُمَّ مَدَی الزَّمَانِ غَوَالِیَا
صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبٌ لَوْ اَنَّھَا
صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

یعنی جس نے حضور احمد مجتبیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تربتِ پاک سونگھ لی وہ اگر تمام عمر بہترین خوشبوئیں نہ سونگھے تو اس کو کچھ پرواہ نہیں۔ اس وقت مجھ پر وہ مصیبتیں ٹوٹ پڑی ہیں کہ اگر روز روشن پر ٹوٹتیں تو وہ بھی اندھیری راتیں ہو جاتے۔

اس کے سوا بھی آپ کے اشعار مرثیہ جناب اقدس نبوی میں ہیں جن کا ہر ہر حرف نہایت دردناک ہے۔ آپ کو وفاتِ نبوی کے دن سے کبھی ہنسی نہ آئی اور نہ کبھی ہنستے یا تبسم فرماتے ہوئے دیکھی گئیں۔ یہاں تک کہ رحلت فرمائیں۔ اللّٰھم ادم امادیھم الرضوان علیہما۔ الخ۔

وصال اور روضہ اقدس

حضرت اُم المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت جس میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حضرت سیدہ مطہرہ سے سرگوشی فرمانا مذکور ہوا ہے اس میں بعض روایات میں یہ کلمات بھی موجود ہیں کہ حضور نے حضرت سیدہ مطہرہ کو یہ بھی فرمایا کہ میرے گھر والوں میں تم سب سے اوّل مجھ سے آملوگی۔ چنانچہ یہی کلام حق پورا ہوا۔ اور تقریباً چھ ماہ بعد وفات شریف نبوی کے حضرت سیدہ مطہرہ نے بھی اس عالم سے پردہ فرمایا۔

حضور کی وفات شریف کا صدمہ آپ کو ایسا لگا کہ وہ رحلت تک آپ کا رفیق رہا۔ جبکہ وقت رحلت قریب ہوا تو حضرت اسماء بنت عمیسؓ سے جو کہ پہلے حضرت جعفر بن ابی طالب ذوالجناحین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقد میں تھیں اور اُن کی اولاد کی والدہ ہیں اور اُن کی شہادت کے بعد حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ نے ان سے عقد فرمالیا تھا اور یہی ہر وقت حضرت سیدہ مطہرہ کی خدمت میں حاضر باش اور سب سے مقرب تھیں۔ فرمایا کہ یہاں جو عورتوں پر ایک چادر ڈال کر ان کے جنازے نکالتے ہیں یہ مجھ کو سخت قبیح معلوم ہوتا ہے۔ عورت کا تمام بدن اور طول و قیامت اس کی سب مردوں کے روبرو رہتی ہے۔ مجھے اس کی سخت تشویش ہے۔

کے سامنے بنا کر پیش کروں۔ فرمایا ضرور۔

چنانچہ اُنہوں نے کھجور کی چند تازہ ٹہنیاں منگا کر اُن کو موڑ کر قبہ کی مثل بنایا اور اُس کے اُوپر سے پھر چادر ڈالی۔ یہ صفت دیکھ کر سیدہ مطہرہ بہت خوش ہوئیں اور فرمایا۔

یہ نہایت خوب اور بہت جمیل شئے ہے کہ اس سے مرد عورت کی تمیز بھی ہو سکتی ہے اور عورت کا بدن بھی بالکل مستور رہتا ہے۔ اس کے اندر آپ نے لیٹ کر بھی دیکھا اور فرمایا کہ

میرے انتقال کے بعد میری نعش پر یہی رکھنا اور جب میں وفات پا لوں تو تم اور حضرت علیؓ مجھ کو غسل دینا۔ تم غسل دینا۔ وہ پانی دینے میں تمہاری مدد کریں گے۔ اور کسی کو داخل نہ ہونے دینا۔

جب وفات فرمائی تو حضرت امیر المؤمنین عائشہ صدیقہؓ کہ اُن کا دولت خانہ بالکل متصل تھا حاضر ہوئیں۔ حضرت اسماء نے ان کو روکا۔ اُنہوں نے جا کر حضرت صدیق اکبرؓ سے شکایت کی کہ یہ خثعمیہ (قبیلہ کی نسبت ہے جس میں سے حضرت اسماء تھیں) ہم کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صاحبزادی کی تجہیز سے روکتی ہیں اور نہیں آنے دیتیں۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے اور در دولت پر حضرت اسماء کو کہ ان کی اہلیہ تھیں آواز دے کر بلایا اور فرمایا کہ تم ازواج مطہرات حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضور کی صاحبزادی پر داخل ہونے سے کیوں روکتی ہو۔ اور یہ ہودج تم نے کیا بنایا ہے۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ حضرت سیدہ نے مجھ کو منع فرما دیا ہے کہ کسی کو بھی داخل نہ ہونے دوں۔ اور یہ ہودج میں نے ان کی حیات شریفہ میں بنا کر ان کو دکھایا تھا جس کو پسند فرما کر اُنہوں نے حکم دیا ہے کہ ان کی نعش شریف یوں ہی تیار کی جاوے۔

فرمایا کہ جو حکم اُنہوں نے تم کو دیا ہے وہی بجا لاؤ۔ یہ کہہ کر واپس ہوئے۔

حسب وصیت حضرت اسماء نے آپ کو غسل دیا اور حضرت حیدر کرارؓ ان کی پانی وغیرہ سے مدد فرماتے رہے۔

یہ حادثہ جانکاہ تیسری ماہ رمضان المبارک ۱۱ھ ہجری شب سہ شنبہ کو ہوا اور آپ

نے اس دارِ فانیہ سے دار البقاء کی جانب رحلت فرمائی۔ اِنّا للہ و اِنّا الیہ راجعون ۔
غسل و تکفین سے فراغت کے بعد ہی آپ کی وصیت تھی کہ اسی وقت شب ہی میں
دفن عمل میں آجاوے کہ آپ کو یہ گوارہ نہ تھا کہ اس صُورت کے ساتھ بھی آپ کی نعش شریف
مَردوں کے سامنے نکالی جاوے جو کہ آپ کے مراتب حیاء کا تقاضا تھا اور جس کا آپ
کو اپنے انتقال کے بعد بھی لحاظ رہا۔

چنانچہ شب میں ہی حاضرین نے جو سب گھر والے تھے یعنی حضرت سیدنا علیؓ۔ حضرت
سیدنا عباس بن عبد المطلب۔ ان کے صاحبزادے حضرت فضل بن عباس سادات حسنین
رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نماز جنازہ ادا فرمائی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے امامت فرمائی اور
بعض روایات میں ہے کہ حضرت سیدنا عباسؓ نے امامت فرمائی اور بقیع شریف حضرت سیدنا
عباسؓ کے مکان میں حضرت سیدہ مطہرہ کو حضرت سیدنا علیؓ اور حضرت سیدنا عباسؓ اور حضرت
سیدنا فضل بن عباسؓ نے قبر اطہر میں آتارا۔ یہی تینوں حضرات کرام سیدہ مُطہرہ کے مرقد انور
میں اُترے۔

صبح کو حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو شب ہی میں
دفن کی اطلاع ہو کر نہایت ملال ہوا اور تعزیت کرنے حاضر ہُوئے۔ اور حضرت سیدنا علی کرم اللہ
وجہہ سے گلہ کیا۔ خصوص حضرت صدیق اکبرؓ نے گلہ کیا۔

جواب میں آپ نے فرمایا کہ یا خلیفۃ الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے پوشیدگی
مقصود نہ تھی۔ بلکہ حضرت سیدہ مطہرہ کی وصیت یوں ہی تھی اس لئے آپ کو اطلاع نہ دی
گئی اور بناء اس پوشیدگی کی وہی کمالِ مقامِ حیاء حضرت سیدہ مطہرہ کا تھا جو کہ حضور اکمل المخلوقین
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آپ کو مکتسب تھا۔

اس کے ماسوا جو گمراہ اور فاسد الخیال لوگوں کی تاویلات فاسد ہیں کہ معاذ اللہ حضرت
سیدہ مطہرہ کو حضرت صدیق اکبر سے کچھ تاثر تھا وغیرہ وغیرہ سب بالکل بے اصل و بے بنیاد
ہیں۔ ہرگز کسی عاقل کے لئے موجب التفات نہیں۔ روایۃً اور درایۃً واقعات پر غور کرنے
سے صراحتہً واضح ہو جاتا ہے کہ ذرہ بھر تاثر درمیان میں نہ تھا۔ حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ

کو جو آپ کی عظمت و منزلت محفوظ تھی وُہ آپ کے طرزِ عمل سے ظاہر و باہر ہے۔ امام دار قطنی کی روایت بھی اس پر بہترین تائید ہے جو اوپر بیان ہو چکی ہے۔ حضرت اسماء بنت عمیس کا جو کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی اہلیہ محترمہ ہیں دو اگا سیدہ مطہرہ کی خدمت میں رہنا روشن دلیل ہے۔ اگر کوئی ذرہ تکدر درمیان میں ہوتا تو حضرت سیدہ ان کی اہلیہ محترمہ سے کیونکر ایسے تعلقات رکھتیں کہ جس سے مزید ممکن ہی نہیں۔ حتیٰ کہ تمام اعزہ اقربا کے ہوتے ہوئے انہیں کو یہ اقربیت حضرت سیدہ مطہرہ کے قلب مبارک میں حاصل تھی کہ غسل کے لئے وہی منتخب ہوئیں۔ اور کسی کو آنے کی بھی ممانعت ہوئی۔

حقیقت وہی ہے جو بیان ہوئی۔ اللہ تعالیٰ محرومی و گمراہی سے بچا دے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ جو ذاتِ مبارکہ کہ بحکم رسالت پناہی صلی اللہ علیہ وسلم حضور کے جانشین ہوں اور حضور میں سب سے زیادہ عزت و منزلت اور افضلیت رکھتے ہوں ان سے حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو کہ کمال اتباع و اقتداء میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہر طرح تصویر اکمل تھیں متاثر رہیں۔ حالانکہ وہ عامۂ مؤمنین کے لئے بھی تین دن سے زیادہ حرام ہے اور حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کا اخلاص اور تعظیم اہلِ بیت نبوت بالخصوص حضرت سیدہ مطہرہ اظہر من الشمس ہے۔

اُوپر روایت امام دار قطنی اور صحیحین کی روایات کثیرہ اس پر بہترین شہود عدل ہیں۔ اس لئے کسی مسلمان کو ذرہ برابر ان بے سر و پا روایات ضلال و فساد کی جانب ہرگز توجہ نہ کرنا چاہیئے کہ اس میں ایمان کا خطرہ ہے اَللّٰھُمَّ احْفَظْنَا مِنْ کُلِّ بَلَآءِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ آمین۔

بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سیدہ مطہرہ نے قبل وفات شریف غسل فرما کر کفن زیب تن فرما لیا تھا اور فرما دیا تھا کہ نہ آپ کو غسل دیا جاوے نہ آپ کے جسد اطہر کو کوئی کھولے اور اسی طرح دفن کر دیا جاوے۔ یہ روایت غیر مثبت ہے اور صحیح نہیں ہے۔ اسی طرح یہ روایت کہ دولتخانہ ہی میں دفن فرمائی گئیں یہ بھی صحیح نہیں اور بالکل بے اصل و ناقابلِ اعتماد ہے جس کے متعلق حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ کی سیرت شریف ہشت ششم

میں بھی تصریح کی گئی ہے۔

حضرت سیدہ مطہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر شریف وقت وفاتِ شریف کے ۲۹ اور بروایتے تیس سال تھی۔ شادی کتخدائی کے وقت سن شریف آپ کا بروایتے پندرہ سال پانچ ماہ اور صحیح روایت کی رُو سے اٹھارہ سال پانچ ماہ کا تھا۔

اس کے ماسوا دیگر روایات حضرت سیدہ مطہرہ کے سن مبارک کے متعلق ناقابلِ التفات ہیں۔ معتمد روایت یہی ہے جو لکھی گئی۔ جس کے لئے ایک پُر لطف روایت بھی ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

حافظ ابن عبدالبر اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت عبداللہ بن حسن مثنیٰ بن حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ ہشام بن عبدالملک خلیفہ اموی کے دربار میں تشریف لے گئے۔ وہاں کلبی جو کہ مفسر مورخ مشہور ہیں وہ بھی حاضر تھے۔

خلیفہ نے حضرت عبداللہ بن الحسن سے سوال کیا کہ اے ابو محمد حضرت فاطمہؓ کی عمر شریف کتنے سال کی ہوئی۔ انہوں نے فرمایا: تیس سال کی۔ خلیفہ نے کلبی سے دریافت کیا انہوں نے جواب دیا ۳۵ سال کی۔ خلیفہ نے حضرت عبداللہ بن الحسنؓ سے کہا۔ اے ابو محمد آپ سنتے ہیں کہ کلبی نے کیا کہا اور یہ ان تاریخ امور میں خاص شہرت رکھتے ہیں۔

فرمایا کہ اے امیر المؤمنین میری والدہ کی عمر مجھ سے دریافت کیجئے اور کلبی کی ماں کی عمر کلبی سے پوچھئے۔ یعنی میں اپنی والدہ ماجدہ کے حالات سے زیادہ واقف ہوں۔ کسی دوسرے کو میری والدہ کے متعلق میری جیسی معلومات کیوں کر ہو سکتی ہیں۔

دونوں یہ جواب مسکت سُن کر خاموش ہو گئے۔

جن مورخین نے اوّل و آخر کے کسور شمار کر لئے انہوں نے تیس سال کہے۔ جنہوں نے طرفین کے کسور حذف کر دیئے انہوں نے اُنتیس سال لکھے۔ لہٰذا اِن ہر دو روایتوں میں کوئی تناقص نہیں۔

مزار مقدس حضرت سیدہ مطہرہ کا بقیع شریف میں معروف و مشہور و مرجع انعام ہے . . .

اللّٰھم ادم مرادیھا لرضوان علیھا وامدنا بالاسرار التی اودعتھا

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ اشرف الخلائق اجمعین وآلہ وعترتہ المطہرین واصحابہ المکرمین والتابعین لہم باحسان الی یوم الدین۔ آمین۔

امابعد یہ چند کلمات طیبات مختصر سیر وحالات ریحانۂ حضور سید المرسلین سبط محبوب رب العالمین سید شباب اہل جنت خاتم الخلفاء الراشدین حضرت سیدنا امام ابو محمد الحسن بن امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ ورضی اللہ تعالیٰ عنہا وارضاہما میں جمع کئے جاتے ہیں کہ مدار کمال ایمان کا محبت وتعظیم آل اطہار واصحاب کرام ابرار ہے۔ جیسا کہ ذیل میں مختصر تشریح بیان ہوگی۔

اللہ تعالیٰ اس خدمت کو خاص اپنی رضامندی کے لئے قبول فرماکر برکت ومنفعت کا ذریعہ بنائے۔ اور اس کمترین کے اور کمترین کی اولاد وذریت اور باخلاص ناظرین کے لئے ذریعۂ سعادت دارین بنائے۔ آمین۔ ثم آمین۔

اہل بیت کی فضیلت

امام مسلم حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لوگوں کو جمع کرکے خطبہ دیا اور فرمایا کہ اے لوگو میں تمہارے جیسا بشر ہوں یعنی از روئے خلقت کے قریب ہے کہ آئے مجھ کو بلانے والا میرے رب کے حضور میں پس میں اس کی اجابت کروں اور تحقیق میں چھوڑنے والا ہوں تم میں دو بہترین نفیس چیزیں ایک کتاب اللہ جو کہ جس میں ہدایت اور نور ہے۔ پس مضبوط پکڑو کتاب اللہ

عزّ و جل کو اور اُس پر عمل کرو۔

دُوسری چیز میرے اہلِ بیت کو اللہ کو یاد دلاتا ہوں تم کو میرے اہلِ بیت میں تین بار اس کلمہ کو تکرار فرمایا۔

حضرت امام احمد کی روایت میں یہ بھی اضافہ ہے کہ لطیف خبیر نے مجھ کو خبر دی ہے کہ یہ دونوں جُدا نہ ہوں گے۔ یہاں تک کہ حاضر ہوں گے میرے رُوبرو حوض کوثر پر پس دیکھو کہ کس طرح تم میری خلافت کرتے ہو۔ ان دونوں میں

امام ترمذی اور حاکم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اللہ سے محبت رکھو اس وجہ سے کہ تمام نعمتیں وہی ہر آن تم کو دیتا ہے اور مجھ سے محبت رکھو۔ اللہ تعالیٰ کی محبت سے اور میرے اہلِ بیت سے محبت رکھو۔ میری محبت سے۔

امام بخاری حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا آپ نے نگاہ رکھو حضور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حرمت کی حضور کے اہلِ بیت میں اور فرمایا مجھ کو حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے نیک سلوک کرنا زیادہ پیارا ہے اپنے قرابتداروں کے ساتھ نیک سلوک سے۔

متعدد طرق سے روایت ہے کہ حضرت عباس بن عبدالمطلبؓ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں قریش کا گلہ کیا کہ جب ہم کو دیکھتے ہیں تو منہ موڑتے اور بات کاٹ جاتے ہیں۔ یہ سُن کر حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سخت غضب پیدا ہوا۔ یہاں تک کہ چہرۂ انور سُرخ ہوگیا اور رگ درمیانی چمکنے لگی جو کہ شدت غضب کی علامت تھی۔ پھر فرمایا کہ قسم اُس اللہ کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ کسی شخص کے دل میں ایمان داخل ہی نہیں ہو سکتا جب تک کہ تم اہلِ بیت سے اللہ اور اس کے رسولِ کریم کی وجہ سے محبت نہ رکھے۔

دوسری روایت میں ہے کہ لوگ ہرگز جنت میں نہ داخل ہو سکیں گے جب تک ایمان لائیں اور ایمان نہ لائیں گے یہاں تک کہ محبت کریں تم یعنی اہلِ بیت سے اللہ کے لئے اور اُس کے رشتہ ... [illegible] ... اور عبدالمطلب

کی اولاد امیدوار نہ ہوگی یعنی وہ سب سے اوّل مستحق شفاعت وکرامت نبوی ہیں بوجہ شرف اتصال نسبی کے۔

متعدد صحابۂ کرام روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ میرے اہلِ بیت کی مثال تمہارے میں ایسی ہے جیسے کشتی حضرت نوح علیہ السلام کی۔ جو اس میں سوار ہوا اس نے نجات پائی اور جو اس سے رہ گیا وہ ڈوب گیا۔

ان چند کلمات سے واضح ہو گیا کہ اہلِ بیت کرام کی محبت وتعظیم اللہ تعالیٰ کے لئے اور حضور رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے جزو ایمان ہے جس پر آیۃ کریمہ قل لا اسئلکم علیہ اجرا الا المودۃ فی القربیٰ۔ بنص شاہد ہے۔

یہ بھی واضح ہو گیا کہ محبت عصبی اور غیر لِلّٰہی نہ ہو بلکہ جو اللہ اور رسول کریم کے پیارے ہیں وہ حسب مراتب ہر مسلمان کو پیارے ہونا ضروری ہیں۔ ان میں سے کسی سے دشمنی اور کسی سے محبت جتانا ہرگز ایمان نہیں۔ اصل رضائے الٰہی ورضائے بارگاہِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اپنی نفسانیات کو دخل دینا اللھم احفظنا موجب شقاوت ومحرومی ہے جس سے پیار ہو اللہ ورسول کے لئے ہو جس سے دشمنی ہو اللہ ورسول کے لئے ہو بس یہی اصل ایمان ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی محبت اور اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور تمام اہلِ بیت اطہار کی اور تمام صحابۂ کرام کی محبت خالصہ سے ہم سب مسلمانوں کے دلوں کو ہمیشہ آباد رکھے اور ذریعۂ نجات وفلاح دارین کا بنانے اور شقاوت ومحرومی وبے ادبی سے بچائے۔ آمین۔

آپ کے فضائل

امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرات حسنین کی نسبت فرمایا کہ اے اللہ میرے میں ان دونوں سے پیار رکھتا ہوں تو بھی ان کو اپنا پیارا بنالے اور جو ان سے پیار کرے اس کو بھی تو

اپنا پیارا بنا لے۔

امام ترمذی حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو اپنے دونوں زانوئے مبارک پر بٹھا کر فرمایا کہ یہ دونوں میرے لڑکے اور میری لڑکی کے ہیں۔ اے اللہ میرے میں ان دونوں سے محبت رکھتا ہوں تو بھی ان کو اپنا محبوب کر لے۔

نیز حضرت انس سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھنے لگے کہ حضور کے اہل بیت میں سب سے زیادہ پیارے کون ہیں فرمایا حسنؓ اور حسینؓ۔ نیز امام مذکور وغیرہ متعدد صحابۂ کرام سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حسنؓ اور حسینؓ سرداران جوانان جنت ہیں۔

شیخین حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ دیکھا میں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت امام حسنؓ کو اپنے شانۂ مبارک پر لئے ہوئے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اے اللہ میرے میں اس کو محبوب رکھتا ہوں تو بھی اس کو محبوب رکھ۔

امام بخاری حضرت ابوبکرہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ سنا میں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے منبر پر اور حال یہ کہ حضرت حسنؓ کے پہلو میں تھے۔ ایک بار لوگوں کو ملاحظہ فرماتے۔ ایک بار حضرت حسنؓ کو دیکھتے اور فرماتے یہ میرا لڑکا سردار ہے قریب ہے کہ اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دو مسلمان جماعتوں میں صلح کرائے گا۔

امام حاکم حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت حسنؓ کو اپنی گردن مبارک پر سوار کئے ہوئے برآمد ہوئے۔ راستے میں کسی شخص نے دیکھ کر کہا۔ اے صاحبزادے بہترین سواری پر سوار ہو۔ یہ سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اور وہ بھی خوب ہی سوار ہے۔

ابن سعد حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اہل بیت میں حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ اور سب سے زیادہ پیارے حضور کو حضرت حسنؓ تھے [illegible]

حضورؐ کی پشت مُبارک اور گردن انور پر سوار ہو جاتے تو کبھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو نہیں اُتارا یہاں تک کہ وُہ خود اُتر جاتے اور تحقیق سے دیکھا ہے کہ حضور رکوع میں ہیں اور حضرت حسنؓ آکر دونوں پائے مُبارک کے درمیان ہو گئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے پائے مُبارک کشادہ فرما دیتے کہ وُہ دوسری جانب نکل جاتے۔

امام حاکم زہیر بن ارقم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت امام حسنؓ خطبہ فرمانے کے لئے منبر پر چڑھے تو ایک صحابی کھڑے ہُوئے اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ تحقیق دیکھا ہے میں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اُٹھائے ہوئے ہیں ان کو اپنی گود میں اور فرماتے ہیں کہ جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ اس سے بھی محبت رکھے اور حاضر غائب کو یہ فرمان پہنچا دے اور اگر حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی بزرگی نہ ہوتی تو میں یہ روایت کسی کو بھی نہ کرتا۔

امام بخاری حضرت عقبہ بن الحارثؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نماز عصر کے بعد مسجد شریف نبویؐ سے نکلے اور حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ بھی آپ کے ساتھ تھے پس دیکھا آپ نے حضرت حسنؓ کو بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ پس اٹھا لیا آپ نے ان کو اپنی گردنِ مبارک پر اور فرمایا۔

میرے ماں باپ قربان ہوں آپ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شبیہ ہو نہ علیؓ سے رضی اللہ عنہم اور حضرت سیدنا علیؓ یہ سُن کر تبسّم فرماتے تھے۔

ولادت وابتدائی حالات

ولادت آپ کی مدینہ منورہ میں نصف ماہِ رمضان المبارک ۳ھ ہجری میں ہوئی۔ آپ حضرت سیّدنا علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت سیّدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے اوّل فرزندِ اکبر ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ جب آپ کی ولادت کا وقت ہُوا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ام سلمہ اور حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم دیا کہ

خدمتِ حضرت سیدہ مطہرہ میں حاضر رہیں۔ اور جب ولادت ہو تو اُن کے کانوں میں اذان اور اقامت کہیں اور کچھ نہ کرنا یہاں تک کہ ہم آئیں۔

بعد ولادت شریف کے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور کھجور اپنے دہن مُبارک میں چبا کر ان کو چٹائی اور فرمایا۔ اے اللہ میرے میں اس کو تیری پناہ میں دیتا ہوں اور اس کی ذریت کو راندے ہوئے شیطان سے۔

حضرت اسماء بنت عمیس فرماتی ہیں کہ میں حضرت حسنؓ کی قابلہ تھی۔ جب میں نے ان کو لیا تو کوئی خون یا آلائش وغیرہ میں نے نہ اُن کے جسم اطہر کے ساتھ پائی نہ حضرت سیدہ رضی اللہ عنہا کے۔ میں نے حضور سے عرض کیا۔

فرمایا کیا تم نہیں جانتی ہو کہ لڑکی میری پاک سُتھری ہے نہ ان کا خون حیض دیکھا جاتا اور نہ وقتِ ولادت کا۔

پھر ساتویں دن حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا نام رکھا تم نے میرے فرزند کا۔ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے عرض کیا کہ حرب نام رکھا ہے۔ فرمایا نہیں۔ بلکہ اس کا نام حسنؓ ہے۔ پھر دو عمدہ دنبے عقیقہ کے ذبح فرمائے اور ایک ران قابلہ کو دینے کا حکم فرمایا اور سر مُبارک مُنڈوا کر بالوں کو چاندی سے وزن کر کے اس چاندی کے صدقہ فرمانے کا حکم دیا اور اپنے دستِ مُبارک سے خلوق[1] اُن کے سر مُبارک پر مَلا اور اُسی روز ختنہ بھی کرا دیا۔

حضرت ام الفضل جو کہ حضرت سیدنا عباس کی اہلیہ محترمہ اور حضرت ام المؤمنین میمونہ بنت الحارث کی بہن بھی ہیں آپ کو دودھ پلایا ہے حضرت قثمؓ کے ساتھ۔ فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں نے ایک خواب بہت ڈراؤنا دیکھا ہے۔ فرمایا بیان کرو۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے دیکھا کہ حضور انور کا ایک عضو شریف میری گود میں آپڑا ہے حضورؐ نے تبسم فرما کر فرمایا کہ اچھا خواب دیکھا ہے۔ عنقریب فاطمہؓ کے ایک فرزند

---

[1] خلوق ایک مرکب مجموعہ کا نام ہے جس میں مشک زعفران وغیرہ خوشبودار اشیاء ملا کر تیار کرتے ہیں اور عطر کی طرح استعمال کرتے ہیں وہ گرم بھی ہوتا ہے۔

لائیں گی جن کو تم قسم قسم کے ساتھ دُودھ پلاؤ گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

کنیت آپ کی ابو محمد ہے۔ القاب آپ کے التقی۔ الزکی۔ السید۔ السبط۔ الولی ہیں۔ سب سے زیادہ مشہور لقب تقی تھا اور اعلیٰ مرتبہ سید تھا جو کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عطا فرمایا ہے جیسا کہ اُوپر گذرا۔

حلیہ مبارک

رنگ مُبارک آپ کا سفید سُرخی پلایا ہُوا۔ چہرۂ انور گول مائل بہ درازی آنکھیں بڑی اور سُرمگیں۔ رخسار مبارک ڈھلوان۔ داڑھی مُبارک خوب بھری ہُوئی۔ جوڑ پٹھے نہایت مضبوط اور بھرے ہوئے۔ سینۂ مبارک چوڑا قد مُبارک درمیانہ چہرۂ انور نہایت خوبصورت بال مبارک گھونگھروالے نہایت خوبصورت۔ بدن مُبارک خوب بھرا ہوا۔

حضرت سید علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں تمام لوگوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ شباہت رکھنے والے سرِ مُبارک سے سینہ تک حسنؓ ہیں۔ اور سینۂ مبارک میں نیچے حسینؓ۔ اس طرح دونوں سادات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت منورہ کے قد آئینے ہیں۔

اخلاقِ حسنہ

آپ کا حلم ضرب المثل تھا۔ آپ نہایت باوقار و باسکینت و باحشمت تھے کبھی کوئی فحش کلمہ آپ کی زبانِ مُبارک سے نہیں سُنا گیا۔

عُمیرؓ بن اسحاق کہتے ہیں کہ جتنے فصحاء کے کلام میں نے سُنے اُن میں کوئی بھی گو بات کرتے ہُوئے اتنا پیارا نہ تھا جتنے کہ حضرت حسنؓ تھے کہیں چاہتا ہی نہ تھا کہ وُہ سکوت فرمائیں اور کبھی میں نے اُن سے کوئی فحش کلمہ نہیں سُنا مگر ایک بار جبکہ تھی کچھ خصومت آپ کے اور حضرت عمرو بن عثمان کے درمیان کسی زمین کے متعلق آپ نے اُن پر کوئی مصالحانہ فیصلہ پیش کیا وُہ اس پر راضی نہ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ اب ہمارے پاس ان کے لئے کچھ نہیں مگر

یہ کہ جس سے ان کی ناک مٹی میں لگے۔ یہ سخت ترین کلمہ تھا جو آپ سے سُنا گیا۔

آپ کے اقامت مدینہ منورہ کے ایام میں مروان حاکم مدینہ منورہ تھا اور ہر جمعہ کو خطبہ میں حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کی جناب میں گستاخانہ کلمے بکتا تھا اور آپ سُنتے رہتے تھے۔ کبھی اس کو جواب نہ دیا۔

ایک بار اُس نے ایک شخص کو آپ کی خدمت میں بھیج کر کہلایا کہ آپ کو حضرت علی کی تین بار قسم ہے اور آپ کی خود کی تین بار قسم ہے کہ آپ کی مثال میں نے نہ پائی مگر خچر کی سی کہ وُہ کہتا ہے کہ میری ماں اصیل گھوڑی ہے۔

آپ نے سُن کر اس قاصد سے فرمایا کہ جا اور اس سے کہہ کہ جو تو نے کہا میں اس کو تجھے مٹا نہیں سکتا اور نہ میں تیری طرح گالیاں دے سکتا میرا اور تیرا وعدہ اللہ کے حضور میں ہے اگر تو اپنے کہے میں سچا ہے تو اللہ تجھ سے تیری سچائی کا بدلہ دے گا اور اگر تو جھوٹا ہے تو اللہ تعالیٰ خوب انتقام لینے والا ہے۔

اشعث بن سوار کہتے ہیں کہ آپ کا خلق اتنا وسیع تھا کہ ایک روز ایک شخص آپ کی خدمت میں ایسے وقت حاضر ہُوا کہ آپ کی برخاست کا وقت تھا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ تم ایسے وقت آئے ہو کہ ہماری برخاست کا وقت ہے۔ کیا تم برخاست کی اجازت دیتے ہو۔

کرم آپ کا اتنا وسیع تھا کہ وُہ بھی آج تک ضرب المثل ہے۔ بارہا آپ نے ایک ایک شخص کو ایک ایک لاکھ کا انعام عطا فرمایا ہے

حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ میں اُس سے ملوں اور اس کے گھر تک چل کر نہ گیا ہوں۔ پھر بیس بار حج کو پیادہ یا مدینہ طیبہ سے سفر کئے حالانکہ سواریاں بھی ہوتی آگے آگے چلتی تھیں۔

امام حاکم نے عبداللہ بن عبید بن عمر سے اسی طرح پچیس بار حج کرنا آپ کا روایت کیا ہے۔

دو بار آپ نے تمام مال اپنا اللہ کی راہ میں لُٹا دیا اور تین بار آدھا آدھا مال اللہ تعالیٰ کی

راہ میں نکالا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ایک ہی جوڑ جوتا یا موزہ ہے تو ایک فردہ رکھا اور ایک صدقہ کر دیا۔

اندھیری راتوں میں مدینۂ طیبہ کی گلیوں میں گشت فرماتے تھے۔ اور پوٹلیاں باندھ باندھ کر روپیوں کی محتاج گھرانوں میں پھینک دیا کرتے تھے۔ چار سو گھر مدینۂ طیبہ میں مستحقین کے آپ کے اس مخفی کرم پر گزر بسر کرتے رہے اور کسی کو پتہ نہ چلا۔ یہاں تک کہ آپ کی وفات شریف پر جب وہ عادت لوگوں سے منقطع ہوئی تب معلوم ہُوا کہ وُہ آپ ہی کے کرم کا فیض تھا۔

ایک بار ایک شخص کو آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہُوئے سُنا کہ وُہ دس ہزار درم اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے۔ آپ نے دولت خانۂ انور پر جا کر دس ہزار درم اس کو بھجوا دیئے۔

ایک بار ایک شخص نے حاضر ہو کر اپنی تنگ حالی کا گلہ آپ کی خدمت میں کیا۔ آپ نے اپنے خزانچی کو بُلوا کر تمام وارد اور منصرفات کا حساب طلب فرمایا اور بقایا کو پوچھا تو اس نے پچاس ہزار درم باقی حاضر کئے۔ فرمایا وہ پانچ سو دینار سُرخ جو تیرے پاس تھے کیا ہوئے۔ اُس نے عرض کیا موجود ہیں۔ فرمایا وُہ بھی لے آ۔ اس نے وہ بھی حاضر کر دیئے وُہ سب مال آپ نے اُس شخص کو پیش کر کے عذر کیا کہ اس وقت یہی موجود تھا اس سے کام چلاؤ اور تقصیر کو درگزر نا۔

ایک بار ایک سائل آپ کی جناب میں حاضر ہُوا۔ اس وقت آپ کے پاس اپنا مدقابھی نہ تھا۔ آپ کو خالی پھیرتے ہُوئے حجاب آیا۔ آپ نے اس سے فرمایا کہ میں تجھے ایک چیز بتاؤں جس سے تجھے کافی فائدہ ہو۔

اس نے عرض کیا ضرور۔ فرمایا کہ خلیفہ کی لڑکی مر گئی ہے اور ان کو اس کے ساتھ بڑا پیار تھا۔ وُہ سخت غمگین ہیں۔ اور کسی نے ان کی ایسی تعزیت، اور تسلّی دہی نہیں کی ہے جس سے ان کا غم جاتا رہے۔ تو جا اور ان کلمات سے ان کی تعزیت کر تجھ کو فائدہ ہو گا۔ اس نے عرض کیا کہ وُہ کلمات مجھے یاد کرا دیجئے۔ آپ نے انسے یاد کرا دیئے فرمایا کہ

اے امیرالمؤمنین اللہ کا شکر کیجئے کہ اس نے اس کا پردہ کر دیا آپ کو اس کی قبر پہ بٹھا کر بعد اس کی فضیحت اور رسوائی نہ کی آپ کی قبر پر اس کو بٹھا کر۔

یہ کلمات سُنتے ہی امیرالمؤمنین کے دل سے لڑکی کا غم فوراً اتر گیا۔ اور بہت سرور سے متبدل ہو گیا اور کافی انعام اس کو دیا۔ پھر اُس سے پُوچھا کہ تجھے اللہ کی قسم ہے کہ یہ کلمات تیرے کہے ہُوئے ہیں۔ اُس نے عرض کیا کہ نہیں بلکہ امام حسنؓ نے اس کو تعلیم فرمائے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں جان گیا تھا کہ یہ فصاحت اُنہیں کی ہے وہی اس کے معدن ہیں۔ پھر اس کو دوسرا انعام دیا۔

ایک بار آپؓ اور حضرت امام حسینؓ اور آپ کے چچا زاد برادر حضرت عبداللہ بن جعفر طیارؓ حج کے لئے روانہ ہوئے۔ راستہ میں بُھوک اور پیاس نے تینوں سادات کو پریشان کیا۔ دُور سے جنگل میں ایک خیمہ نمودار ہُوا۔ اُس کی طرف روانہ ہُوئے۔ اور خیمہ کے پاس جا کر سواریاں بٹھادیں۔ اُس میں ایک بوڑھی عورت تھی۔ اس سے پوچھا کہ تیرے پاس پانی ہے۔ اس نے کہا ہے۔ یہ سُن کر اُتر گئے اس نے کہا یہ بکری ہے اس کو دُوہو اور پیو۔ چنانچہ اس کو دُوہا اور تینوں سادات نے پیا۔ پھر اس سے پُوچھا کچھ کھانا بھی تیرے پاس ہے۔ اُس نے کہا بس یہی بکری ہے۔ اور میں تم کو قسم دیتی ہوں اللہ کی کہ تم میں سے ایک اُٹھ کر ذبح کرے میں جنگل سے لکڑی لے کر آتی ہوں۔

چنانچہ اس کو ذبح کیا اور صاف کیا۔ اس نے لکڑیاں لا کر جلائیں اور بکری کا گوشت بھُون کر تینوں سادات نے نوش فرمایا اور شام کے قریب تک وہاں آرام لے کر روانہ ہُوئے۔ اس ضعیفہ سے کہا کہ ہم تینوں قریش میں سے ہیں اور حج کو جا رہے ہیں۔ جب ہم واپس ہوں تو مدینہ طیبہ میں ہمارے پاس ضرور آنا۔ ہم تجھ سے سلوک کریں گے۔ چونکہ کرم عرب کا شیوہ ہے جبلی اور فطری کرم سے ضیافت کی تھی نہ اُس نے ان حضرات سے نام پُوچھا نہ نشان۔

شام کو اس کا شوہر آیا۔ اُس نے سارا قصہ اس سے بیان کیا۔ وہ بہت ناخوش ہوا

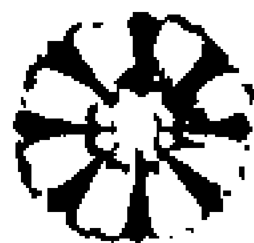
ایک مدت کے بعد قحط سالی نے ان دونوں کو مدینہ طیبہ آنے پر مجبور کیا۔ اتفاق سے وہی ضعیفہ اپنا خلطہ ڈالے ہوئے مینگنیاں اور کھجور کی گٹھلیاں گلیوں میں چنتے ہوئے ایک راہ میں جارہی تھی اور اتفاق سے حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دولت خانہ کے دروازے پر اس وقت تشریف فرما تھے۔ آپ نے دیکھتے ہی اس ضعیفہ کو فوراً پہچان لیا اور اس کو بلایا۔ اس سے کہا اے اللہ کی بندی مجھے پہچانتی ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا میں تیرے یہاں تین مہمانوں میں سے ایک ہوں جو فلاں سال اور فلاں وقت تیرے مہمان رہے تھے۔ اس نے کہا میرے ماں باپ قربان ہوں آپ پر میں نہیں پہچانتی۔ فرمایا اگر تو نے مجھے نہیں پہچانا تو میں نے تجھ کو پہچان لیا پھر حکم دیا۔ ایک ہزار بکریاں اس کو خرید دی جاویں اور ایک ہزار دینار سُرخ نقد عطیہ اس کو دے کر غلاموں کو حکم دیا کہ ہمارے بھائی حسینؓ کے پاس اس کو لے جاؤ۔

چنانچہ ان کی خدمت میں اس کو لے گئے انہوں نے پہچانا اور بڑی شفقت فرمائی اور پوچھا کہ بڑے بھائی صاحب نے کیا عطیہ اس کو دیا ہے۔ غلاموں نے عرض کیا کہ ایک ہزار بکری اور ایک ہزار دینار سُرخ۔ انہوں نے بھی اسی قدر اس کو عطا فرما کر حکم دیا کہ اس کو حضرت عبداللہ بن جعفر کے پاس لے جاؤ۔

جب وہاں پہنچی تو انہوں نے بھی پہچانا اور بڑی شفقت فرمائی اور پوچھا کہ دونوں شہزادوں نے کیا مرحمت فرمایا۔ غلاموں نے بتا دیا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اے بوڑھیا اگر تو مجھ سے پہل کرتی تو میں ان دونوں کو تھکا دیتا۔

پھر آپ نے دو ہزار بکریاں اور دو ہزار دینار اس کو عطا فرمائے اور اس طرح سادات کے الطاف و کرم سے وہ دونوں نہایت مالدار ہو کر واپس ہوئے۔

آپ کے بعض محترم اقارب نے آپ کو خط لکھا جس میں لکھا کہ آپ خیر کرنے میں اسراف تک پہنچ گئے۔ آپ نے ان کو جواب لکھ دیا کہ خیر میں اسراف ہی نہیں۔



علمی مقام

آپ کی فرزانت عقل ورائی سدید مسلم الثبوت تھی۔ ایک بار ایک شخص مسجد نبوی محترم میں داخل ہُوا۔ ایک حلقہ پر گزرا اس میں ایک بزرگ پر لوگ جمع اور پُوچھ رہے ہیں۔ اس نے بھی پوچھا کہ شاہد اور مشہور کیا ہیں مجھے بتائیے۔ انہوں نے فرمایا۔ ہاں شاہد جمعہ کا دن مشہور عرفہ کا دن ہے۔

پھر دوسرے حلقہ پر پہنچا وہاں بھی وہی حال دیکھا۔ وہاں بھی اس نے یہی سوال کیا۔ اُن بزرگ نے فرمایا کہ شاہد یوم جمعہ ہے اور مشہور یوم النحر ہے۔

پھر تیسرا حلقہ اس کو نظر آیا۔ وہاں بھی خلقت کا انبوہ پایا کہ ایک بزرگ پر لوگ جمع ہیں۔ حاضر ہو کر پُوچھا کہ شاہد اور مشہور کیا ہے مجھے بتائیے۔

انہوں نے فرمایا کہ ہاں شاہد حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہے اور مشہور قیامت کا دن ہے کیا تو نہیں سُنتا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِیْرًا۔ اے پیارے نبی ہم نے آپ کو بھیجا ہے شاہد بنا کر اور بشارت دینے والا اور ڈرانے والا۔ اور فرماتا ہے ذٰلِكَ یَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ یَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ۔ وہی دن ہے جس کے لئے لوگ جمع کئے جاویں گے اور وہی دن ہے مشہور یعنی جبکہ اوّلین و آخرین سب ہی حاضر و موجود ہوں گے۔

اس سائل نے لوگوں سے ان تینوں بزرگوں کے متعلق دریافت کیا تو اس سے کہا گیا کہ اوّل بزرگ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ دوسرے حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور تیسرے سید اجل حضرت سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔

ایک روز آپ غسل فرما کر لباس فاخرہ کے ساتھ دولت خانہ سے برآمد ہُوئے۔ راہ میں ایک محتاج یہودی نہایت شکستہ حال چمڑے کا ایک لباس پہنے ہُوئے مختلف امراض کا شکار کمزور مفلس و محتاج نادار دوپہر کی گرمی نے جس کے سیاہ رنگ و پشت کو سوزاں کر رکھا تھا اور وہ ایک

گھڑا پانی کا سر پر اُٹھائے جا رہا تھا کہ اس کی نظر آپ کے جمالِ باکمال اور لباسِ فاخرہ بے مثال پر پڑی۔ دیکھ کر اُس نے آپ کو روک لیا۔ اور عرض کیا کہ ایک سوال ہے۔ فرمایا پُوچھ۔

اس نے عرض کیا کہ آپ کے جدِ امجد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ارشاد ہے کہ الدنیا سجن المؤمن وجنۃ الکافر اور میں دیکھتا ہوں کہ یہ تو آپ کے لئے جنت ہے کہ یہ تنعم آپ کو یہاں حاصل ہے اور میں دیکھتا ہوں دنیا کو اپنے لئے کہ جس حال میں ہوں میں مگر سخت قید خانہ کہ اس کی سختیوں نے مجھ کو ہلاک کر ڈالا۔ اور اس کے فقر و فاقہ نے سخت تنگ کر دیا ہے۔ آپ نے یہ سن کر مابعد فرمایا۔

اسے شخص اگر تو دیکھے جو کسا اللہ تعالیٰ نے میرے لئے آخرت میں جمع فرما رکھا ہے تو جان لے کہ اُس کے مقابلہ میں میں اب جس حال میں ہوں یہ دنیا میرے لئے قید خانہ ہے۔ اور اگر تو دیکھ لے جو کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے دردناک عذاب آخرت میں جمع کر رکھا ہے تو ہر آئینہ پائے اپنے کو اس حال میں بڑی کشادہ جنت میں۔

آپ سے کسی نے کہا کہ حضرت ابوذرؓ کہتے ہیں کہ تنگی مجھ کو تونگری سے زیادہ پیاری ہے اور بیماری تندرستی سے۔ آپ نے سُن کر فرمایا اللہ تعالیٰ ابوذرؓ پر رحمت کرے لیکن میں تو یہ کہتا ہوں کہ جو اس پر اعتماد کر لے کہ اللہ تعالیٰ نے جس نیک حال کو اُس کے لئے اختیار فرمایا ہے تو اس کو پھر دُوسرے حال کی تمنا نہ رہے گی اللہ تعالیٰ کے اختیار فرمودہ حال پر کلام عالی آپ کے علو مقامی اور کمال معرفت کی واضح ترین دلیل ہے۔

خلافت سے دستبرداری

حضرت امیر المؤمنین سیدنا علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی شہادت کے بعد تمام اہلِ عراق حجاز وغیرہ نے آپ کے دستِ مُبارک پر بیعت کی۔ ۱۹ یا ۲۰ یا ۲۱ تاریخ ماہ رمضان المبارک ۴۰ ہجری میں آپ کی بیعت خلافت منعقد ہوئی۔ چھ ماہ چند روز کے بعد آپ بھی حسب مشورہ اہلِ عراق

اپنے لشکر جرار کے ساتھ کوفہ سے نکلے اور حضرت معاویہؓ بھی شام سے عراق کو بڑھے۔ بنار کی چھت میں مقام مَسْکِن پر دونوں لشکروں کا اجتماع ہُوا۔

آپ کی فکر ثاقب نے اس کا ادراک کیا کہ ایک فریق دُوسرے فریق پر غالب ہونے تک بڑی کثیر جماعت مُسلمانوں کی تلوار کے گھاٹ اُتر جائے گی۔ فطرت سلیمہ آپ کی بدالُ فتنہ سے ہمیشہ دُور رہنے والی تھی ہی۔ اس اہم اسلامی خونریزی کے خطرۂ عظیم کو مدنظر فرماتے ہُوئے آپ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو پیام بھیجا کہ اگر تم میری شرطیں منظور کرلو کہ تمہارے بعد خلافت میری ہوگی اور یہ کہ اہلِ مدینہ منورہ اور اہلِ حجاز و عراق کسی سے کوئی مُطالبہ یا مُواخذہ بالکل نہ ہوگا بمقابلہ حوادث ماضیہ کے اور یہ کہ تمام قرض میرا بیت المال سے ادا کیا جاوے تو میں تم کو خلافت تسلیم کردیتا ہوں۔

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پیام سے بہت خوش ہُوئے کہ اسلامی خونریزی کا اس میں تحفظ تھا۔ اور کچھ ردوقدح کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سادہ کاغذ آپ کی خدمت میں بھیجا کہ جو شرطیں آپ چاہیں لکھ کر دستخط کردیں مجھ کو سب منظور ہے چنانچہ آپ کی مطلوبہ شروط لکھی گئیں اور طرفین نے دستخط کر دیئے اور اس طرح حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مُسلمانوں کے خون کا تحفظ فرماتے ہُوئے ماہ ربیع الاول شریف ۴۱ھ ہجری میں بمقام بیت المقدس شریف اپنے کو خلافت سے جدا کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تسلیم کردی اور ان کی بیعت قبول کر لی۔ اسی لئے یہ سال عام الجماعت سے موسوم ہُوا۔ اور حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کا معجزۂ عظیمہ ظاہر ہوگیا۔ جو بیان ہو چکی ہے۔ جس میں آپ کے اس رویہ کی محمدّت ثابت ہے ساتھ ہی دونوں فریق کا مسلمان ہونا بھی واضح ہے۔

نیز دوسرا معجزہ بہ نسبت پیشین گوئی خلافتِ راشدہ متصلہ کے بھی ظاہر ہوا جو کہ صحیح حدیث شریف کا ابتدائی جملہ ہے کہ الخلافۃ بعدی ثلاثون سنۃ - اسی ماہ ربیع الاوّل شریف میں خلافت راشدہ کا تکملہ آپ کی شش ماہ خلافت سے اس طرح ہو کر دوسری عظیم

کوچ کر کے مع تمام متعلقین کے مدینہ طیبہ میں رونق افزا ہوئے اور بقیہ ایام عمر شریف کے دس سال مدینہ طیبہ ہی میں گزرے۔

بعد تسلیم خلافت کے بعض آپ کی جماعت والے آپ کو بجائے امیرالمؤمنین کے یا عارالمؤمنین کہتے تھے تو آپ اپنے کمال علم سے فرماتے کہ العار خیر من النار۔ یعنی تمہارا فرضی عار وننگ دوزخ کے دائمی عذاب سے بہتر ہے۔ بوجہ اس کے کہ گویا ملک کی خاطر مسلمانوں کو آپس میں لڑانا اور ان کے خون کے نالے بہانا اللہ تعالیٰ کے یہاں جُرم عظیم ہے۔

تمام اہل سنت والجماعۃ محققین کا اتفاق ہے کہ آپ اپنے وقتِ خلافت میں احق ترین مستحق مسند خلافت تھے۔ اسی کے ساتھ آپ کے تنازل کرتے اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیعت کر لینے سے ان کی خلافت کی بھی تصحیح ہو گئی اور اس طرح وہ باتفاق امیرالمؤمنین ہو گئے۔

ایک روز ایک شخص نے آ کر کہا۔
السلام علیک یا مُذِل المؤمنین۔ آپ نے سُن کر فرمایا۔ کہ میں ہرگز مسلمانوں کو ذلت دلانے والا نہیں ہوں۔ البتہ مجھے ناپسند ہوا کہ میں مُلک پر تمہاری جانیں ذبح کراؤں۔ میں نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی خاطر ایسا کیا۔

واقعہ شہادت

چونکہ باہمی صُلح میں شرطِ اوّل یہ طے ہوئی تھی کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بعد آپ ہی خلیفہ ہوں گے۔ جب یزید علیہ ما علیہ سِن ہوش کو پہنچا تو اس کو یہ خدشہ پیدا ہوا کہ باپ کے انتقال کے بعد مُلک اس کے ہاتھ نہ آئے گا۔ بلکہ حسب معاہدہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلافت منتقل ہو جائے گی۔ ابلیس لعین نے اس کو طرح طرح کی سمجھائی شروع کی اور آخر کار اس نے یہی عزم کر لیا کہ جس حیلہ سے ہو سکے حضرت امام عالی مقام کے آفتاب وجود و حیات کو پردہ میں لایا جائے تاکہ خلافت بنی ہاشم میں عود نہ کر جائے اور پھر وہ اپنے

والد کا ولی عہد ہو سکے۔

اس شیطانی خبیث منصوبہ کی تکمیل کے لئے اس نے ناجائز وسیلے اختیار کر کے آپ کی ایک زوجہ کو جس کا نام جعدہ ہے جو کہ اشعث بن قیس کی دختر تھی کچھ انعام بھیج کر آمادہ کیا کہ وہ آپ کو زہر دے کر شہید کر دے تو خود یزید اُس سے نکاح کرے گا اور اس طرح آئندہ وہ ملکۃ المسلمین کہلائے جانے کی اُمیدوار ہو سکے گی۔

اس کمبخت بدنصیب پر شیطانی چال کارگر ہو گئی اور اس نے اقرار کر کے آپ کو زہر دینا شروع کیا۔ چند بار اس نے یہ جانکاہ جرأت کی اور آپ نے باوجود علم کے اپنے حلم عظیم سے کوئی مؤاخذہ تو درکنار کسی سے بلکہ خود اس حرماں نصیب سے بھی ذکر نہ فرمایا اور اسی اپنے مقام اعلائے تفویض و تسلیم میں راضی بقضاء الٰہی رہے۔

یہاں تک کہ آخیر بار اس بدنصیب خاسرہ نے نہایت سخت زہر دیا کہ اس کے اثر سے اسہال کبدی آپ کو شروع ہو گئے اور جگر مبارک ٹکڑے ہو کر گرنے لگا۔

عمرو بن اسحٰق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں اور ایک شخص حضرتؓ کی عیادت کے لئے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے فرمایا اے عمروؓ پوچھو مجھ سے۔ میں نے عرض کیا قسم اللہ کی کچھ نہ پوچھوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت بخشے۔

فرمایا پوچھ لو۔ میرے جگر کا ایک ایک ٹکڑا گر چکا ہے اور میں کئی بار زہر دیا گیا ہوں۔ مگر اس مرتبہ جیسا سخت نہیں دیا گیا۔ پھر دوسرے روز میں حاضر خدمت ہوا تو آپ کے بھائی حضرت سیدنا حسینؓ آپ کے سرہانے بیٹھے تھے۔

انہوں نے پوچھا اے میرے بھائی کس پر آپ کی تہمت ہے۔ فرمایا کیوں پوچھتے ہو کیا اس کو قتل کر دوگے۔ انہوں نے عرض کیا بے شک۔ فرمایا اگر وہی ہے جس پر میرا گمان ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے سخت انتقام لینے اور خوار کرنے والا ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو میں یہ نہیں پسند کرتا کہ میرے لئے کوئی بے گناہ مارا جائے۔ پھر فرمایا۔ اے میرے بھائی میری وفات قریب ہے اور مفارقت جسمانی کا وقت قریب آگیا ہے۔ اور میں اپنے رب سے ملنے والا ہوں۔ میں دیکھتا ہوں کہ میرا جگر پاش پاش ہو کر گرتا ہے اور میں جانتا ہوں کہ کہاں سے یہ مصیبت

مجھ پر آئی ہے اور میں اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس پر نالش کرتا ہوں۔

پھر آپ نے تخلیہ میں جعدہ مذکورہ کو طلب فرمایا اور اس سے فرمایا اے ناسازگار اور اسے دشمنِ جانی تو نے چھ بار مجھ کو زہر دیا۔ تجھ کو صحبت و معاشرت دیرینہ کا کچھ خیال نہ آیا اللہ تعالیٰ سے اور حضور سے تجھ کو شرم نہ آئی۔ میری جوانی محبّت تو نے خاک میں ملائی۔ خیر۔ جا جو تیرا مطلب ہے وہ بھی بر نہ آئے گا۔ پھر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔

حافظ ابو عمر بن عبدالبر روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غروبِ آفتاب جمال کا وقت قریب آیا تو آپ نے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوا کر فرمایا کہ اے بھائی تمہارے والد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات پر خلافت کے تسائل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے اس کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرف پھیر دیا۔

پھر ان کی وفات پر یہی اُمید ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف پھیر دی گئی۔ پھر ان کے بعد شوریٰ کے وقت ان کو یقین تھا کہ خلافت ان سے باہر نہ جائے گی مگر پھر بھی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف پھیر دی گئی۔ ان کی شہادت کے بعد ان کی بیعت کی گئی مگر ان سے جھگڑا کیا گیا یہاں تک کہ تلوار کھنچ گئی۔ پھر ان کے لئے صفا میسّر نہ ہوئی اور میں دیکھتا ہوں کہ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ ہم میں نبوت اور خلافت جمع نہ فرمائے گا۔ اس لئے ہوشیار رہنا۔ مبادا کوفہ کے سفید لوگ تمہاری عقل کو خفیف کر کے تم کو یہاں سے نکال بلائیں۔ اور میں نے حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے چاہا تھا کہ میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کیا جاؤں اور انہوں نے منظور فرمالیا تھا میرے انتقال کے بعد ان سے مکرر اجازت طلب کرنا مگر جو میں دیکھتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہ لوگ یعنی حکام بنی امیہ ایسا کرنے سے تم کو روکیں گے پس اگر روکیں تو تم ان سے مراجعت نہ کرنا اور مجھ کو میری والدہ مطہرہ کے پہلو میں دفن کرنا۔

اسی صحیح روایت کے بموجب علمائے سیر نے فرمایا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ حضرت جنابہ سیدہ مطہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بقیع شریف میں مدفون ہیں جہاں کہ حضرت سیدنا امام حسن

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مدفن ہے۔

چالیس روز یہ مرض اخیر لاحق رہا۔ جب حالت سخت ہوئی تو فرمایا کہ میرا بستر گھر کے صحن میں نکالو تاکہ میں ملکوت آسمانی میں تفکر کروں۔ جب احتضار شروع ہُوا تو آپ پر آثارِ کرب ظاہر ہوئے۔

حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ آپ کو اس وقت گھبراہٹ کیوں ہے۔ حالانکہ آپ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے حضور میں پہنچیں گے اور وہ دونوں آپ کے باپ ہیں۔ اور حضرت سیدتنا خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس کہ یہ دونوں آپ کی مائیں ہیں اور حضرت سیدنا قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سیدنا طاہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں کہ وہ دونوں آپ کے ماموں ہیں اور حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا جعفر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کہ وہ دونوں آپ کے چچا ہیں۔

یہ سُن کر فرمایا کہ اے میرے بھائی میں اس وقت اللہ تعالیٰ کے ایسے حکم میں داخل ہونے والا ہوں کہ اس کے مثل میں کبھی داخل نہیں ہُوا اور میں اس وقت اللہ تعالیٰ کی ایسی مخلوق کو دیکھتا ہوں کہ جن کا مثل میں نے پہلے نہیں دیکھا۔

شب شنبہ کو کرب بڑھنے لگا اور آخر کار داعی الٰہی کی اجابت فرمائی اور صبح شنبہ سے قبل عالم جاودانی کو سید نوجوانان جنت نے سفر فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

بعد وفات حسرت آیات کے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسب آپ کی وصیت کے حضرت سیدہ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے دفن کی اجازت طلب کی۔

انہوں نے فرمایا نہایت خوشی اور کرامت سے۔ جب مروان کو خبر ہُوئی تو اُس نے کہا یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور کے ساتھ دفن نہ ہو سکیں اور یہ دفن ہوں۔

جب جنازہ تیار ہو کر مسجد شریف نبوی میں حاضر کیا گیا تو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ

تعالیٰ عنہ نے مروان کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ بڑھ اور امامت کر۔ قسم اللہ کی اگر سنت نبوی نہ ہوتی تو میں تجھ کو اس وقت امامت نہ کرنے دیتا۔ چنانچہ مروان نے نماز جنازہ کی امامت کی۔

نماز کے بعد جب حجرہ مطہرہ کی جانب جنازہ لے جایا جانے لگا تو مروان معہ اپنے لشکریوں کے مانع ہوا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور آپ کے رفقاء نے ہتھیار باندھے کہ لڑ کر آپ کو حجرۂ مطہرہ میں دفن کریں گے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ معلوم کر کے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سرِ مُبارک پر بوسہ دیا اور پائے مبارک پکڑ لئے اور عرض کیا کہ آپ کے حضرت برادر محترم کا حکم تھا کہ اگر یہ لوگ مانع ہوں تو مزاحمت نہ کرنا اور حضرت سیّدہ مطہرہ والدہ ماجدہ کے پہلو میں دفن کرنا۔ غرضکہ اُن کی اس تفہیم مخلصانہ پر حضرت نے ہتھیار کھول دیئے اور بقیع شریف میں آپ کی والدہ مطہرہ سیّدۃ النساء العالمین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پہلوئے انور میں لے جا کر دفن فرما دیا۔

حضرت سیّدنا امام حسین اور حضرت سیّدنا عبداللہ بن عباس اور حضرت سیّدنا محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہم نے قبرِ انور میں اُتارا۔ حضرت ثعلبہ سے روایت ہے کہ میں اس وقت حاضر تھا۔ اتنی مخلوق تشیع جنازے میں تھی کہ اگر سُوئی پھینکی جاتی تو وہ بھی آدمیوں ہی پر پڑتی۔

تمام مدینہ طیبہ میں عجیب ماتم برپا تھا۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ ایک ماہ تک بنی ہاشم کی عورتیں آپ پر ماتم کرتی رہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ۔ آمین۔

مُقامِ غور ہے کہ ان سادات عالی مُقامان کا حالِ خوف یہ ہے جو بیان ہُوا جو کہ آرائش و زیبائش جناں ہیں تو دوسروں کو کیا ہی خوف ہونا چاہیئے۔ نزدیکان را بیش بود حیرانی۔ روایت ہے کہ مروان کو حضرت سیّدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کے جنازے میں روتے دیکھا تو فرمایا۔ کہ تو اب اُن پر روتا ہے حالانکہ کیسے کیسے کڑوے گھونٹ تو ان کو زندگی میں پلاتا تھا۔ اس نے کہا بے شک میں جو کچھ کرتا تھا پہاڑ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس سے بھی زیادہ بردبار کے ساتھ کرتا تھا۔

بعد وفات شریف کے اس حرماں نصیب جعدہ نے یزید کو لکھا اور ایفاء وعدہ کا مُطالبہ

کیا۔ اُس نے جواب میں کہا کہ ہم تجھ کو حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی کے لئے پسند نہ کرتے تھے۔ اپنے لئے ہم کیوں کر تجھ کو قبول کر سکتے ہیں۔ اس طرح حضرت کی پیشین گوئی اُس نامراد کے حق میں پوری ہوئی۔ اور وہ اس طرح دنیا و آخرت کی نامراد ٹھہری۔ اللہ تعالیٰ شقاوت و بدبختی سے بچائے۔ آمین۔

عمر شریف اور تاریخ وصال وفات شریف میں محدثین میں اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک اٹھائیس۔ بعض کے نزدیک انتیس ماہ صفر۔ بعض کے نزدیک غرّہ ماہ ربیع الاول شریف۔ بعض کے نزدیک پانچویں ماہ ربیع الاوّل شریف کو وفات شریف ہوئی شب شنبہ میں اختلاف نہیں۔ اور روز شنبہ کو دفن فرمائے گئے۔ سال وفات شریف میں بھی اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ۴۹ھ ہجری۔ بعض کے نزدیک ۵۰ھ ہجری بعض کے نزدیک ۵۱ھ ہجری ہے۔ ایک قولِ شاذ میں ۴۴ھ ہجری اور ۵۸ھ ہجری بھی ہے۔ مگر مشہور اقوال اولیٰ ہیں۔

اسی طرح عمر شریف میں بھی اختلاف ہے۔ پینتالیس سال چند ماہ اور بقول بعض چھیالیس سال اور بقول اکثر سینتالیس سال چند ماہ ہے اور بقول بعض انچاس سال اُنیس دن کی ہوئی۔

اللھم ادم دیم رضوان علیہ وامدنا بالاسرار التی اودعتھا لدیہ۔

فرمودات عالیہ

آپ کے حکیمانہ جواہر کلام بہت ہیں۔ چند کلماتِ عالیہ تبرکاً لکھے جاتے ہیں۔

فرمایا کہ ہلاکت لوگوں کی تین خصلتوں میں ہے۔ ایک تکبر ایک حرص ایک حسد ہیں پس تکبر سے دین کی ہلاکت ہے اور اسی سے ابلیس راندہ گیا۔ اور حرص دشمن جان ہے اور اسی کی وجہ سے حضرت سیدنا آدم علیہ السلام جنت سے برآمد ہوئے اور حسد نہایت برائی کا راستہ بتلانے والا ہے۔ اور اسی کی بدولت قابیل نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کیا۔

ارشاد ہے کہ اچھی طرح سوال کرنا آدھا علم ہے اور فرمایا کہ جو سلام سے پہلے بات کرے اس کو ہرگز جواب

نادانی کا پردہ ہے اور آبرو کی زینت ہے اور خاموش رہنے والا خود راحت میں ہے اور ہم نشیں اس کا امن میں ہے۔

اپنے صاحبزادگان اور اپنے بھائیوں کے صاحبزادوں کو فرمایا کرتے تھے کہ علم حاصل کرو اور اگر اس کو یاد رکھنے کی استطاعت نہ ہو تو لکھ کر اپنے گھروں میں رکھو اور فرمایا کہ جس کو عقل نہیں اس کو ادب بھی نہیں اور جس کو ہمت نہیں اس کو مودت بھی نہیں اور جس کو دین نہیں اس کو شرم بھی نہیں اور عقل کی چوٹی یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ نیک معاشرت رکھے اور عقل سے دونوں جہان مل سکتے ہیں اور جو عقل سے محروم ہے اللّٰھم احفظنا۔ وہ دونوں جہان کی خیر سے محروم ہے۔

ایک بار آپ پر سخت تنگ حالی ہوئی۔ آپ کا سالانہ ایک لاکھ مقرر تھا وہ کسی وجہ غفلت سے رک گیا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے قلم دوات منگوایا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھوں پھر ہاتھ روک لیا۔ عالم خواب میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت باسعادت سے مشرف ہوا۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔ تم کیسے ہو حسنؓ۔ میں نے عرض کیا۔ میرے بابا جان بخیر ہوں اور اپنے سالینہ کے رُک جانے کا شکوہ عرض کیا۔

فرمایا کہ تم نے قلم دوات طلب کی تھی تاکہ اپنی جیسی مخلوق کی یاد دہانی کرو۔ میں نے عرض کیا بے شک حضورؐ میں نے ایسا کیا تھا۔ پھر کیا کروں۔ فرمایا۔ یہ دعا کرو۔

اَللّٰھُمَّ اقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رَجَاءَكَ وَاقْطَعْ رَجَائِیْ عَمَّنْ سِوَاكَ حَتّٰی لَا اَرْجُوْا اَحَدًا غَیْرَكَ اَللّٰھُمَّ وَمَا ضَعُفَتْ عَنْهُ عَمَلِیْ وَلَمْ تَنْتَهِ اِلَیْهِ رَغْبَتِیْ وَلَمْ تَبْلُغْهُ مَسْاَلَتِیْ وَلَمْ یَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِمَّا اَعْطَیْتَ اَحَدًا مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ بَخَصَّنِیْ بِهٖ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۝

بعض روایت میں ہے یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ فرماتے ہیں پس قسم اللہ کی کہ ایک ہفتہ بھی اس دعا کے الحاح کو نہ گزرا تھا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے پاس پندرہ لاکھ بھیج دیئے میں نے کہا۔

اُس اللہ کے لئے حمد ہے۔ جو اپنے یاد کرنے والے کو نہیں بھولتا اور اپنے مانگنے والے کو خالی نہیں پھیرتا۔

پھر میں دوبارہ زیارت اقدس سے مشرف ہوا۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حسن تم کیسے ہو۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ بخیر ہوں اور اپنا قصہ عرض کیا فرمایا۔ جو خالق اکبر سے اُمید رکھے اور مخلوق سے امید نہ رکھے اس کا یوں ہی کام ہوتا ہے۔

آپ کے مواعظ میں سے ہے کہ اے بنی آدم اللہ کے محارم سے دور رہ تو عابد ہو جائے گا۔ اور اللہ کی قسمت پر راضی رہ تو تونگر ہو جائے گا اور پڑوسی کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھ مسلمان ہو جائے گا اور جس طرح کہ اپنے ساتھ معاملہ دوسروں سے پسند رکھتا ہو وہی معاملہ دوسروں کے ساتھ بھی کر تو عدل کرنے والا ہو جائے گا۔

اے اولاد آدم تم سے پہلے بہت قومیں تھیں جنہوں نے بہت جمع کیا اور نہایت سنگین پختہ محل بنائے اور بڑی دُور کی آرزو رکھتے تھے۔ آج وہ سب خاک و غبار ہو چکے ہیں اور عمل نے ان کو دھوکے میں رکھا اور اب ان کے گھر قبور ہیں۔

اے ابن آدم جس وقت سے کہ تو اپنے مادر کے شکم سے گرا ہے اُس گھڑی سے برابر اپنی عمر کو ڈھا رہا ہے۔ پس جو تیرے آگے آنے والا ہے اس کے لئے جو تیرے پاس ہے اس سے بہ کوشش مدد لے۔

پس تحقیق مسلمان توشۂ آخرت تیار کرتا ہے اور کافر آسائش و آرام حاصل کرتا ہے۔ اس کے بعد یہ آیۃ شریف پڑھتے۔ وَتَزَوَّدُوْا فَاِنَّ خَیْرَ الزَّادِ التَّقْوٰی ہم سب کو مالا مال فرما دے۔ آمین۔

آپ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ آپ کیسی ہی تنگی میں بھی ہوں مگر کسی سائل کو خالی نہیں واپس فرماتے۔

فرمایا اس لئے کہ میں اپنے اللہ کا ہر وقت سائل ہوں اور اسی کے کرم کا ہر آن چاہنے والا ہوں اور مجھے شرم آتی ہے کہ میں خود سائل ہوں اور پھر کسی سائل کو خالی لوٹاؤں اور تحقیق اللہ تعالیٰ نے ایک عادت پاک میرے ساتھ رکھی ہے وہ یہ کہ وہ اپنی نعمتیں، مجھ پر برساتا

رہتا ہے اور میں نے بھی اس کے ساتھ یہ عادت رکھی ہے کہ اس کی بارش نعمت کو لوگوں پر برساؤں۔ پس میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں اپنی عادت قطع کر دوں تو وہ بھی اپنی عادت مجھ سے بند کر دے۔

آپ کثیر الزواج تھے۔ اور بہت طلاق دینے والے۔ نوے سے زیادہ بیبیاں آپ کے نکاح میں آئیں اور جس کو بھی طلاق دی وہ آپ سے حد درجہ محبت رکھتی اور ملتزم رہتی۔

ابن اسعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ بروایت اپنے والد حضرت امام محمد باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے ایک بار خطبہ میں فرمایا کہ اے کوفہ والو۔ حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کو اپنی لڑکیاں نہ بیاہو اس لئے کہ وہ بہت طلاق دینے والے ہیں اور مجھے خوف ہے کہ اس سے بہت سے قبائل سے منافرت ہو جائے۔

یہ سن کر قبیلۂ ہمدان کے ایک شخص کھڑے ہوئے اور عرض کیا۔ کہ یا امیر المومنین اللہ کی قسم جب وہ ہم سے لڑکی مانگیں گے ہم برابر بیاہ دیں گے۔ پھر جس کو وہ چاہیں رکھیں اور جس کو چاہیں چھوڑ دیں۔

آپ کثیر الاولاد بھی تھے۔ پندرہ یا سترہ اولادیں آپ کی ہیں تین ان میں سے اپنے عم محترم حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ شریک معرکۂ کربلا تھے اور اسی معرکہ میں درجۂ شہادت سے مشرف ہوئے۔

۱۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ۲۔ حضرت قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ۳۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

دیگر صاحبزادگان۔ ۴۔ حضرت امام حسن مثنیٰ۔ ۵۔ حضرت زید۔ ۶۔ حضرت عبدالرحمان۔ ۷۔ حضرت حسین ملقب بہ اشرم۔ ۸۔ حضرت طلحہ۔ ۹۔ حضرت احمد۔ ۱۰۔ حضرت اسماعیل۔ ۱۱۔ حضرت عقیل۔

صاحبزادیاں۔ ۱۲۔ سیدہ ام الحسن۔ ۱۳۔ سیدہ ام الحسین۔ ۱۴۔ سیدہ فاطمہ۔ ۱۵۔ سیدہ ام سلمہ ۱۶۔ سیدہ رقیہ۔

تعداد میں جو فرق ہے وہ اختلاف روایات سے ہے۔ باتفاق مورخین سلسلہ آپ کی ذریت طاہرہ کا صرف حضرت سیدنا حسن مثنیٰ اور حضرت سیدنا زید سے چلا۔ بقیہ صاحبزادگان سے کوئی ذریت نہیں چلی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

ونفعنا ببرکاتھم فی الدنیا والدین۔



حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ الْاَتَمَّانِ الْاَکْمَلَانِ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ خَیْرِ خَلْقِ اللّٰہِ اَجْمَعِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّاہِرِیْنَ وَاَصْحَابِہِ الْغُرِّ الْمَیَامِیْنَ۔

اما بعد بہ توفیقہ تعالیٰ ان چند سطور میں مختصر سیرت ریحانۂ حضور سید المرسلین جگر گوشۂ سیدۃ النساء جنتِ سردار نوجوانانِ جنت نورِ چشم ہائے اہلِ سُنّت سبط اکرم حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور بہ اختصار مفید واقعہ ہائلہ حضرت کی شہادت کا بروایات معتمدہ کتب معتبرہ سے نقل کر کے جمع کیا جاتا ہے۔ تاکہ باادب ناظرین کے لئے ذریعہ جلاء بصر و بصیرت و سعادت دارین ہو اور بادیۂ افراط و تفریط وا[illegible]غات بروایات واہیہ اور بے اصل سے بچیں اور اس کمترین جامع کلمات شریفہ اور اس کی ذریت سے ذخیرۂ صالحہ عزت دارین کا حق تعالیٰ اپنے فضل سے بنائے اور اس ناچیز خدمت کو قبولیت کا شرف بخشے۔ آمین ثم آمین۔

ولادت باسعادت

آپ کی ولادت سراپا برکت پانچویں شعبان المعظم سنہ ۴ ہجری کو ہوئی۔ اپنے برادرِ بزرگ سے کچھ دن کم گیارہ ماہ چھوٹے ہیں۔ وقت ولادت شریف کے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے لعاب دہنِ اقدس سے آپ کی تحنیک فرمائی اور آپ کے کانوں میں بذاتِ اقدس اذان و اقامت فرمائی اور اپنا لعاب دہن اقدس آپ کے دہنِ مبارک میں ڈالا اور ساتویں دن ایک دنبہ ذبح فرما کر عقیقہ فرمایا اور نام آپ کا حسین رکھا۔ اور حکم دیا کہ سرِ مبارک منڈوا کر

کنیت آپ کی ابو عبداللہ ہے۔ القاب آپ کے بہت ہیں الرشید، الطیّب، الزکی، السید، المبارک، التابع المرضاۃ اللہ۔ السبط۔ منجملہ ان کے الزکی اور السید اور السبط زیادہ اشہر ہیں۔ اخیر کے ہر دو لقب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمودہ ہیں۔ ہر دو نوں قرین نیّرین کے لئے ارشاد ہوا کہ یہ دونوں نوجوانانِ جنّت کے سادات ہیں۔ اور فرمایا ہے کہ حسینؓ اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔

فضائل و مناقب

پچھلے باب ششم مناقب حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں چند احادیث شریفہ فضائل اہلِ بیت اطہار اور سادات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی بیان ہو چکی ہیں۔ ان کے اعادے کی یہاں ضرورت نہیں۔ البتہ چند روایات جو خاص آپ کی ذاتِ مُبارکہ کے متعلق ہیں نقل کی جاتی ہیں۔

امام حاکم حضرت یعلیٰ عادی سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ حسینؓ مجھ سے ہیں اور میں حسینؓ سے ہوں، اے اللہ جو حسینؓ سے محبت کرے تو اس سے محبّت کر۔ حسین اسباط میں سے ایک سبط ہیں۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سُنا میں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ جس کو خوشی ہو کہ نوجوانانِ جنّت کے سردار کو دیکھے وُہ حسین ابنِ علیؓ کو دیکھ لے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد شریف میں فرماتے تھے۔ فرمایا لکعُ کہاں ہے۔ یہ ایک پیار کا لفظ ہے جو بچوں کو پیار میں بولتے ہیں۔ پس آئے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ دوڑتے ہوئے۔ یہاں تک کہ حضورؐ کی گود مبارک میں آ پڑے اور حضورؐ کی داڑھی مُبارک سے بازی کرنے لگے۔

حضورؐ نے اُن کا منہ مُبارک کھولا اور اپنا منہ مُبارک ان کے منہ میں دے دیا اور دعا [illegible]

رکھے اس کو بھی پیارا اپنا بنالے۔ انہیں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ دیکھا میں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت امام حسینؓ کا لعاب دہن چوستے ہوئے جیسے کہ کھجور چوسی جاتی ہے۔

حضرت زید بن ابی زیاد سے روایت ہے کہ برآمد ہوئے ایک بار حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حجرے سے۔ پس گزرے حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے مکان پر تو سُنا حضرت حسین رو رہے ہیں۔ حضرت سیدہ مطہرہ کو فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتی ہو کہ ان کا رونا مجھ کو اذیت دیتا ہے۔ کاش وہ کمبخت حرماں نصیب اس فرمانِ عالی پر تامل کرتے۔ جنہوں نے وہ کیا جس کی نظیر تمام تکوین میں نہیں مل سکتی۔

امام بخاری وغیرہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے آپ سے (حرم مکہ مکرمہ میں) پشّو کے خون کے متعلق حکم شرعی دریافت کیا۔ انہوں نے پوچھا کہ تو کہاں کا باشندہ ہے، اس نے کہا عراق کا۔ آپ نے حاضرین سے فرمایا کہ اس سائل پر غور کرو کہ مجھ سے پشّو کے خون کے لئے مسئلہ پوچھتا ہے۔ حالانکہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جگر گوشہ کو ان لوگوں نے شہید کیا ہے اور میں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ یہ دونوں سادات حسنین دُنیا میں سے میرے دو پھول ہیں۔ نیز آپ ہی سے مروی ہے کہ ایک روز آپ کعبۂ معظمہ کے سایہ میں بیٹھے تھے کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آتے ہوئے آپ کو نظر پڑے۔ تو آپ نے فرمایا کہ یہ تمام زمین والوں میں سے اس وقت آسمان والوں کو زیادہ پیارے ہیں۔

آپ کی اقامت ہمیشہ مدینہ طیبہ ہی میں رہی۔ یہاں تک کہ امیر المؤمنین شیر خدا کرم اللہ وجہہ کوفہ کو تشریف لے گئے انہیں کی ہمرکابی میں برابر رہے اور تمام ان کے معرکوں میں خدماتِ مفوضہ انجام دیتے رہے۔ حضرت کی شہادت کے بعد اپنے برادر اکبر کے ساتھ رہے اندا انہیں کی ہمراہی میں پھر مدینۂ طیبہ کی مراجعت فرمائی۔



سفر بطرف مکہ

جبکہ غزوۂ رجب سنہ ۶۰ھ کو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ انتقال فرما گئے اور یزید ان کی جگہ بیٹھا تو اس نے امیر مدینہ منورہ ۔ ولید بن عقبہ کو مدینہ طیبہ والوں سے اس کے لئے بیعت لئے جانے کا حکم بھیجا۔ اور خصوصیت سے حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت سیدنا عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مؤکد بیعت لینے کی تاکید لکھی۔

چونکہ وُہ ظالم اور فاسق اور شرابی تھا ان حضرات اکابر کے اجتہاد میں فاسق کی بیعت جائز نہ تھی۔ جبکہ رات میں امیر مذکور نے ہر دو اکابر کو طلب کر کے یزید کا حکم سُنایا اور بیعت طلب کی۔ دونوں نے جواب دیا کہ ہم جیسوں کی بیعت پوشیدہ نہیں ہو سکتی۔ ہم بیعت کریں گے تو دن میں خلقت کے روبرو یہ کہہ کر واپس آئے اور شب ہی میں دونوں اکابر معہ اپنے متعلقین و حاشیہ کے مکہ مکرمہ روانہ ہو گئے۔

رجب کے دو دن باقی تھے یا بروایتے چوتھی شعبان کو روانگی ہُوئی۔ آپ کے مکہ مکرمہ حاضر ہونے اور یزید فاسق کی بیعت سے انکار کی خبریں عراق میں پہنچیں تو کوفے والوں نے آپ کے حضور میں عرائض اور رقاصدین پے در پے روانہ کرنے شروع کئے کہ ہم سب آپ کے اور آپ کے والد اکرم اور برادر محترم کے غلام اور خدام ہیں۔ کوفہ کو رونق افروز فرمائیے۔ ہم سب آپ کی بیعت کر کے اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار ہیں۔

ایسے تملقانہ مضامین کے ڈیڑھ سو خط کے قریب حضرت کے حضور میں پیش ہُوئے اور بڑی سُرعت سے جانب کوفہ روانگی کے خواستگار ہوئے اور شدتِ انتظار کی بیقراریاں لکھنے لگے۔

ناچار آپ نے اُس بے وفا گروہ کے ظاہری اصرار پر تقدیر الٰہی سے اپنے چچا زاد بھائی حضرت مُسلمؓ بن عقیل کو معہ ان کے دونوں صاحبزادوں کے اپنا فرمان عالی دے کر اور قاصدان کوفہ کو ان کے ساتھ کر کے روانہ فرما دیا اور فرمان عالی میں اُن سے وعدہ فرما لیا کہ ان کے پیچھے ہم بھی آتے ہیں۔

جب حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ پہنچے تو جوق در جوق خلقت آکر آپ کی بیعت حضرت امام کی نیابت سے کرنے لگی۔ یہاں تک کہ چالیس ہزار آپ کے لشکری ہو گئے۔

حضرت مسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امام کو یہ تمام ماجرا لکھ کر بھیجا اور بہت جلد کوفہ کو روانگی کی خواہش ظاہر کی۔

یزید کی جانب سے حضرت نعمان بن بشیر امیر کوفہ تھے۔ جو صحابی تھے اور ان کے باپ بھی صحابی تھے۔ انہوں نے ظاہری تہدید سے فقط کام لیا اور زبانی تہدید کے سوا اور عمل سے باز رہے۔ کسی سے کوئی مزید تعرض نہ فرمایا۔ یہ حال دیکھ کر اور حضرت مسلم کے فوج کی روزانہ ترقی دیکھ کر مسلم بن زید حضرمی اور عمارۃ بن ولید بن عقبہ نے یزید کو لکھا کہ حال یہ ہے اور حاکم شہر کی جانب سے پورا تغافل ہے۔

اس ناشدنے حضرت نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معزول کر کے عبیداللہ بن زیاد کو جو کہ بصرہ کا امیر تھا کوفہ پر مقرر کیا۔ یہ بدبخت امیر رات کے وقت حجازی لباس میں حجاز کے راستے سے کوفہ آیا۔ راہ میں جو ملتا حضرت امام کے ورود کو جان کر اس کی سواری کے پیچھے دوڑتا اور کہتا کہ خوش آمدید ہوا سے فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس طرح خلقت اس کے آگے پیچھے ہوتی گئی اور خیر مقدم کرتی گئی۔ اور وہ بالکل ساکت رہا۔ یہاں تک کہ وہ دارالامارت میں داخل ہو گیا اس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ یہ تو شقی ابن زیاد ہے۔

صبح کو اس نے تمام رؤسا شہر کو جمع کر کے اپنی امارت کا حکم پڑھ کر سنایا اور یزید کی مخالفت سے ڈرایا۔ حضرت مسلم یہ حال معلوم کر کے ہانی بن عروہ کے مکان میں پوشیدہ ہو گئے۔

بدبخت ابن زیاد نے ہانی کو قید کیا اور تمام رؤسا شہر کو اپنے محل میں نظر بند کر لیا۔ حضرت مسلم کو جب یہ خبر ملی تو آپ نے اپنا آوازہ پکارا۔ چالیس ہزار کوفی لاالوفی آپ کے علم کے تلے جمع ہو گئے اور ابن زیاد کے محل کو آگھیرا ابن زیاد بن نہاد نے نظر بند رؤسا قبائل کو حکم دیا کہ ہر ایک اپنے اپنے قبیلہ کو حضرت مسلم سے جدا ہونے کی تاکید کرے ورنہ سب کو قتل کر دیا جائے گا چنانچہ ان بے وفاؤں نے اپنے اپنے قبیلے کے لوگوں کو حضرت مسلم کی رفاقت چھوڑنے پر مجبور کیا۔ صبح کو آپ کے ساتھ چالیس ہزار کا لشکر تھا۔ نماز مغرب میں صرف پانچ سو

رہ گئے۔ جب رات کی اندھیری چھا گئی وہ بھی سب فرار ہو گئے۔ حضرت مسلم تنہا رہ گئے۔

آخر آپ تنہا کوفہ میں گھومتے رہے تھے اور راہ میں متردد تھے کہ ایک عورت کا مکان سامنے آیا۔ آپ نے اس سے پانی طلب کیا۔ اس نے آپ کو پہچان کر پانی بھی پلایا اور اپنے مکان میں پوشیدہ کر لیا۔ شب میں اُس کا لڑکا آیا۔ ماں نے اپنی خوش نصیبی پر ناز کرتے ہوئے اُس سے ماجرا بیان کیا۔ وہ کمبخت محمد بن الاشعث کے حاشیہ میں سے تھا اس نے رات ہی میں اپنے مولیٰ کو جا کر خبر دی۔ اس بد نصیب نے ابن زیاد کو اسی وقت جا کر کہا۔ اس بدنہاد نے محمد بن الاشعث کے ہمراہ کوتوال شہر کو کر کے حکم دیا کہ حضرت مسلم کو زندہ قید کر دیا قتل کر دو۔ ان دونوں حرماں نصیب نے آکر مکان کا گھیرا کر لیا۔

ناچار حضرت مسلم تلوار برہنہ کر کے مقابلے کے لئے نکلے۔ ابن اشعث مکار نے امان کا دھوکہ دے کر آپ کو گرفتار کر لیا۔ اور ابن زیاد بدنہاد کے روبرو لا کر پیش کیا۔

اس شقی نے آپ کو شہید کر کے آپ کے جسد اطہر کو راستے میں لوگوں کے سامنے ڈال دیا۔ اور اسی شقاوت پر کفایت نہ کی بلکہ ان کے دونوں صاحبزادگان معصومین کو بھی سنگدلی سے بلوا کر شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

یہ حسرتناک حادثہ تیسری ذی الحجہ ۶۰ھ کو ہوا۔ اور اس طرح اُس بدکردار و بے وفا گروہ نے حضرت مسلم کو تنہا چھوڑ کر بنی ہوئی عمارت کو منہدم اور سارے کام کو درہم برہم کر دیا۔ پھر ابن زیاد نے مزید کوفہ والوں پر رعب بڑھانے کے لئے ہانی بن عروہ کو سولی پر لٹکا دیا۔ تا کہ کوفہ والوں کے لئے عبرت ہو اور پھر کوئی یزید ناشدید کے خلاف کسی بغاوت یا سرکشی کی جرأت نہ کر سکے۔

مکہ مکرمہ سے کوفہ کا سفر

حضرت مسلم کے خطوط پہنچتے ہی حضرت امام نے کوفہ کا عزم مصمم فرما لیا۔ اور سفر کی تیاری شروع ہو گئی۔

عمر بن حارث بن ہشام جو کہ قائدین قریش میں سے تھے حاضر خدمت ہوتے اور

عرض کیا کہ میں ایک حاجت لے کر آیا ہوں اور وُہ ایک نصیحت ہے اگر آپ اس کو قبولیت دیں تو عرض کروں ورنہ چُپ واپس ہو جاؤں۔ آپ نے فرمایا ضرور کہو۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ میں نے سُنا ہے کہ آپ عراق کی تیاری فرما رہے ہیں۔ اور مجھے آپ کے لئے بڑا خوف ہو رہا ہے۔ اس لئے کہ آپ ایسے مُلک کو جا رہے ہیں جہاں یزید کے حکام موجود ہیں اور خزانے اُن کے ہاتھوں میں ہیں اور عام لوگ تو روپے اشرفیوں کے بندے ہوتے ہیں۔ مجھے خوف ہے کہ جنہیں نے آپ کی نصرت کے وعدے کئے ہیں وہی آپ سے لڑنے لگیں۔ اگر وُہ یزید کے حکام کو نکال دیں تو آپ کے جانے میں چنداں مُضائقہ نہ ہوتا مگر میں ڈرتا ہوں کہ جو لوگ آپ کی محبت کے مدعی ہیں وہی آپ سے برسرِ پیکار نہ ہو جائیں۔ آپ نے سُن کر فرمایا کہ تقدیرِ الٰہی تو ہو کر رہے گی۔ لیکن میں تمہاری نصیحت خالصہ کا نہایت شکر گزار ہوں اور تم نہایت عزیز ناصح ہو۔

پھر حضرت عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے آکر انتہائی فہائش کی اور فرمایا کہ اُنہوں نے آپ کے والد سے بے وفائی کی آپ کے برادرِ اکبر سے دغا کی آپ ان سے ہرگز اُمید وفا نہ رکھیں۔

آپ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرتا ہوں۔ اسی طرح صحابۂ کرام موجودین مثل حضرت عبد اللہ بن عمر اور حضرت جابر اور حضرت ابو سعید خدری اور حضرت ابو واقد لیثی رضی اللہ عنہم نے بھی باصرار روکنے کی کوششیں کیں مگر تقدیرِ الٰہی نے سب بے سُود رکھیں۔

حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی فہائش کی۔ آپ نے فرمایا۔ میں نے اپنے والد سے سُنا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ ایک دُنبہ سے مکہ مکرمہ کی حرمت حلال کی جاوے گی سو میں نہیں گوارہ کرتا کہ وہ دُنبہ میں بنوں۔ اللہ کی قسم ایک بالشت حدِ حرم سے نکل کر میں مارا جاؤں وُہ مجھے زیادہ پیارا ہے اس سے کہ میں مکہ مکرمہ کے اندر مارا جاؤں اور میری وجہ سے حرمتِ الٰہی توڑی جاوے۔

دوسرے روز پھر عبد اللہ بن عباس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے ابن عم میں صبر کرنا چاہتا ہوں مگر مجھ سے صبر نہیں ہوتا اور اس راہ میں مجھے آپ کی ہلاکت کا خوف ہے۔

اہلِ عراق غدار ہیں۔ اُن پر آپ بھروسہ نہ کریں اور یہاں حرم الٰہی میں آرام سے بیٹھئے۔ آپ تمام اہلِ حجاز کے سردار ہیں اور اگر آپ نے سفر ہی کی آمادگی کر لی ہے تو یمن کو جائیے وہاں بہت قلعے اور پناہ گزینیں ہیں اور وُہ دُور ہے۔ اور آپ کے والد کے محبین بھی وہاں بہت ہیں وہاں سے بیٹھ کر بہت کشائش ہو سکے گی۔

حضرت امام نے یہ سُن کر فرمایا اے ابن عم میں جانتا ہوں کہ آپ نہایت ناصح مشفق ہیں لیکن اب تو میں نے اس رُخ کا ارادہ پختہ کر لیا ہے۔ انہوں نے پھر فرمایا کہ اگر چار و ناچار آپ اسی پر پختہ ہیں تو اپنی مستورات اور صاحبزادیوں کو ساتھ نہ لے جائیے۔ فرمایا کہ میں ان کو اپنے سے الگ نہیں چھوڑ سکتا۔ پھر اُنہوں نے فرمایا کہ اللہ کی قسم اگر میں جانتا کہ اگر میں آپ کی چوٹی پکڑوں اور آپ میری چوٹی پکڑیں یہاں تک کہ لوگ ہمارے گرد جمع ہو جائیں اور آپ جانے سے رک جائیں تو میں یہ بھی کر گزرتا۔ پھر مایوس ہو کر واپس چلے گئے۔

چنانچہ ساتویں یا آٹھویں ذی الحجہ کو حضرت امام معہ اپنے اہل و اولاد و خدم و حشم و حاشیہ کے جملہ بیاسی اشخاص کے ساتھ مکہ مکرمہ سے جانب کوفہ روانہ ہُوئے۔

بعض روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بوقت سفر موجود نہ تھے آپ کی روانگی کے بعد آئے ان کو جب معلوم ہوا تو وہ فوراً سوار ہو کر کئی منزل پر جا کر آپ سے ملے اور آپ کو اس سفر سے روکنا چاہا اور عرض کیا کہ آپ جانتے ہیں کہ آپ آلِ بیت منبت ہیں۔ یہ خلافت نہ آپ کے والد کو راحت دے سکی نہ آپ کے برادرِ اکبر کو اس میں آسانی ملی۔ اللہ کی قسم کہ نبوت اور خلافت ایک گھر میں جمع نہیں ہو سکتی۔ ہر چند فہمائش کی بے سود رہی۔ ناچار آپ سے رخصتی معانقہ کیا اور فرمایا کہ قتل ہونے والے کو میں اللہ کے سپرد کرتا ہوں اور گریاں واپس ہُوئے۔

مدینہ طیبہ سے بھی آپ کے ابن العم حضرت عبداللہ بن جعفر طیار اور سعید بن العاص وغیرہ اکابر نے بھی خطوط لکھے اور عراق کے سفر سے باز رہنے پر اصرار کیا مگر قضائے الٰہی کے سامنے سب کوششیں لاشئے رہجاتی ہیں۔ ان تمام حضرات کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ احادیث پہنچی ہوئی تھیں اور اس حادثہ کا علم یقینی تھا۔ مگر بواجبۂ اخلاص و نصیحت سب نے

اپنی ممکن کوشش صرف کر دی۔ مقدرِ الٰہی کیوں کر پھیرا جا سکتا تھا۔ اس طرح یہ افضل ترین چھوٹا قافلہ حضرت امام کی سرکردگی میں میدانِ کربلا کا راہی ہُوا۔

جب مُقام صفاح پر پہنچے تو فرزدق شاعر ملاقی ہُوئے۔ انہوں نے اتر کر سلام کیا اور دعائے خیر ادا کیں۔

آپ نے پُوچھا کہ اے ابو فراس کہاں سے آ رہے ہو۔ عرض کیا کوفہ سے آ رہا ہوں۔ فرمایا کیا وہاں کی خبر ہے بتاؤ۔ عرض کیا کہ خبردار سے آپ نے پُوچھا ہے اے فرزند حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دل لوگوں کے آپ کے ساتھ ہیں اور تلواریں اُن کی بنی اُمیہ کے ساتھ ہیں اور قضاء آسمان سے اُترتی ہے اور اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے اور ہمارا رب ہر روز ایک شان نمود فرماتا ہے۔ آپ نے سُن کر فرمایا کہ تم نے سچ کہا۔ اللہ ہی کے لئے ہے کہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور ہر روز اس پاک برتر کی ایک نئی شان ہے۔

وہاں سے چل کر آپ مُقام حاجر کے قریب ایک پانی کے قریب تھے کہ آپ نے وہاں عبداللہ بن مطیع کو ٹھہرے ہوئے پایا۔ اُنھوں نے آ کر ملاقات کی اور پُوچھا کہ کس ارادے سے ادھر گزر فرمایا ہے۔ حضرت امام نے فرمایا کہ کوفہ کا قصد ہے۔

انھوں نے عرض کیا کہ کیا میں پہلے عرض نہ کر چکا ہوں کہ آپ اس سفر سے باز رہیں۔ اسلام کی حرمت کے لئے اللہ تعالیٰ کو یاد فرمائیے اللہ تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں آپ کو قریش کی حرمت اور تمام عرب کی حرمت کے لیئے اگر آپ نے بنی اُمیہ کے ہاتھ میں جو مُلک ہے اس کے لینے کا ارادہ کیا تو وہ ضرور آپ سے لڑیں گے اور اگر آپ مارے گئے تو پھر آپ کے بعد کسی سے ہیبت نہ کھائیں گے اور آپ کی حرمت اسلام کی حرمت ہے اور قریش کی تمام عرب کی۔

حضرت امام اپنے قصد پر رہے اور آگے روانہ ہُوئے۔ جب ثعلبیہ پر پہنچے تو حضرت مُسلم کی شہادت کے واقعات گوش گزار ہُوئے۔ یہ معلوم ہو کہ مشورہ واپسی کا ہُوا۔

حضرت مُسلم کے بھائیوں نے قسم کھائی نہ ہم تو بغیر اپنے بھائی کا بدلہ لئے واپس نہ ہوں گے یا جو انہوں نے چکھا وہ ہم بھی چکھیں۔ حضرت امام نے فرمایا کہ تمہارے بعد مجھے اپنی زندگی

میں کوئی خبر نہیں اور پھر وہاں سے آگے روانگی ہوئی۔

راستے کے قبائل میں سے بہت لوگ آپ کے ہمراہ ہو لئے تھے۔ جب مقام زبالہ پر پہنچے تو اطلاع ملی کہ ابن زیاد کے لشکریوں نے آپ کے رضاعی بھائی عبداللہ بن یقطر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قادسیہ سے پکڑ کر ابن زیاد کے روبرو پہنچایا اور اُس بدنہاد نے ان کو قتل کرا دیا۔ یہ حضرت امام کا پیام حضرت مُسلم کو پہنچانے کے لئے روانہ کئے گئے تھے۔ جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ ہمارے شیعہ نے ہم کو چھوڑ دیا۔ پھر ساتھیوں میں خطبہ فرمایا کہ اے لوگو جو تم میں سے جانا چاہے اس کو اجازت ہے۔ ہماری طرف سے کسی پر مذمت یا ملامت نہیں۔

اس طرح تمام لوگ منتشر ہو گئے اور حضرت امام اپنے اصلی قافلہ کے ہمراہ عازم کوفہ ہوئے۔ اور آگے بڑھے تو عرب کے شیوخ میں سے ایک معمر شیخ سے مُلاقات ہوئی۔ انہوں نے عرض کیا کہ میں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ واپس ہوں۔ قسم اللہ کی کہ آپ کے سامنے سوائے نیزوں اور تلواروں کی دھاروں کے اور کچھ نہیں۔ اور بہت فہمائش کی۔

آپ نے سُن کر فرمایا کہ جو کچھ تم کہتے ہو مجھ پر کچھ پوشیدہ نہیں لیکن میں صبر اور اجر پر نگاہ کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ جو اللہ نے چاہا ہے وہ پُورا ہو۔ جب کوفہ سے دو منزل پر تھے تو حُر بن یزید ریاحی ایک ہزار سوار لئے ہوئے ملے اور آپ سے کہا کہ مجھے ابن زیاد نے آپ کے لئے بھیجا ہے کہ آپ کو پاؤں تو نہ چھوڑوں یہاں تک کہ اُس کے سامنے آپ کو پہنچاؤں اور قسم اللہ کی میں سخت مکروہ ارادہ رکھتا ہوں کہ آپ کی نسبت اللہ تعالیٰ مجھے کسی برائی میں مبتلا کرے لیکن میں مجبور ہوں۔

آپ نے فرمایا کہ میں از خود تمہارے شہر کو نہیں آیا ہوں بلکہ تمہارے قاصدین اور تمہارے عرائض بکثرت مجھ کو ملے ہیں جو مجھے کوفہ بُلاتے ہیں اور تم سب کوفہ والے ہو اگر اپنی بیعت پر ہو تو میں داخل ہوتا ہوں ورنہ واپس جاتا ہوں۔

اُس نے کہا اللہ کی قسم نہ مجھے قاصدوں کا علم ہے نہ عرائض کی خبر ہے۔ آپ میرا راستہ چھوڑ کر کسی دوسرے راستے سے واپس ہو جائیے میں ابن زیاد سے کہہ دوں گا کہ مجھے نہیں ملے۔ اور میں یہیں پڑا رہتا ہوں۔ چنانچہ حضرت امام نے وہیں سے حجاز کی جانب

کوچ فرمایا۔ جب صبح ہوئی تو پھر حُر ہی کے لشکر کے روبرو اپنے کو پایا۔ اُس نے آکر عرض کیا کہ آج مجھے سخت حکم ابنِ زیاد کا ملا ہے کہ میں ہرگز آپ سے جُدا نہ ہوں اور مخبروں نے میری شکایت اس کو پہنچادی ہے۔

چنانچہ حضرت امام قضاء وقدر کے سامنے سرِ تسلیم جھکاتے ہُوئے اُسی میدان میں خیمہ زن ہو گئے۔ اور پُوچھا کہ اس جگہ کا کیا نام ہے کہا گیا کہ بلا نام ہے۔

فرمایا کہ یہ جگہ ہے کرب اور بلا کی۔ یہی جگہ ہے ہماری سواریوں کے بیٹھنے کی اور ہمارے اسباب اُتارنے کی اور ہمارے مَردوں کے قتل ہونے کی اور یہ دوسری محرم ۶۱ھ کا دن تھا۔

حُر بن یزید نے حضرت امام کے اُترنے کی اطلاع ابنِ زیاد کو دی اس نے ایک خط حضرت امام کو لکھا کہ مجھ کو یزید نے لکھا ہے کہ میں ہرگز سونے کے لئے آنکھ نہ بند کروں اور کھانے سے اپنا پیٹ نہ بھروں یہاں تک کہ آپ کو یزید کی بیعت قبول کراؤں یا قتل کردوں۔ لہٰذا آپ یزید کی بیعت قبول کر لیں اور کوئی گزند کا خوف نہ کریں۔

حضرت امام نے خط پڑھ کر زمین پر ڈال دیا اور فرمایا کہ اس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں۔ اُس بدنہاد کو جب یہ خبر ملی۔ سخت غضبناک ہُوا اور عمر بن سعد کو جو کہ مُقام رے کا حاکم مقرر ہُوا تھا بُلوایا اور حکم دیا کہ جاؤ اور امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے لڑو۔

اُس نے کہا اس خدمت سے مجھے معافی دیجئے۔ اُس نے جواب دیا کہ تو حکومت رے سے دست بردار ی کر لے اور اپنے گھر بیٹھ جا۔ حرصِ حکومت نے اس شقاوت پر اُس کو آمادہ کر دیا اور وہ رے کی حکومت کی حرص میں جگر گوشۂ حضور سید الخلق صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کے لئے نکل کھڑا ہوا اور حضرت امام کے خیمہ گاہ کے مقابل کنارۂ فرات پر قیام کیا اور فرات کو اپنے پیچھے کیا تا کہ پانی حضرت امام پر بند کر دے بدنہاد ابنِ زیاد نے پے در پے غدارانِ کوفہ کی فوجیں عمر بن سعد کے پاس روانہ کرنی شروع کیں۔ یہاں تک کہ بائیس ہزار سوار پیادہ اس کے پاس جمع ہو گئے اور اُن میں اکثر وہی بدبخت تھے جنہوں نے حضرت امام کو خطوط لکھے تھے اور آپ کی بیعت اپنی گردنوں میں لی تھیں۔

جب حضرت امام کو یقین ہو گیا کہ یہ گروہِ اشقیاء آپ سے پیکاری پر مستعد ہے تو

آپ نے اپنے خیمہ گاہ کے اطراف میں خندق کھدوا دی تاکہ ہر طرف سے خیمہ گاہ پر اشقیاءُ ہجوم نہ کر سکیں۔

بدنصیبوں نے پانی کا راستہ آپ پر بند کر دیا۔ ناچار اتمام حجت کے لئے حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خندق سے برآمد ہو کر ان ناہنجاروں کو وعظ و نصیحت فرمائی شاید کہ اپنی شامت سے باز آجائیں اور فرمایا کہ فراط کا پانی جو چرند و پرند و کافر و مشرک سب کے لئے تم نے روا رکھا ہے اُسی کو تم نے اہلِ بیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بند کر دیا ہے۔ کس منہ سے کل تم حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے طلبگار ہو سکو گے۔ ہر چند فہمائش کی مگر اس سنگدل گروہ اشقیاء نے پانی لینے کی اجازت نہ دی۔
آپ کے برادرِ علاتی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ چند ہمراہیوں کے ساتھ پانی لینے گئے کیونکہ تمام مستورات و خورد سال صاحبزادگان شدتِ پیاس سے تڑپتے تھے۔
جب پانی بھر کر واپس ہُوئے تو اشقیاء نے تیروں سے مشکیزوں کو چھید کر سوراخ کر دیئے اور حضرت عباس زخمی ہُوئے اور بعض رفقاء نے جام شہادت بھی نوش کیا اور ایک قطرہ پانی کا کسی کو نہ پہنچ سکا۔

واقعہ کربلا

دسویں محرم ۶۱ھ ہجری کی صبح ہوتے ہی اشقیاء نے حضرت امام عالی مقام کے مختصر لشکر پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اور اپنی شقاوت و بدبختی پوری کرنے پر اُتر آئے۔
شمر نامراد ایک ہزار سوار لے کر مقابلہ کے لئے بڑھا اور آکر ہر طرف سے گھیر لیا۔ تو حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خندق سے نکل کر ان ناہنجاروں کو بہت دیر تک وعظ و نصیحت فرمائی اور اپنی مظلومیت اور اُن کا ظالم ہونا مدلل ثابت فرما دیا۔ کلام دراز ہے مختصر یہ کہ اُن بدبختوں پر خاک بھی اثر نہ ہُوا نہ ان کے پتھر سے بھی زیادہ سخت دل کچھ بھی سید جوانانِ جنت یا ان کے ہمراہی خورد سال بچے بچیوں پر پگھلے جو کہ شدتِ تشنگی سے ماہیِ

صرف ان کی ایک ہی نحس رٹ تھی کہ یزید کی بیعت کیجئے تو اماں ہے ورنہ جنگ و پیکار کے سوا کچھ نہیں۔

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اچھا تم مجھ کو یزید تک پہنچا دو پھر اُس سے ملنے پر جو اللہ کرے گا ہوگا۔ ان اشقیاء نے یہ بات بھی قبول نہ کی بلکہ اسی پر اڑ گئے کہ فی الحال یزید کی بیعت کیجئے یا جنگ کیجئے۔

حضرت امام عالی مقام ان کی سنگدلی سے مایوس ہو کر واپس تشریف لائے۔ جب اس اتمام حجت کا کوئی اثر گروہِ اشقیاء پر نہ ہُوا اور اُن سنگدلوں نے میدان ہی کی ٹھان لی تو ناچار امام عالی مقام نے ہتھیار پہن کر میدان کا عزم فرمایا۔ تمام اعزہ اور رفقاء نے قدم پکڑ لئے کہ یہ ناممکن ہے جب تک ہم میں ایک بھی سانس لینے والا باقی ہے۔ حضرت کو ہم اس گروہ اشقیاء سے دُو بدُو نہ ہونے دیں گے۔ اور ہم سب اپنی جانیں حضرت کے قدموں پر نثار کریں گے۔ جب ہم میں سے کوئی نہ رہے تب حضرت کو اختیار ہے۔ چنانچہ رفقاء اور موالی یکے بعد دیگرے نکل کر مارتے اور شہید ہوتے گئے۔

ایک یا دو یا دس سے مقابلہ نہ تھا۔ بلکہ ایک ایک بہادر مقاتل کا اپنے سے پانچ سو گنے کا مقابلہ تھا۔ یہاں تک کہ تمام رفقاء و موالی آپ کے قدموں پر نثار ہو گئے۔

بعض روایات میں ہے کہ سب سے اوّل حضرت امام عالی مقام کے اقرباء میں سے حضرت عبد اللہ بن مُسلم بن عقیل مبارزے کے لئے نکلے اور بہتوں کو ہلاک کر کے شہید ہوئے۔ پھر برادران حضرت مُسلم اور برادرانِ حضرت امام عالی مقام اور حضرت کے برادر زادگان والا شان یکے بعد دیگرے بہتیرے اشقیاء کو مار کر جامِ شہادت پیتے رہے۔ پھر حضرت کے صاحبزادۂ اکبر نے سامنے آ کر اجازتِ پیکار طلب کی اور بضد ہو کر صفِ اشقیاء میں جوہرِ شجاعت دکھاتے ہُوئے جامِ شہادت سے سیراب ہُوئے۔

ان کے بعد حضرت علی اوسط امام زین العابدین جو کہ سخت بیماری سے فریش تھے حاضرِ خدمت ہُوئے اور عرض کی کہ اس غلام کو بھی حکم ملے کہ اپنے سرتاج کے قدموں پر اپنی جانِ ناتواں تصدق کرے۔

حضرت نے آغوشِ شفقت میں سے کر جبرائیل آپ کو واپس کیا اور فرمایا کہ اگر تم بھی شہادت کر تو خاندانِ نبوت کو ختم کر دو گے۔ تم سے بہت کچھ کام اللہ تعالیٰ کو لینے ہیں اور تم کو بہت کچھ دیکھنا ہے۔ پھر صبر کی تاکید فرماکر واپس کیا۔

اس سے کچھ ہی قبل حضرت علی اصغر جو کہ شیر خوار تھے اور والدہ مطہرہ کے دودھ نہ ہونے سے بوجہ شدت تشنگی کے سخت بے چین تھے اور ماہی بے آب تھے۔ حضرت امام عالی مُقام ان کو اپنی آغوش میں لے کر ان اشقیاء کے روبرو لائے اور فرمایا کہ اے ظالمو۔ اے سنگدلو۔ اے اپنی جانوں کے دشمنو اگر میں تم سے لڑ رہا ہوں یا تمہارے زعم باطل میں مجرم ہوں تو اس شیر خوار معصوم پر تو کچھ رحم کرو کہ شدتِ تشنگی سے ماہیِ بے آب سخت بے تاب ہے۔ اس کا جواب ایک شقی ازلی نے یہ دیا کہ تاک کر ایک تیر مارا کہ شہزادۂ عالی مقام کے تالو میں لگا اور فوراً جامِ شہادت نے اس بزرگ معصوم ننھی سے جان کو سیراب کیا۔ اس کے بعد بجز حضرت علی اوسط امام زین العابدین کے حضرت امام عالی مقام کے فرزندان میں سے کوئی باقی نہ تھا۔ ایک آپ ہی کی ذات سے حق تعالیٰ کو دودمانِ سادات حسینیہ میں برکت دے کر اُن کے وجود کو دنیا میں پھیلانا تھا۔ اسی وجہ سے حضرت امام عالی مُقام نے ان کو برسرِ میدان ہونے سے باز رکھا۔ پھر بیماری نے بھی علاوہ آلامِ تشنگی کے ان کے وجود باجود میں کوئی سکت نہ چھوڑی تھی۔ لیکن ہاشمی خون کا جوش اور اپنے ذریعۂ وجود والد اقدس پر فدا ہونے کا شوق بے انتہایت تھا۔ حکم واجب الانقیاد سے بے بس رہے اور یہی تقاضائے حکمت الٰہیہ بھی تھا۔

حضرت امام عالی مُقام کے پانچ برادران ذیشان حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحبزادگان حضرت شیر خدا کرم اللہ وجہہ اور چار برادر زادگان والا شان حضرت قاسم رضی اللہ عنہ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحبزادگانِ حضرت امیرالمومنین سیدنا امام حسنؓ مجتبیٰ اور دو بھانجے حضرت محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عون رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی والدہ حضرت سیدہ زینب

رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت امام عالی مُقام کی حقیقی ہمشیرہ ہیں اور اپنے چچازاد بھائی حضرت سیّدنا عبداللہؓ بن جعفر طیار سے منسوب تھیں۔ اور میدان کربلا میں حضرت امام کے ہمرکاب تھیں اور تین چچازاد برادر حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عبدالرحمٰنؓ۔ حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحبزادگان حضرت سیّدنا عقیلؓ بن ابی طالبؓ اور خود حضرت امام عالی مُقام کے شہزادۂ اکبر حضرت سیدنا علی اکبرؓ اور سب سے خورد سال شہزادے حضرت سیّدنا عبداللہ ملقب بہ علی اصغر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اس معرکہ میں حضرت امام کے قدموں پر نثار ہوتے ہُوئے جامِ شہادت سے سیراب ہُوئے۔

صبح سے ظہر کے قریب تک پچاس سے زیادہ جوانمردان جاں نثار نے اپنی اپنی پیاسی جانوں کو حضرت کے روبرو قربان کرتے ہُوئے جان کی راہ لی۔

ان کے خون و غبار آلود لاشے جو خندق سے آگے میدان میں بکھرے پڑے تھے دیکھ کر حضرت امام عالی مقام نے نہایت تاثر سے ایک آوازہ لگایا۔

کیا کوئی فریادرس ہے جو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہماری مدد کرے کیا کوئی بچانے والا ہے جو کہ حرم حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دفاع کرے۔

یہ فریاد سُنتے ہی حُربن یزید ریاحی جو پہلے مذکور ہو چکے ہیں اپنے گھوڑے پر سوار حضرت امام کے حضور آکھڑے ہُوئے اور عرض کیا کہ اے جگر گوشۂ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہی سب سے اوّل آپ کے مقابلے کے لئے نکلا تھا اور اب وہی میں آپ کے حضور میں حاضر اور آپ کی جماعت میں سے ہوں۔ اب میں اس لئے حاضر ہُوا ہوں کہ آپ کی مدد کرتا ہوا آپ پر اپنی جان تصدق کروں تاکہ آپ کے جد حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پاسکوں۔ یہ کہہ کر لشکرِ اشقیاء پر وار کرنے شروع کئے یہاں تک کہ شہید ہو گئے۔ ان کے ساتھ اُن کا ایک بھائی ایک بیٹا اور ایک غلام بھی حضرت امام کے روبرو شہید ہو گئے اور بدبختوں نے زبردست ہجوم کیا۔ یہاں تک کہ بجز ذاتِ عالی مُقام کے اب کوئی مردِ میدان نہ بچا۔

آپ کے بھائی صاحبان وابناء عم اور برادرزادگان والا شان اور فرزند اکبر اور تمام موالی ورفقاء یکے بعد دیگرے اپنی اپنی جانیں آپ کے قدموں پر نثار کرتے ہُوئے جنت

میں حور و غلمان و ملائکہ کرام کے ساتھ آپ کی روح اطہر کے استقبال کے لئے آگے بڑھ چکے تھے۔

ناچار ذاتِ مقدس نے بہ نفس نفیس نکل کر مبارز طلب کیا جو سامنے آیا اس کو اس کی شقاوت کے گھاٹ اُتارا۔ اس بدبخت اشقیاء گروہ نے مقابلہ کے انصاف کو بھی بالائے طاق رکھا اور ہر طرف سے حضرت امام عالی مُقام کی ذات مقدسہ پر تیروں کی بوچھار کر دی۔ اور شمر نابکار اپنی فوج لے کر مستورات کے خیموں کی طرف بڑھا۔ تو حضرت امام نے اس کو للکار کر فرمایا کہ اے گروہِ شیطان میں تم سے لڑ رہا ہوں پھر تم اشقیاء کو میرے حرم سے تعرض کا کیا حق ہے۔ عورتیں تم سے نہیں لڑ رہی ہیں۔

یہ سُن کر اس شقی نامراد نے اپنے فوجیوں کو کہا کہ عورتوں سے دُور ہو جاؤ اور خود ان کی ذات پر متوجہ ہو جاؤ۔ چنانچہ گروہ اشقیاء نے تیروں اور نیزوں کی بوچھار حضرت امام عالی مقام پر کر دی۔ یہاں تک کہ زخموں سے چور ہو کر حضرت کا جسد اطہر زمین سے آلگا۔

بعض روایات میں ہے کہ باوجود اتنے زخموں کے بھی امام عالی مقام برابر اشقیاء کا مقابلہ فرماتے رہے۔ آخر کار شمر نامراد نے اپنے لشکریوں سے کہا کہ اے کمبختو کیا انتظار کر رہے ہو۔ درآنحالیکہ زخموں نے ان کو چور کر دیا ہے یہ سُن کر وہ اشقیاء نے تیروں اور نیزوں کی بارش تیز کر دی یہاں تک کہ ایک تیر آپ کے تالو مبارک میں آلگا تو بے اختیار گھوڑے سے زمین پر آ رہے۔ اور شمر نامراد نے تلوار سے آپ کے چہرۂ انور پر ایک وار کیا اور سنان بن انس نخعی نے ایک نیزہ چبھویا اس کے بعد خولی بن یزید نے اُتر کر سرِ مقدس تنِ اطہر سے جُدا کرنا چاہا تو اس کے دونوں ہاتھوں میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ تو اس کا دوسرا شقی بھائی شبل بن یزید اترا اور اس شقاوت کو اپنے سر لے کر سرِ اقدس کو جُدا کر کے اپنے بھائی کے حوالے کیا۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ؕ

آپ کے جسدِ اطہر میں ۳۳ نیزوں کے طعنے اور ۳۴ تلواروں کے زخم لگنے گئے۔ عمر شریف حضرت امام عالی مُقام کی چھپن ۵۶ سال اور چھ ماہ کچھ کم وقت شہادت کے تھی۔

میں حضرت امام علی زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے جو کہ سخت بیمار تھے۔ اور تمام شہزادیاں اہلِ بیت اطہار کو بھی قید کر کے خالی اونٹوں پر سوار کر کے معہ سرِ مقدس کے ابن زیاد بدنہاد کے پاس روانہ کیا گیا۔

بعض روایات میں ہے کہ سنان بن انس نخعی خبیث کہ وہ شریک شرِ شقی ہے جب سرِ مقدس لے کر ابن زیاد بدنہاد کے روبرو آیا تو اس نے یہ شعر پڑھا ہے ؎

املاء رکابی فضۃ و ذھبا انی قتلت السید المحجبا
قتلت خیر الناس امًا و ابا وخیرھم اذ یذکرون نسبا

بھر دے میری سواری کو چاندی اور سونے سے اس لئے کہ تحقیق قتل کیا ہے میں نے خوبصورت ترین سردار کو قتل کیا میں نے جو کہ بہترین مردم تھے از روئے ماں اور باپ کے اور بہترین لوگوں کے جبکہ ذکر کریں لوگ نسب کو۔

یہ سن کر ابنِ زیاد شقی سخت غضبناک ہوا اور کہا ارے کمبخت جب کہ تو ایسا جانتا تھا تو کیوں تو نے ان کو قتل کیا۔ اللہ کی قسم کہ کوئی خیر تجھ کو مجھ سے نہ پہنچے گی اور پھر آئندہ میں تجھ کو انہیں کی مانند کر دیتا ہوں۔ یہ کہہ کر اس شقی کی گردن اس نے مار دی۔

جب سرِ مبارک اس بدنہاد کے سامنے ایک طشت میں لاکر رکھا گیا تو وہ شقی اپنی چھڑی سے سامنے کے دندانِ مبارک کو ٹھونگنے لگا۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ جلیل القدر صحابی تھے وہ وہاں حاضر تھے اس بدنہاد کو مخاطب کر کے کہا کہ ہٹا تو اپنی اس چھڑی کو قسم اس اللہ کی ہے کہ جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ میں نے بارہا حضور کے دہانِ مبارک کو اس دہانِ مبارک پر چومتے ہوئے دیکھا ہے۔ پھر رونے لگے ابن زیاد نے کہا کہ خدا تمہاری آنکھوں کو رُلائے۔ قسم اللہ کی کہ تم بوڑھے بے حواس ہو گئے ہو ورنہ تمہاری گردن بھی مار دیتا۔ وہ اٹھے یہ کہتے ہوئے کہ اے گروہ عرب آج سے تم سب غلام ہو۔ حضرت فاطمہ کے جگر گوشہ کو تم نے شہید کیا اور ابن مرجانا کو تم نے اپنا حاکم بنایا پس وہ ہے کہ تمہارے اچھوں کو قتل کرتا ہے اور تمہارے بُروں کو غلام بناتا ہے۔

اہل بیت کے ساتھ ناروا سلوک

شقی ابن سعد ایک روز وہاں رہا اور اپنے جہنمی موتیٰ کو تو اس نے دفن کیا اور اہل بیت نبوت اور ان کے جانثاروں کے اجسادِ مطہرہ تین روز تک یوں ہی پڑے رہے۔ بلکہ درندے آکر اُن کی حفاظت کرتے رہے یہاں تک کہ قریب کے گاؤں عامریہ کے باشندوں نے تین دن کے بعد آکر حضرت امام عالی مقام کے جسدِ اطہر کو ایک قبر میں دفن کیا۔ بقیہ سادات اہل بیت کرام کے اجساد شریفہ کو جُدا قبر میں دفن کیا۔ بنی ہاشم کے سوا جو رفقاء تھے اُن سب کو ایک جگہ دفن کر کے گنج شہیداں بنایا۔

غرضکہ معرکہ کے دوسرے روز قیدیانِ اہل بیت اطہار کو کوفہ روانہ کیا گیا۔ جب یہ برگزیدہ قافلہ اس بے سروسامانی اور ہتک حرمت کے ساتھ کوفہ میں داخل ہوا تو کوفی لایعنی اپنے اپنے گھروں سے نکل کر دیکھتے اور نفاق کے آنسو ٹپکاتے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ حال دیکھ کر فرمایا کہ جبکہ یہ لوگ ہم پر اور ہمارے لئے رو رہے ہیں تو پھر ہم کو کس نے قتل کیا اور کس نے ہم سے جنگ کی۔ پھر ابنِ زیاد بد نہاد نے اس مقدس قافلے کو معرکہ سر مقدس حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دمشق یزید نارشید کے پاس روانہ کیا۔

جب ابنِ زیاد بد نہاد نے سرِ مقدس حضرت امام عالی مقام کو معہ قافلۂ اہل بیت اطہار کے بھراہی شمر شقی یا بروایتے زحر بن قیس دمشق روانہ کیا تو یہ اور اس کے ساتھی اشقیاء پہلی منزل پر اُتر کر نبیذ پی رہے تھے کہ انہوں نے ناگاہ خون سے یہ شعر لکھا ہوا دیکھا ؎

ا ترجو امۃ قتلت حسینا   شفاعۃ جدہ یوم الحساب ۔

کیا وہ اُمتی جنہوں نے حضرت حسین کو قتل کیا ہے ان کے دادا کی شفاعت کی اُمید رکھ سکتے ہیں قیامت میں۔

آگے چل کر ایک منزل پر اُترے وہاں ایک یہودی راہب کا صومعہ تھا۔ اس راہب

صومعہ میں رہنے دو اور دس ہزار درم اس صلہ میں اس نے اُن کو دیئے۔ رات بھر وُہ راہب سرِ مقدس کے سامنے مؤدب بیٹھا رہا۔ اور سرِ مقدس سے آسمان تک انوار کی شعاعیں جو متصل تھیں ان کے مُشاہدے سے اپنے نصیب کو جگاتا رہا اور مشرف باسلام ہو کر سعادتِ دارین حاصل کی۔

صُبح کو وُہ اشقیاء اُن روپیوں کی تقسیم کرنے بیٹھے تو وہ سب پیتل کے ہو گئے تھے اور ان کے ایک رُخ پر لکھا پایا۔ ولا تحسبن اللہ غافلا عما یعمل الظلمون یعنی ہرگز گمان بھی نہ کرنا اللہ کو غفلت کرنے والا اُس سے کہ جو ظالم کام کرتے ہیں۔

دوسرے رُخ پر لکھا پایا۔ وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون اور قریب ہے کہ جان لیں گے وُہ لوگ جنہوں نے کہ ظلم کیا ہے کہ کیسا پلٹا پلٹیں گے۔ یہ عجائب دیکھ کر وُہ لوگ اپنی سیاہ بختی پر بے وقت افسوس کرنے لگے۔

غرضکہ قافلہ دمشق پہنچا۔ اور یزید کے روبرو سرِ مُقدس لایا گیا اور تمام قیدیاں آلِ بیت نبوت پیش ہُوئے۔ سیّدات مطہرات اس کے محل میں داخل ہوئیں تو اس کے محل میں کہرام مچ گیا اور خود اس کے گھر کی عورتیں اُس پر پھٹکار کرنے لگیں اور سیّدات مطہرات کے ساتھ مل کر بہت روئیں، اور بڑی ہمدردی کا اظہار کیا اور زیورات ولباس واسباب سے بہت کچھ نذرانے پیش کئے اور یزید ناشید کو اپنی اور اپنے اعوانِ بد کی اس سفاکانہ حرکت پر بہت ندامت ہُوئی۔ تمام خلقت اس پر نفرین کرنے لگی۔ افسوس کہ ندامت جب ہوئی جبکہ بے سود تھی۔

حافظ ابن عساکر منہال بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کی قسم میں نے دیکھا ہے جبکہ سرِ مُقدس حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دمشق میں اُٹھایا گیا ہے تو ایک قاری سورۂ کہف اس کے رُوبرو پڑھ رہا تھا جبکہ وُہ قاری اس آیت پر پہنچا اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا۔ یعنی کیا جان لیا آپ نے اے نبی کریم کہ تحقیق اصحاب کہف ورقیم تھے ہماری نشانیوں میں سے بہت عجب نشانی۔ تو سرِ مقدس سے نہایت فصیح عبارت سے یہ کلمات تمام حاضرین نے سُنے۔ اَعْجَبُ مِنْ

اَصۡحٰبَ الۡکَہۡفِ قَتۡلِیۡ وَ حَمۡلِیۡ ۔ اصحاب کہف سے بھی زیادہ عجیب نشانی میرا قتل ہونا اور میرا سر گشت کرایا جانا ہے۔

چند روز دمشق میں رہنے کے بعد یزید مرتد نے تمام سادات و سیدات آلِ بیت اطہار کو بظاہر بڑی حرمت اور اہتمام سے مدینہ طیبہ واپس کرایا اور یہ اپنی خجالت کو دُور کرنے اور خلقت کی بدگوئی سے بچنے کے لئے اُس نے کیا بلکہ ایک روایت میں ہے کہ رخصت کے وقت حضرت امام زین العابدین سے اس نامراد نے کہا کہ اللہ ابن مرجانہ یعنی ابن زیاد پر لعنت کرے اگر میں حاضر ہوتا تو جو حضرت حسین مجھ سے طلب کرتے میں اُن کو دیتا اور جو حاجت پُوری کر دوں گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

یہ کلمات اپنی سیاہ بختی کو دھونے کے لئے اس نے کہے اور وہ اس اتفاق سے اپنے جُرم عظیم سے کسی طرح چھُوٹ نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اور اس کے تمام معاونین اشقیاء کو وُہ بدلہ دے جس کے وہ مُستحق ہوں۔

واضح ہو کہ ہمارے حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور محققین علماء و اہلِ سُنّت کے نزدیک کسی معین کافر پر بھی بعد مرنے کے لعنت کرنی جائز نہیں۔ اس لئے ان اشقیاء میں سے کسی کا نام لے کر لعنت کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ بالقیاد فرمان لحکم و ینھیٰ عن الفحشاء والمنکر والبغی یہ فعل بلا شبہ فحش و منکر ہے۔ اگرچہ اُن کا فعلِ بدترین ایسا فحش و مُنکر ہے جس کی نظیر ہی نہیں تاہم ذکر الٰہی اور کثرت درود شریف اور اہلبیتِ کرام اور صحابۂ عظام سے ترضیہ کرنا بلا شبہ گالی لعنت وغیرہ سے افضل ہے اور شائبہ گناہ سے بالکل پاک ہے۔

شہادت کے حقائق

خاتم المفسرین والمحدثین حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس اللہ سرہٗ کی تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے فضلِ اعظم سے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اعلیٰ و اکمل تمام صفات کمالیہ اکمل صورت سے جمع فرمائے تمام انبیاء و مرسلین عظام

علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذوات مقدسہ میں جو انفرادی کمالات تھے وُہ سب اور اُن کے علاوہ دیگر تمام کمالات عالیہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یکجا فرمائے۔

کمترین کہتا ہے کہ بلکہ تمام صفاتِ کمالیہ میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی کی ذات اقدس کو اصل بنا کر تمام خصالِ کمال کو جو جس قدر مستحق قرار پایا اس پر ذاتِ انور ہی کے واسطے سے اور اس اصل سے فرعیت کا شرف بخشا جیسا کہ دیگر محققین نے اس کو مصرح بیان فرمایا ہے۔ غرضکہ ایک درجہ کمالات کا جو کہ شہادت ہے بظاہر حضور کی خاص ذات اقدس پر ظاہر نہ ہوا۔

کمترین کہتا ہے کہ بہت سی روایات میں ثابت ہے کہ وفاتِ حسرت آیات حضور سیدالموجودات صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی زہر کے اثر سے واقع ہُوئی جو کہ خیبر میں یہودیہ نے بُھنے ہوئے گوشت میں دیا تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ اگر میں اللہ کی قسمیں بار بار کھاؤں کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہُوئے ہیں تو مجھ کو کچھ پرواہ نہیں یعنی میری قسم درست ہوگی لیکن چونکہ یہ امر بالکل خاص تھا اس لئے بظاہر عدم کے حکم میں رہا۔

شہادت کی دو۲ قسمیں ہیں۔ ایک سری ایک جہری۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت جہری نہ ہونے میں رازِ الٰہی یہ تھا کہ اگر معرکہ میں شہادت ہوتی تو دینِ مُبارک میں بڑا خلل پڑتا اور اسلام کی شوکت کو عظیم صدمہ پہنچتا۔ بغیر اس صُورت کے تو بیشتر قبائل عرب وفات شریف سُن کر مُرتد ہوگئے اور بہت سے آمادۂ ارتداد ہوگئے اگر معرکہ میں شہادت ہوتی تو وہ رخنہ اسلام میں پڑتا کہ جو وہم وقیاس سے بھی بالاتر ہے اور اگر سری شہادت ہوتی یعنی دھوکے سے شہید کیا جاتا یا پوشیدہ طریقہ سے جیسا کہ بعض خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے لئے ہوا تو وُہ بہت زیادہ شہرت نہ پکڑتی۔ بلکہ جو اعلیٰ مرتبہ کمالِ شہادت کا ہے وُہ پُورا بھی نہ ہوتا۔ اس لئے کہ کمال شہادت کا یہ ہے کہ کوئی شخص پردیس میں مشقت کے ساتھ شہید کیا جاوے اور اس کے گھوڑے کی ٹانگیں کاٹی جاویں اور لاش اس کی میدان میں پڑی رہے اور اس کے گرداگرد اس کے بہت سے عزیز وقریب محبین

قتل کئے جاویں اور عورتیں اور یتیم بچے اس کے اسیر کئے جاویں اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی راہ میں ہو۔

اس لئے حکمت الٰہیہ اس کی مقتضی ہوئی کہ بعد عہد نبوت کے اور بعد خلافت راشدہ کے جو کہ مظلومیت اور مغلوبیت کے منافی ہے یہ مرتبہ شہادت سریہ اور جہریہ کا حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مراتب عالیہ کے ساتھ منضم فرمایا جائے بواسطۂ دودمانِ نبوت کے بلکہ اقرب ترین اقارب کے بلکہ معزز ترین اولاد کے اور ان کے واسطہ سے جو حکم فرزندی کا رکھتے ہوں تاکہ ان کا حال اور اُن کا کمال حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حال عالی اور کمال متناہی میں منضم ہو جاوے اس لئے بعد انقضائے زمانۂ خلافت راشدہ کے حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو شرف نیابت اپنے جد اعلیٰ علیہ وعلیہما افضل الصلوات والتحیات کا دیا گیا۔ اور بنا دیا گیا ان دونوں شہزادگان والا تبار کو پر تو کمال محمدیؐ کا دو رخی آئینہ اور جمال مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دو رخسار پر انوار۔ اور یہ دونوں قسمیں سبطین حبیبین پر تقسیم فرمادی گئیں۔

شہادت سریہ حضرت سبط اکبر کے لئے ٹھہری اور شہادت جہریہ حضرت سبط اصغر کے لئے مقرر ہوئی۔

سری شہادت چونکہ مدار اُس کا بالکل پوشیدگی پر ہے اس لئے نہ اس کا اظہار وحی الٰہی نے فرمایا نہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی۔ نہ امیر المومنین شیر خدا کرم اللہ وجہہ نے بیان اُس کا فرمایا۔ حتیٰ کہ وقتِ حادثہ تک وہ لا مذہبی میں رہی اس لئے کہ وقوعہ اس کا آپ کی زوجہ کے ہاتھ سے کرایا گیا۔ اور زوجہ علائق محبت میں سے ہے نہ کہ علائق عداوت سے اور یہ سب اسی لئے تھا کہ اخفاء اور پوشیدگی بھی کمال کی ہو اور شہادت جہریہ کا مدار اعلان فرمانے پر ہے۔ اس لئے اولاً حضرت جبریل اور دیگر ملائکہ کرام علیہم السلام کے ذریعہ بھی اس کی اطلاع دی گئی اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بتفصیل اس کا بیان بھی فرمایا۔ حتیٰ کہ جگہ بھی معین فرمادی اور زمانہ بھی شہادت کا بیان فرمادیا۔ اور وہ تکملۂ ساٹھ سال ہجری پر۔

پھر حضرت امیرالمؤمنین شیرِ خدا کرم اللہ وجہہ کی زبانی بھی اس کا اعلان مکرر کیا گیا۔ پھر جبکہ شہادت کا وقوع ہو گیا تو عجیب عجیب نشانیاں عالم میں ظاہر کی گئیں۔ مثلاً کربلا کی مشتِ خاک اُس دن خون ہو جانا۔ آسمان سے خون برسنا۔ شفق احمر کا پیدا ہونا اور اس طرح آسمان کا، دائمی رونا۔ بیت المقدس شریف کے پتھروں کے نیچے اس روز تازہ خون برآمد ہونا۔ ہواتف یعنی جنات کا مرثیہ خوانی کرنا۔ جنات کا نوحہ وزاری کرنا درندوں کا آپ کے جسد اطہر کے گرد اگرد حفاظت کے لئے گشت کرنا۔ آپ کے قاتلین کے نتھنوں میں سانپوں کا داخل ہونا اور انواع و اقسام کے عذاب ان کو پہنچنا۔ وغیرہ وغیرہ۔ (جن کا مختصر بیان آئندہ آئے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ)

یہ تمام اسباب عجائبات ظاہر کئے گئے تاکہ حاضرین و غائبین اس حادثہ پر مطلع ہو جاویں بلکہ ہمیشہ کے لئے اس حادثۂ جانکاہ کا تذکرہ قیامت کے لئے اس امت میں باقی رکھا گیا اور ان وقائع دردناک پر ہمیشہ کے لئے رنج والم دائم کر دیا گیا۔ اس طرح یہ حادثۂ الیمہ انتہائے شہرت کو پہنچ گیا۔ ملکوت اعلیٰ اور اسفل میں اور عالم غیب و شہادت میں اور جن اور انس میں بلکہ ہر گویا اور خاموش میں بھی یعنی حیوانات سے گزر کر جمادات تک بھی اس کی شہرت پہنچی۔ اور قیام قیامت تک کے لئے اپنا آپ ہی نظیر ٹھہرا ابتدائے خلقت سے نہ ایسا حادثہ اس نوعیت سے ہُوا اور نہ قیامت تک ایسا ہو سکتا ہے۔

شہادت پر اکابرین کا افسوس

حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ فرمایا حضور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جبریل علیہ السلام نے مجھ کو خبر دی ہے کہ میرے فرزند حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے بعد زمین طف میں قتل کئے جائیں گے اور یہ مٹی مجھے لا کر دی ہے کہ اس زمین میں ان کی آرام گاہ ہو گی۔ (ابن وسعد طبرانی)

حضرت ام الفضل بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آئے میرے پاس جبریل علیہ السلام اور مجھ کو خبر دی کہ قریب

ہے کہ میری امت میرے اس فرزند یعنی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرے گی۔ اور اُن کے مقتل کی تھوڑی سُرخ مٹی مجھے لا کر دی (ابوداؤد و حاکم)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ مینھ کے فرشتے نے اللہ تعالیٰ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی اجازت چاہی۔ ان کو اجازت ملی۔ اس وقت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام المؤمنین اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دولتخانہ میں تھے۔ فرمایا کہ اے اُم سلمہ دروازے کی حفاظت رکھنا کوئی ہمارے پاس آنے نہ پاوے۔ وُہ دروازے پر تھیں کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور کود کر اندر داخل ہو گئے۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی گود مبارک میں چڑھ بیٹھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بوسہ دیتے اور گلے لگاتے تھے فرشتہ باراں نے عرض کیا کہ کیا حضور ان سے پیار رکھتے ہیں۔ فرمایا۔ بے شک

فرشتہ نے عرض کیا کہ تحقیق حضور کی اُمّت ان کو قریب ہے کہ قتل کرے گی۔ اگر حضور چاہیں تو میں وُہ جگہ بھی بتلاؤں جہاں کہ یہ قتل کئے جائیں گے پھر پیش کی اُنہوں نے حضور کے جناب میں نرم سُرخ مٹی۔ اس کو حضرت ام سلمہ نے اپنے کپڑے میں لے لیا (بغوی)

حضرت ام الفضل سے مروی ہے کہ ایک روز میں حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو گود میں لئے ہوئے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور حضور کی گود میں میں نے ان کو ڈال دیا۔ کچھ پلٹ کر میں نے دیکھا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دونوں چشم مُبارک آنسوؤں سے خوب بھری ہیں۔ پھر فرمایا کہ جبرئیل (علیہ السلام) میرے پاس آئے اور مجھے خبر دی کہ میری امت میرے اس فرزند کو قتل کرے گی اور اُن کے مقتل کی سُرخ مٹی مجھ کو لا کر دی (حاکم اور بیہقی)

حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک روز حضور سو گئے تھے۔ پھر بیدار ہُوئے تو نہایت غمگین اور حضور کے دستِ مبارک میں مٹی تھی اُسے اُلٹتے پلٹتے تھے۔ میں نے عرض کیا کہ یہ کیسی مٹی ہے فرمایا کہ جبرئیل (علیہ السلام) نے مجھے خبر دی کہ تحقیق یہ یعنی حسینؓ عراق کی زمین میں قتل کئے جائیں گے اور یہ وہیں کی مٹی ہے

(ابن راہویہ۔ بیہقی۔ ابونعیم)

نیز حضرت ام المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ ایک روز ہر دو شہزادے میرے مکان میں کھیلتے تھے پس جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور فرمایا کہ اے رسول اکرم تحقیق حضور کی اُمت حضور کے بعد ان کو یعنی حضرت حسینؓ کو قتل کرے گی اور وہاں کی مٹی لا کر پیش کی۔ حضور نے اس کو سونگھا اور فرمایا۔ کہ رنج اور بلا کی بو ہے۔ اور فرمایا اے ام سلمہؓ جب یہ مٹی خون ہو جائے تو جان لینا کہ میرا فرزند قتل کیا گیا۔ پس میں نے اس مٹی کو ایک شیشی میں رکھ لیا۔ (ابونعیم)

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے حضرت محمد بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کربلا کی نہر پر تھے کہ دیکھا انہوں نے شمر ذی الجوش شقی کو پھر فرمایا کہ سچ فرمایا اللہ نے اور اس کے رسول کریم نے فرمایا حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک ٹیکے دار کتا مُنہ ڈالتا ہے میرے اہل بیت میں اور شمر شقی مبروص تھا (ابن عساکر)

حضرت انس بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سُنا میں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ تحقیق یہ میرا فرزند ایک زمین میں قتل کیا جائے گا جس کو کربلا کہتے ہیں پس جو تم میں سے حاضر ہو وہ اس کی مدد کرے۔ چنانچہ حضرت انس بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب معلوم ہوا تو کربلا میں حاضر ہوئے اور حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد میں کربلا میں مارے گئے (ابن السکن۔ بغوی۔ ابونعیم)

حضرت یحییٰ حضرمی کہتے ہیں کہ ہم حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ میدانِ صفین کو جا رہے تھے جب مُقامِ نینویٰ کے محاذ پر پہنچے جو کہ حضرت سیدنا یونس علیہ السلام کی بستی مبارک ہے تو آپ نے پکار کر فرمایا اے ابو عبداللہ (حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کنیت ہے) صبر کرنا فرات کے کنارے پر۔ میں نے عرض کیا کہ یہ کیا فرمایا ہے فرمایا کہ تحقیق حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا ہے کہ تحقیق حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرات کے کنارے قتل کئے جاویں گے

اور ایک مٹی خاک کی وہاں کی مجھے دکھائی ہے (ابو نعیم)

اصبغ بن بنانہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کے ہمراہ جاتے قبر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر آئے۔ فرمایا یہ اُن کے اونٹوں کے بیٹھنے کی جا ہے اور اُن کے کجاووں کی جگہ ہے۔ اور اُن کے خونوں کے بہنے کی جگہ ہے۔ ایک جماعت حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آل کی اس میدان میں قتل کی جاوے گی کہ روئیں گے ان پر آسمانیں اور زمینیں (ابو نعیم)

امام حاکم نے بہ سند صحیح حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر وحی اُتاری ہے کہ میں نے یحییٰ بن زکریا (علیہما السلام) کے بدلے ستر ہزار قتل کئے ہیں اور تحقیق میں آپ کی بیٹی کے بیٹے کے بدلے قتل کرنے والا ہوں ستر ہزار اور ستر ہزار۔

امام احمد و بیہقی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا ایک دن حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دوپہر کو بالِ مبارک بکھرے ہوئے۔ بدن مبارک غبار آلود اور حضور کے دستِ مبارک میں ایک شیشی ہے جس میں خون ہے۔ میں نے عرض کیا یہ کیا ہے۔

فرمایا حسین اور ان کے ساتھیوں کا خون ہے۔ میں نے اسی وقت کو شمار کرنا شروع کیا۔ جب خبر آئی اور حساب کیا تو وہی دن تھا ان کی شہادت کا۔

حاکم اور بیہقی حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی ہیں کہ فرمایا انہوں نے کہ دیکھا میں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں اور حال یہ کہ حضور کے سر مبارک اور داڑھی مبارک مٹی سے بھری ہے۔

میں نے عرض کیا یہ کیا ہوا ہے حضور کو۔ فرمایا کہ ابھی حسینؓ کے مقتل پر گیا تھا۔

امام سیوطی فرماتے ہیں کہ آپ کی شہادت کے دن آفتاب کو گرہن ہوا اور سات دن تک آفتاب کا رنگ پیلا رہا۔ دیواروں پر مثل ہلدی کے رنگ کی شعاع پڑتی تھی۔ چھ ماہ تک تمام کنارے آسمان کے سُرخ رہے اس کے بعد یہ سُرخی مستمر ہوگئی۔

آپ کی شہادت سے پہلے یہ سُرخی آسمان پر کبھی نہیں دیکھی گئی گویا کہ اس طرح آسمان ہمیشہ اس حادثہ کے ماتم میں مدام سے ہے ستارے بکثرت سات روز تک ٹوٹتے رہے اور آپس میں ٹکراتے رہے۔

بیہقی ام حبان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے تین روز بعد تک دُنیا ہم پر تاریک رہی اور جس نے ہم میں ان دنوں زعفران چھوئی یا منہ پر لگائی اتنی جگہ جل گئی۔

بیہقی اور ابو نعیم بُصرہ ازدیہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ کی شہادت پر آسمان سے خون برسا۔ جب صبح ہُوئی تو ہمارے مٹکے گھڑے برتن سب خون سے بھرے ہُوئے تھے۔

بیہقی امام زہری سے روایت کرتے ہیں کہا انھوں نے کہ مجھے پہنچا ہے کہ آپ کی شہادت کے دن جو پتھر بیت المقدس میں اُٹھایا گیا اس کے نیچے تازہ خون پایا گیا۔

جمیل بن مرہ سے مروی ہے کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لشکر کے اُونٹ جو اُن اشقیاء کے ہاتھ آئے ان کو ذبح کر کے پکایا تو وُہ اندرائن کے پھل کے مثل کڑوے ہو گئے اور کوئی ان میں سے اس کو نہ کھا سکا۔ (بیہقی)

حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ میری دادی نے مجھ سے کہا کہ میں نے حضرت امام کے قتل کے دن دیکھا کہ دُرس جو ایک بوٹی ہے کہ رنگنے کے کام میں آتی ہے۔ راکھ ہو گئی تھی۔ گوشت گویا کہ آگ اس میں ہے۔ (بیہقی)

علی بن مشہر کہتے ہیں کہ میری دادی نے مجھ سے کہا کہ میں حضرت امام حسینؓ کے واقعہ کے وقت نوجوان تھی بیس دنوں تک آسمان اُن پر روتا رہا۔ (بیہقی)

حبیب بن ثابت فرماتے ہیں کہ میں نے جنوں کو حضرت امام حسینؓ پر نوحہ کرتے سُنا وُہ نوحہ کرتے تھے اور کہتے تھے ؎

مسح النبی جبینہ ۔ فلہ بریق ۔ فی الخدود ✦ ابواہ فی علیا قریش وجدہ خیر الجدود ۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی پیشانی چومی تھی پس کیا ہی چمک تھی ان کے رُخساروں کی۔ بھے والدین ان کے قریش کی چوٹی اور دادا ان کے سب کے دادوں سے بہتر تھے۔

نیز حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اُنھوں نے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات حسرت آیات کے بعد آج ہی رات میں نے جنوں کا نوحہ سُنا ہے اور میں نہیں سمجھتی مگر یہ کہ میرا فرزند شہید کیا گیا ہے۔

بعد میں تحقیق کرائی آپ نے تو معلوم ہوا کہ اسی روز ان کی شہادت ہوئی تھی۔

جنات نوحہ میں یہ کہتے تھے ۔

الا یا عین فابتھلی بجھد ومن یبکی علی الشھدآء بعدی
علی رھط تقودھم المنایا الی متجبر فی ملک عبد

اے آنکھ خوب کوشش سے رو لے اور کون روئے گا میرے بعد شہداء پر جن کو کہ موت کھینچ کر لے آئی ایک جبار کے پاس جو کہ اپنے حکم میں سخت علیہ تھا۔

مزیدۃ بن جابر حضرمی اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہا انھوں نے کہ سُنا میں نے جنات کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر نوحہ کرتے۔ وہ کہتے تھے ۔

انعی حسینا ھبلا کان حسینا جبلا

یعنی میں حضرت حسین رض بزرگ کی شہادت کی دردناک خبر دیتا ہوں تھے وہ نہایت حسین اور مثل پہاڑ کے۔

قاتلین کا انجام

ابو نعیم حضرت سفیان سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنی دادی سے کہ دو شخص جو کہ حاضر معرکۂ حضرت امام تھے ان میں سے ایک کو دیکھا گیا کہ اُس کا عضوِ تناسل اتنا لانبا ہو گیا تھا کہ مثل طوق کے اپنی گردن میں رسی کی طرح لپیٹتا تھا۔ دوسرے پر اللہ تعالیٰ نے پیاس اور تشنگی مُسلّط فرما دی تھی کہ پکھال منھ سے لگا کر خالی کر دیتا تھا اور سیراب نہ ہوتا تھا۔

علامہ سبط ابن الجوزی نقل کرتے ہیں کہ ایک بوڑھا شخص نابینا تھا۔ اُس سے اس کے اندھے ہونے کا سبب کسی نے پوچھا۔ اس نے کہا کہ وہ قتلِ حضرت امام حسین رض میں شریک تھا ایک روز اس نے خواب میں دیکھا کہ حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گاہ

عالی ہے اور حضور کی دونوں آستینیں چڑھی ہوئی ہیں اور برہنہ شمشیر دستِ مُبارک میں ہے اور ایک چمڑے کا دستر بڑا زمین پر بچھا ہُوا ہے اور اس پر دس لاشیں ذبح کی ہوئی پڑی ہیں۔ اُن میں سے جو کہ شرکاء قتل تھے۔ حضورؐ نے اس شخص کو دیکھ کر لعنت فرمائی اور پھر حضرت امام حسین کے خون میں ایک سلائی ڈبو کر اس کی آنکھوں میں پھیر دی جب صبح ہوئی تو وُہ بالکل اندھا تھا۔ نیز روایت کرتے ہیں کہ ایک شقی نے سرِ مقدس اپنے گھوڑے کے گلے میں لٹکایا تھا۔ چند روز کے بعد وہ شخص دیکھا گیا کہ اُس کا چہرہ ڈامبر سے بھی زیادہ سیاہ ہو گیا تھا اور نہایت بدترین حال سے وُہ مرا۔ اور فرماتے ہیں کہ کسی کے سامنے یہ بیان کیا گیا تو اس نے ایسا ہونے سے انکار کیا اور مُستبعد سمجھا تو اس کے بدن میں آتشِ سوزاں مُسلّط ہو گئی۔ اور اس میں جل کر وہ ہلاک ہو گیا۔

امام زہری فرماتے ہیں کہ جو جو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قتل میں شریک یا حاضر تھے ان میں سے کوئی بھی نہ بچا کہ اس پر دُنیا میں اللہ تعالیٰ نے اپنا عتاب نازل نہ فرمایا۔ قبل آخرت کے یا وہ مارا گیا یا اس کا مُنہ کالا کر دیا گیا یا خلقت اس کی بگاڑ دی گئی یا مُلک اس سے بہت جلد چھین لیا گیا۔

اس حادثہ جانکاہ کے ساتویں ہی سال انتقام الٰہی نے مختار بن عبید ثقفی کو ظاہر فرمایا۔ اس نے عراق پر فوج کشی کی اور کوفہ پہنچ کر حکم عام دیا کہ جو ابن سعد کے ساتھ معرکۂ کربلاء ملے اس کو قتل کر ڈالو۔

چنانچہ چھ ہزار سے زائد اُن میں سے مختار کی فوج کے ہاتھوں مارے گئے۔ علاوہ جو جنگ میں مارے جا چکے تھے۔ پھر ابن اسعد کو بُلا بھیجا۔ اس کا بیٹا حاضر ہوا اور کہا کہ میرا باپ خانہ نشین ہے۔ مختار نے کہا کہ اب کیسے رے کی حکومت سے دستبردار ہو گیا اور گھر بیٹھا ہے۔ حضرت امام حسینؓ کے قتل کے وقت کیوں خانہ نشینی نہ کی۔ پھر اس کو جبرًا پکڑوایا اور ابن سعد اور اس کے بیٹے اور شمر شقی کی گردنیں مار کر ان کے سر حضرت محمد بن الحنفیہ کے پاس بھیجے۔

جب خولی بن یزید بدبخت پکڑا گیا تو پہلے اس کے دونوں ہاتھ اور دونوں پیر کاٹے

پھر اس کو سُولی چڑھایا۔ پھر اس کے لاشہ کو آگ سے جلایا۔ اسی طرح جو بھی ابن سعد کے ہمراہی اُس کے ہاتھ لگے طرح طرح کے عذاب دے کر اُس نے ان کو ہلاک کیا۔ اس کے بعد ابن زیاد بدنہاد کی فکر میں ہُوا۔

وُہ موصل میں لشکر جمع کر کے بیٹھا تھا۔ ابراہیم بن مالک اشتر کو بڑی فوج کے ساتھ اس کی جنگ کے لئے بھیجا۔ صُبح سے شام تک سخت جنگ رہی اور ہزار ہا اس کے رفقاء ہلاک ہُوئے۔ خود ابن زیاد بدنہاد بھی مارا گیا۔ اُس کا سر کاٹ کر ابراہیم اشتر نے مختار کے پاس کوفہ بھیجا۔ اس کے ساتھی سرغناؤں کے سر بھی بھیجے وُہ تمام سر "دارالامارۃ" میں لا کر رکھے گئے۔

مختار نے محفل عام کر کے تمام مشاہیر کوفہ کو جمع کر کے ان سے کہا کہ اے اہلِ کوفہ دیکھو کہ حق تعالیٰ نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خونِ ناحق کا کس طرح بدلہ لیا اور اس نامراد کو بھی ذلّت کے ساتھ وہی سزا دی۔ یہ واقعہ بھی یوم عاشورہ ۶۷ھ ہجری کو ہوا۔

امام ترمذی روایت کرتے ہیں کہ جب ابن زیاد بدنہاد اور اس کے ساتھیوں کے سر مختار کے آگے رکھے گئے تو ایک بڑا سانپ ظاہر ہوا۔ لوگ سانپ سانپ کہہ کر الگ ہٹ گئے۔ وُہ سانپ تمام سروں میں گھُستا ہوا ابن زیاد بدنہاد کے سر کے پاس آیا اور اس کے ناک کے نتھنے سے گھُسا اور کچھ دیر سر میں غائب رہ کر مُنھ سے باہر نکلا۔ پھر دوبارہ اُس کے مُنھ سے داخل ہُوا اور نتھنے سے نکلا۔ تین بار ایسا کر کے غائب ہو گیا۔

ایک شخص نے حضرت امام عالی مُقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت کچھ بد کلامی کی۔ دو ستارے یک لخت اس کی آنکھوں پر ٹوٹے کہ وُہ فی الفور اندھا ہو گیا۔

غرض کہ جتنے قاتلان حضرت امام عالی مقام یا ان کے حکام تھے مثل ابن زیاد۔ ابن سعد شمر شقی۔ قیس بن اشعث۔ خولی بن یزید۔ اس کا بھائی شبل بن یزید سنان بن انس۔ زحر بن قیس۔ عبداللہ بن قیس۔ یزید بن مالک۔ غیرہم طرح طرح کی عقوبتوں سے مارے گئے اور مختار کی لڑائیوں میں ستّر ہزار عراقی اور شامی مارے گئے۔ بقیہ دوسرے ستّر ہزار نکلے قصاص امام عالی مقام بعد کی دو جنگوں میں جو درمیان مختار بن عبید اور حضرت مصعب بن زبیر

کے اور درمیان حضرت مصعب اور حضرت عبد الملک بن مروان کے ہوئیں۔ ان میں وہ بھی پورے ہلاک ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے فرمایا کہ ستر ہزار اور ستر ہزار آپ کی بیٹی کے فرزند کے قصاص میں ہلاک کروں گا۔ وہ اس طرح پورا ہوا۔

عبد الملک بن عمیر لیثی کہتے ہیں کہ سب سے اوّل میں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر مقدس دار الامارت کوفہ میں دیکھا پھر اسی جگہ ابن زیاد کا سر مختار کے سامنے دیکھا۔ پھر مختار کا سر حضرت مصعب بن زبیر کے سامنے وہیں دیکھا پھر حضرت مصعب کا سر مبارک عبد الملک بن مروان کے روبرو اسی جگہ دیکھا۔ یہ قصہ میں نے عبد الملک سے بیان کیا۔ اس نے کہا کہ خدا تم کو پانچواں سر یہاں نہ دکھائے اور اسی وقت اس جگہ سے اٹھ کھڑا اور دار الامارۃ کو منہدم کرا دیا۔

شہادت اور تاریخی تحقیق

بعض اشقیاء مخالفین تو قدیم سے آپ کی شہادت حقہ میں اپنی شقاوت سے کلام کرتے ہی تھے لیکن فی زمانہ بھی بعض نااہلوں نے اپنی شہرت کا یہی طریقہ بنا لیا ہے کہ دین میں ایک نئی بات پیدا کر کے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرتے ہیں تاکہ بادیۂ گمنامی سے نکل کر جہنم کے مشہور علمداروں میں شمار ہوں۔ اور ان کی طرف نگاہیں اٹھنے لگیں۔ مثل مشہور ہے کہ خالِفْ تُعْرَفْ۔ یعنی مخالفت کرو تو بوجہ مخالفت کے شہرت پا جاؤ گے۔

اسی اصول کے تحت اور دنیا و دینیہ کے متاع کاسد کی تحصیل کے لئے بعض گمنام نااہلوں نے اس زمانہ میں بھی حضرت امام شہید مظلوم کی شہادت میں انکار کی دریدہ دہنی کی اور معاذ اللہ آپ کا باغی اور خارجی ہونا ثابت کرنا چاہا۔ یا یہ کہ آپ معاذ اللہ ملک اور خلافت کے لئے بیجا یزید سے برسرپیکار ہوئے۔ لہذا اس خیال باطل اور سخت گندہ ذہنی

کی تردید بھی یہاں ضروری ہے جس کے لئے چند دلائل واضح بیان کئے جاتے ہیں اور مقصد یہ ہے کہ محبین صادقین کے قلوب کو وساوس شیاطین انس سے بحولہ تعالیٰ بچایا جاوے ورنہ اشقیاء کی شقاوت ہم میں سے کون از خود دُور کر سکتا ہے۔ اللہ تعالےٰ روسیاہی دارین سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

اُوپر چند احادیث صحیحہ متفق علیہ علماء امت بیان ہو چکی ہیں۔ جن میں حضرت امام عالی مقام کا سردار جوانانِ جنّت ہونا محقق ہے۔ نیز حضور محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کا محبوب ہونا بھی ثابت ہے بلکہ یہ دعاء مستجاب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی لکھی جا چکی ہے کہ اے اللہ حسین رضی اللہ عنہ کو محبوب اپنا کرلے اور جو حسین سے محبت کرے اس کو بھی اپنا محبوب بنالے۔

یہ فرمانِ عالی بھی گزر چکا ہے کہ جس نے ان دونوں یعنی سادات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا۔ ان جملہ روایات سے جو کہ بصورت مجموعی تواتر کے قریب پہنچتی ہیں جمع کرکے بداہتاً حضرت امام عالی مقام کی محبوبیت و سرداری محبوبانِ جنّت کی واضح ہو جاتی ہے۔ پھر معاذاللہ باغی یا خلیفہ پر خروج کرنے والا کیونکر ان مراتب عالیہ کا مستحق ہو سکتا ہے۔ اس کی سزا سخت قرآن کریم و احادیث شریفہ میں جن رسوائیوں کی سے وہ اظہر من الشمس ہے۔

دیگر یہ کہ آپ کا کربلا میں شہید ہونا درجۂ تواتر کو احادیث شریفہ سے پہنچتا ہے کسی حدیث شریف میں ایسا شائبہ بھی نہیں ہے کہ آپ اس شہادت میں ناحق پر مارے جائیں گے بلکہ تمام تر احادیث شریفہ اس حادثہ پر رنج و الم ہی پر واضح دلیل ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ بالعموم نہ بالخصوص آپ کو متنبہ فرمایا کہ ایسا نہ کرنا یا ایسا کرنے پر تم باطل پر ہوگے۔ حالانکہ حق کے بیان میں اکثر صحابہ کرام کو ایسی تنبیہات فرمائی ہیں۔

مثل حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق یوں وارد ہو چکا ہے لیکن اس حادثہ میں کوئی

صراحت کیا بلکہ اشارہ بھی آپ کے ناحق پر ہونے کا نہیں پایا جاتا ہے کہ خاص مظلومیت کے قتل پر اظہار رنج والم ہی واضح ہوتا ہے۔

پھر حضرت امیرالمؤمنین شیر خدا کرم اللہ وجہہ سے جو روایات گزری ہیں اُن سے بھی آپ کا مظلوم ہونا ثبوت ہے بلکہ آپ کو صبر کی ہدایت فرمائی گئی ہے یا علام نبوی آپ نے اس جگہ پر کھڑے ہو کر حاضرین کو بتادیا کہ یہ مقتل گاہ اور خیمہ گاہ ہے اور یہاں ایک جماعت آلِ بیت نبوت کے خون بہائے جائیں گے۔ جن پر تمام آسمان اور زمینیں روئیں گے۔ حالانکہ نص قرآن کریم سے ہے کہ ظالموں پر آسمان زمین نہیں روتے۔ پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں متعدد کیا۔ صحابہ کرام کا اُس روز مشرف ہونا اور ذاتِ مقدسہ کو حزن وملال حادثۂ ہائلہ سے بحت متاثر پانا امر بین و مثبوت ہے۔

اگر معاذ اللہ حضرت امام عالی مُقام ناحق پر ہوتے تو کیونکر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا میدان معرکہ میں تشریف فرمانا ہو سکتا تھا۔ اور خون حضرت امام کو جمع کر کے لانا اور پوچھنے پر فرمانا کہ احکم الحاکمین کے حضور میں محاکمہ کے لئے پیش کرنے کو یہ خون لیا گیا ہے وغیرہ وغیرہ۔ کثیر روایات اس مظلومیت پر ثبوت دیتی ہیں۔ پھر حادثۂ ہائے پر ظہور خوارق ہولناک مثل آسمان سے خون برسنا دُنیا کا تاریک ہو جانا۔ دوپہر میں ستاروں کا نظر آنا۔ بیت المقدس شریف کے ہر پتھر کے نیچے تازہ خون نمودار ہونا۔ ستاروں کا بکثرت ٹوٹنا اور آپس میں ٹکر کھانا۔ آسمان کا غضبناک ہونا اور غصہ وغضب سے سُرخ ہو جانا وغیرہ جو اُوپر بیان ہو چکا ہے۔ پھر آپ کے قاتلین اور اُن کے شرکاء پر انتقامِ الٰہی کا جوش میں آنا۔ ان کا طرح طرح سے ذلیل وخوار واصنافِ عذاب میں مبتلا ہونا یہ امور بھی واضح ترین ہیں۔ اور ہر ایک واقعہ ان میں سے بجائے خود دلیل روشن حضرت امام کی مظلومیت پر ہے۔

اگر وہ لوگ اس کلید بد میں معاذ اللہ حق پر ہوتے تو ایسے مصائب وخواریوں اور فوری تباہیوں میں نہ پڑتے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے نیک بندوں سے وعدۂ حق ترقی اور عروج اور ان کے استخلاف کا فرمایا ہے اور انجام کار میں نیک لوگوں کے واسطے ہی عزت ہے۔ برخلاف اس کے حضرت امام عالی مُقام کے تمام اعداء ومخالفین کو جن جن خواریوں

اور ذلّت و عذابوں کے ساتھ حق تعالیٰ نے اس قدر جلد دُنیا سے فنا کر دیا کہ جس کی نظ
دشوار ہے۔ پھر آپ کا سکّہ عظمت و محبّت روز بروز ترقی پر رہا اور رہے گا۔ اور مخالفین آپ
ہمیشہ کے لئے مبتلائے ذلّت و رسوائی دارین ہُوئے۔

ان امور اعتباریہ صحیحہ کے علاوہ شرعی پہلو سے بھی آپ کی مظلومیت میں ذرہ بھر شبہ
نہیں۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ آپ بذاتِ خود بالتحقیق امام مجتہد مطلق و پیشوائے انام ہیں
باتفاق صحابہ کرام آپ کے عصر میں آپ سے زیادہ کوئی خلافت کا اہل نہ تھا۔ لیکن یزید
مرید کی بیعت ہو جانے سے آپ نے اپنی بیعت کی طرف دعوت نہ دی بلکہ مکۂ مکرمہ روانہ
ہو گئے وہاں بھی اس امر کا اظہار نہ فرمایا بلکہ بوجہ خوف و زوال حرمت حرم الٰہی کے وہاں
سے نکلنے ہی پر عازم رہے۔

چونکہ آپ کے اجتہاد میں ظالم فاسق مرتکب کبائر کی بیعت درست نہ تھی اس لئے آپ
نے یزید کی بیعت سے گریز فرمایا۔ اُدھر کوفہ کے ظاہری مدعیان محبّت بندگان دینار و درہم
نے صدہا خطوط اور قاصدین بھیجنے شروع کئے۔ پھر بھی آپ نے تامل فرمایا۔ اور اپنے
ابن العم کو نیابتہً ارسال فرمایا۔ جب ان کے ہاتھ پر بارہ ہزار سے زائد نے آپ کی بیعت
کر لی تب آپ نے یہ اطلاع ملنے اور کوفیوں کے بکثرت پے در پے قاصدین کے آنے
اور اصرار کرنے پر عزم فرمایا۔ اس لئے کہ کافی جمعیت آپ کے حلقۂ بیعت میں داخل ہو چکی
تھی۔ ایسی صورت میں آپ کے اجتہاد کی رُو سے آپ پر اظہار حق کے لئے کھڑا ہونا واجب
تھا۔

وہاں پہنچ کر جب آپ کو ان بندگان مال و زر کی بے وفائی محقق ہُوئی تو آپ نے حُر
بن یزید کو مراحتاً فرمایا کہ میں تمہارے خطوط اور قاصدین کے اصرار پر آیا ہوں اگر تم اپنی بیعت
پر قائم ہو تو میں کوفہ جاتا ہوں ورنہ واپس ہوتا ہوں۔

اوّلاً حُر نے اعتماض کیا اور آپ واپس ہُوئے جب پڑاؤ فرمایا تو پھر صبح کو حُر کا لشکر
سامنے تھا اور ان سے عرض کیا کہ میری شکایت بدنہاد ابن زیاد کو کی گئی اور اس نے سخت
حکم بھیجا ہے کہ میں آپ کو کسی طرف بھی نہ چھوڑوں تنہا ناچار حضرت امام نے قضاء و قدر کے

سر تسلیم جھکاتے ہوئے وہیں قیام فرمایا۔ اور کئی بار طرح طرح سے اتمام حجت فرمایا حتیٰ کہ آخری مرتبہ ابن سعد کو آپ نے پیام بھیجا کہ تو آل بیت نبوت کے خون ناحق سے باز آ اور تین باتوں میں سے ایک اختیار کر۔ یا مجھ کو مکہ مکرمہ واپس جانے دے کہ حرم الٰہی میں عبادت کروں یا ترکستان کی طرف جانے دے کہ کفار سے جہاد کرتا رہوں یہاں تک کہ راہِ الٰہی میں مارا جاؤں۔ اگر یہ دونوں باتیں بھی منظور نہیں تو یزید کے پاس مجھے جانے دے جو کچھ ہونا ہے ہو رہے گا اس نے کچھ چاہا بھی مگر شمر شقی نے ایسا نہ ہونے دیا۔ اور ابن زیاد بدنہاد سے خط لے کر آیا کہ میں نے تجھ کو لڑنے کے لئے بھیجا ہے صلح کے لئے نہیں بھیجا ہے۔ خبردار کربلا مہلت میدانِ کارزار گرم کر ورنہ تجھ کو معزول کر کے تیری جگہ دوسرا بھیجا جاتا ہے۔

اس کو رے کی حکومت کا وہ لالچ تھا کہ آخر کار وہ اپنی خباثت پر آمادہ ہو گیا۔ اور نویں تاریخ ہی کو حملے کی ٹھہرائی۔

حضرت امام عالی مقام نے اس دن کی مہلت طلب کی اس اُمید پر کہ شاید ان کو راہِ بصیرت کو ہدایت ہو جاوے اور اپنے کار بد کے انجام بد سے بچ نکلیں۔

قدرِ الٰہی یوں ہی ہو چکی تھی۔ ان بدکرداروں نے دوسرے دن صبح ہی فوج کشی کر کے آگھیرا۔ پھر آپ نے آخری موعظت فرمائی وہ بھی کارگر نہ ہوئی۔ کیونکر کارگر ہوتی کہ بدبختی نے ان کو ہر طرف سے گھیر لیا تھا پھر جو رویہ اس بدکردار گروہ کا سخت وحشیانہ سادات آلِ بیت اطہار کے ساتھ رہا اس قساوت و حیوانیت کی نظیر سخت ترین کفار میں بھی اپنے دشمنوں کے ساتھ نہیں مل سکتی۔

ان تمام امور کو سامنے رکھتے ہوئے کوئی ادنیٰ عقل والا بھی حضرت امام عالی مقام کی مظلومیت میں شرعی نقطہ سے بھی ادنیٰ شبہ نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ گمراہی اور شقاوت کے راستوں سے محفوظ رکھے اور نیک و مقبولین کی راہ پر تمام مسلمانوں کو استقامت بخشے۔ آمین۔ بلکہ حافظ ابن السکن اور امام بغوی اور حافظ ابو نعیم حضرت انس بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہا انہوں نے کہ سنا میں نے حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے

ہوئے کہ یہ میرا فرزند ایک زمین پر قتل کیا جائے گا جس کو کہ کربلا کہا جاتا ہے۔ تم میں سے جو حاضر موجود ہو پس اس کی مدد کرے۔ چنانچہ حضرت انس بن الحارث رضی کو جب کربلا میں حضرت عالی مقام کا ہونا معلوم ہوا تو وہ حاضر خدمت ہوئے اور حضرت ہی پر نثار ہو کر درجۂ شہادت حاصل کیا۔

یہاں یہ شبہ ہو سکتا ہے کہ دیگر صحابۂ کرام جنہوں نے سفرِ کوفہ سے ممانعت کی تھی وہ کیوں آپ کی مدد سے رہ گئے۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ آپ کا کربلا میں شہید ہونا یقینی امر تھا لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ اسی سفر میں یہ حادثۂ ہائلہ درپیش ہوگا۔ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے امت پر شفقت فرماتے ہوئے اور سفکِ خون سے بچنے کے لئے عالم وجوب نصرت کا حکم نہ دیا کہ معلوم کرا دیا گیا تھا کہ قدرِ الٰہی یوں ہی ہو چکی ہے۔

حدیث حضرت انس بن الحارث سے یہ اعتراض بھی نہیں ہو سکتا اس لئے کہ جو اُن کے ساتھی سامعین ارشادِ نبوی تھے ان میں سے کوئی موجود نہ تھا۔ ورنہ سب مدد کے لئے حاضر آتے۔

ان احتمالات کی وجہ سے صحابہ کرام موجودین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر مازرِ دے انصاف و حق پرستی کوئی ملامت نہیں پہنچ سکتی۔ انہیں وجوہ کو مدِ نظر فرماتے ہوئے خود حضرت امام عالی مقام نے صدہا خلق کو جو راہ میں ساتھ ہوئے تھے بامراد رخصت فرما دیا اور اپنے گھروں کو چلے جانے کی بخوشی اجازت عطا فرما دی تھی۔

مدفنِ حضرت امام حسین رضی

دمشق کے ایام قیام اہل بیت اطہار میں سرِ مبارک جہاں رہا ہے اس کے متعلق دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ وہیں دمشق میں دفن کیا گیا۔ اور اولاد عبدالملک کی کسی کے خلافت کے ایام میں بلکہ بعض مورخین نے صراحت سے سلیمان بن عبدالملک کو بیان کیا ہے کہ اس نے خزانہ سے نکلوا کر نمازِ جنازہ پڑھ کے سرِ مقدس کو دفن کرا دیا۔ اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ آج تک جامع اموی کے شرقی سمت میں ایک مقام مشہد سیدنا الحسین کے نام سے موجود ہے اور اس وقت

تک وہاں برکات وانوار محسوس ہیں۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ آلِ بیتِ اطہار کے ساتھ ہی ساتھ سرِ مقدس مدینۂ طیبہ بھیجا گیا اور حضرت سیدۃ النساء رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلوئے مُبارک میں دفن کیا گیا۔ اسی کی جانب حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز محدث قدس اللہ سرہٗ گئے ہیں۔

بعض روایات میں ہے کہ بحکم یزید مرید سرِ مبارک دمشق میں گشت کرا کر اطراف میں گشت کے لئے بھیجا گیا جب مقامِ عسقلان میں پہنچا تو وہاں کے حاکم نے خوشبوؤں سے بسا کر سرِ مقدس کو عسقلان میں دفن کرا دیا پھر جب عسقلان پر نصاریٰ کا تسلط ہوا تو امیر طلائع بن رزیک نے تیس ہزار دینار شرخ دے کر سرِ مقدس وہاں سے برآمد کرایا اور مصر کو لایا گیا اور خود امیر مذکور بڑے تزک واحتشام سے کئی منزل سرِ مقدس کے استقبال کے لئے گیا اور مُشک وعنبر سے لپیٹ کر ایک حریر سبز کی تھیلی میں رکھ کر آبنوس کی کرسی پر کہ جس کے نیچے کئی گنا زیادہ سرِ مقدس کے وزن سے مشک وعنبر بچھایا گیا تھا رکھ کر جہاں کہ آج مشہد سیّدنا الحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر میں ہے وہاں دفن کر دیا۔ اور یہ واقعہ ۵۴۸ھ ہجری میں ہوا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ سُلطان صلاح الدین ایوبی نے قرامطہ کو ہلاک کر دینے کے بعد علماء سے حضرت کے سرِ مقدس کے مدینہ طیبہ پہنچانے یا اسی حال پر رہنے کا فتویٰ پوچھا۔ سب نے باتفاق منع کیا کہ بار بار کھودنے اور نکالنے میں بے ادبی ہے۔ ان روایات کے ساتھ بیشتر صوفیۂ کرام ارباب قلوب ومشاہدات بھی اسی طرف گئے ہیں۔ کہ سرِ مقدس مصر ہی میں موجود ہے۔

چنانچہ حضرت شیخ الاسلام قطب الزماں شیخ عبدالوہاب شعرانی اور اُن کے شیخ اکمل حضرت سیدی علی اور حضرت شیخ شہاب الدین بن چلپی حنفی اور شیخ عبدالفتاح خلوتی اور شیخ الاسلام نجم الدین غیطی اور شیخ الاسلام شیخ شمس الدین اللقانی اور قطب کبیر حضرت سیدی ابوالمواہب تونسی اور سیدی ابوالحسن تمار اور شیخ فتح الدین انعمری اور سید شیخ

کریم الدین خلوتی وغیرہم قدس اللہ اسرارہم اپنے مکاشفات و مشاہدات حقہ سے یہی اثبات فرماتے ہیں کہ سرِ مقدس مشہد مصر ہی میں مدفون و موجود ہے اور ہر ایک نے اپنے اپنے مشاہدات صحیحہ بیان فرمائے ہیں۔ اور علمائے محققین اہلِ سنت کے نزدیک اہلِ باطن کا اجماع بھی حجت مانا گیا ہے۔ ان کے مشاہدات کی تفصیل کے لئے ان کے مؤلفات کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔

اس میں شبہ نہیں کہ آج بھی مشہد حُسینی مصر میں وہ انوار و برکات ظاہری آنکھوں سے دیکھے جاتے ہیں کہ مدینۂ منورہ اور روضۂ مطہرہ نبویہ کا عجیب انعکاس وہاں تو وہاں نظر آتا ہے اور برابر مرجع خلائق و مشہد امام ہے۔ اگر وہاں کے توسلات و کرامات کو جمع کیا جاوے تو بڑا دشوار کام ہوگا۔ اس لئے کہ ہر شخص کے ساتھ ایک یا متعدد وقائع قضاء حاجات و رفع کربات کے حضرت امام عالی مُقام کے توسل سے پائے گئے ہیں۔ بہر در زمانہ طویل ان کا حصر سوائے حق تعالیٰ کے کون کر سکتا ہے ایک عظیم الشان کرامت جس کو علمائے محققین نے ذکر کیا ہے۔ یہ بھی ہے کہ سُلطان ملک الناصر کے یہاں ایک شخص کی نسبت چغلی کی گئی کہ یہ دفینے اور خزانے قصر شاہی سے واقف ہے۔ بادشاہ نے بلاکر پوچھا تو اُس نے انکار کیا۔ اس کو ایک تاریک جگہ قید کیا گیا جہاں کہ خنفا کیڑے بکثرت تھے اور روزانہ اس کے سر پہ بہت سے خنافس رکھ کر بندش باندھ دی جاتی تھی۔

یہ کیڑے آدمی کے دماغ کو چھید ڈالتے ہیں اور یہ سخت ترین عذاب دیا جاتا تھا۔ اس شخص کے ساتھ بارہا یہی کیا گیا مگر ہر بار وُہ کیڑے مرے ہُوئے پائے جاتے تھے اور وُہ اُف بھی نہ کرتا تھا۔ آخر اس کو بادشاہ نے بُلا کر ماجرا پوچھا۔

اُس نے کہا کہ جب سرِ مقدس حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لایا گیا تھا تو اس نے اس کو اپنے سر پہ اُٹھایا تھا یہ اسی کی برکت ہے۔ بادشاہ نے یہ سُن کر اس کو معاف کیا اور قید سے نکال دیا۔

امام سُدی بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص میرا مہمان ہُوا۔ اثنائے مذاکرے میں مَیں نے کہا کہ کوئی شخص جو کہ شریک قتل امام حسین تھا نہ بچا ہے کہ بدترین عذابوں سے نہ مارا گیا ہو۔

اس نے انکار کیا اور کہا کہ وہ ان کے قتل میں شریک تھا اور اُسے کچھ بھی نہ ہوا۔ میں چُپ ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ چراغ کی بتی درست کرنے اُٹھا اور چراغ کی آگ اس کے کپڑوں میں ایسی لپٹی کہ وہ اپنی جان نہ بچا سکا اور اسی آگ میں جل کر سیاہ کوئلے کی مانند ہو گیا۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

شمائل وصفات عالیہ

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت سر مقدس حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابن زیاد بدنہاد کے روبرو طشت میں رکھ کر لایا گیا تو اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی تھی اس سے آپ کے سامنے کے دندانِ مُبارک کو چھیڑ کر بڑے استہزا سے آپ کے حُسن کے متعلق کہنے لگا کہ یہی بڑے حسین تھے تو میں رونے لگا۔ اور میں نے کہا اے ابنِ زیاد تو یہ کہتا ہے اور یہ بے ادبی کرتا ہے۔ ہر آئینہ تھے یہ مُشابہ ترین حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کی داڑھی مبارک پر وسمہ کا خضاب تھا۔ آپ جود و سخا میں بھی مشہور امام تھے۔

ایک بار ایک شخص حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس کسی حاجت سے آیا تو اس کو معلوم ہوا کہ وُہ خلوت میں معتکف ہیں وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا قصہ عرض کیا۔ حضرت نے اسی وقت اس کی حاجت روائی فرمائی اور بہت کچھ دے کر رخصت کیا پھر فرمایا کہ کسی حاجت مند کی حاجت روائی کرنا مجھے ایک مہینہ کے اعتکاف سے زیادہ عزیز ہے۔

ایک بار سفر حج میں دونوں حضرات سادات حسنین اور ان کے ابن العم حضرت عبداللہ بن جعفر طیار ساتھ تھے۔ جنگل میں راہ بھول کر پیاس و بھوک کی شدت ہوئی۔ ایک خیمہ نظر آیا وہاں گئے۔ اس میں ایک بوڑھیا تھی۔ اس سے مہمانی طلب کی۔ اس کے پاس ایک

ہی بکری تھی اس نے اس کا دودھ دوھ کر پلایا۔ پھر کہا۔ اللہ کی قسم اسی بکری کو تم میں سے کوئی ذبح کرے میں جنگل سے لکڑی لے کر آتی ہوں۔ چنانچہ وہ لکڑی لائی اور اس کا گوشت بھون کر تینوں سادات نے سیر ہو کر کھایا اور راستہ کا پتہ لے کر روانہ ہوئے۔ اس بوڑھی سے فرمایا کہ ہم قریش میں سے ہیں واپس ہونے پر تو مدینہ طیبہ آنا تو ہم تجھ سے سلوک کریں گے۔

شام کو اُس کا خاوند آیا اور قصہ معلوم کر کے بڑی ملامت کی۔ ایک مدت کے بعد قحط سے مجبور ہو کر دونوں مدینہ طیبہ آئے۔ حضرت امام حسنؓ اپنے دولت خانہ کے سامنے تھے کہ وُہ بوڑھی گٹھلیاں چنتی نظر پڑی آپ نے اس کو بلوا کر فرمایا کہ اے ضعیفہ تو نے مجھ کو پہچانا۔ اُس نے کہا میں آپ پر قربان ہوں میں نہیں پہچانتی۔ فرمایا میں تیرے ان تینوں مہمانوں میں سے ایک ہوں جو فلاں فلاں وقت تیرے مہمان ہوئے تھے۔ پھر آپ نے ایک ہزار بکری اور ایک ہزار دینار اس کو عطا فرمائے اور غلاموں سے فرمایا کہ اسے ہمارے بھائی حسینؓ کے پاس لے جاؤ۔ آپ نے بھی بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ اور پُوچھا۔ حضرت برادر نے کیا عطیہ اس کو دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ اس قدر۔ اُسی قدر آپ نے بھی اس کو عطا فرمایا پھر حضرت عبداللہ بن جعفرؓ کے پاس بھیجا۔ پُوری حکایت حضرت امام حسنؓ کی سیرت پاک میں بیان ہو چکی ہے۔

آپ کے ایک خطبہ کا ترجمہ تبرکاً یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ اس سے آپ کے کمالات ظاہرہ باطنیہ کا کچھ پتہ چل سکتا ہے۔ فرمایا اے لوگو نیک اخلاق میں دوڑ کرو اور جو آخرت میں کام آنے والی غنیمتیں ہیں اُن میں پیش قدمی کرو اور جس نیکی کو دیر کر کے تم نے کی اس کا حساب نہ کرو اور ثناء و صفت نیک حاصل کر دینے سے اور اس کو امروز فردا کی ٹال سے حاصل نہ کرو۔ پس جس کسی کے ساتھ کوئی نیکی کرے اور وہ جانتا ہو کہ اس کی نیکی کا شکر ادا نہیں کر سکتا تو ایسی نیکی اللہ تعالیٰ کے حضور میں بڑا درجہ رکھتی ہے۔ اور یہ انتہائی بلند کی داد ہے اور بڑے ثواب کی اور جان لو کہ سلوک نیک ثناء حسن حاصل کراتی ہے اور ثواب اور [illegible] عاقبت [illegible] ہے۔ اگر تم لوگ بھلائی کو [illegible] کے کام کی صورت آدمی دیکھ سکتے

تو ہر آئینہ نہایت حسین منظر شخص دیکھا جاتا کہ جس سے دل خوش ہوتا اور آنکھیں اس کی طرف سے ٹھنڈی ہوتیں اے لوگو جس نے بخشش کی اس نے سرداری حاصل کی اور جس نے کنجوسی کی وُہ ذلیل ہُوا۔ اور سب سے زیادہ بخشش کرنے والا وُہ ہے جو ایسے کو دے جس سے کوئی اُمید نہیں رکھتا ہو۔ اور سب میں زیادہ باعفت وُہ ہے جو قدرت پانے پر درگزر کر دے اور معاف کر دے اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا وُہ ہے جس نے اس کے ساتھ سلوک کیا ہو جس نے کہ اس کا ناتا کاٹا ہو اور جو کوئی اپنے بھائی کے ساتھ سلوک نیک کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا کا طالب ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی ضرورت و حاجت کے وقت مکافات فرمائے گا۔ اور اس کے سلوک سے بہت زیادہ اس سے بلائیں دُور فرمائے گا اور جو کوئی اپنے بھائی کی کوئی دُنیاوی کُربت دُور کرے گا تو اللہ تعالیٰ اُس کی آخرت کی کربتوں میں سے کُربت دُور فرمائے گا اور جو نیکی کرے گا اللہ تعالیٰ بھی اس کے ساتھ نیکی فرمائے گا اور اللہ تعالیٰ نیکو کاروں سے مُحبّت فرماتا ہے۔"

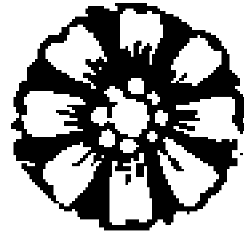
ان جواہر کلمات عالیہ میں تمام مکارم اخلاق کے دریاؤں کو کوزے میں بند فرمایا ہے۔ سبحان اللہ کیوں نہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لعاب دہن مُبارک کے برکات کا یہ ایک حصّہ ہے۔ پھر اسرار نبوت کے رازدار شہزادوں کا کلام کیوں کر ایسا جامع و مانع نہ ہو۔

آپ کا نظم کلام بھی نہایت اعلیٰ ہے۔ جن کو اس کا لُطف حاصل کرنا ہو وہ کتب سیر و تواریخ عربیہ میں سے حاصل کریں۔

اس قدر پر مختصر کو ختم کر کے کمترین اللہ تعالیٰ کے حضور میں مُلتجی ہے کہ اس حقیر خدمت کو قبولیت کا شرف بخشے اور محبین منصفین کے لئے چشمۂ ہدایت بنائے اور گمراہوں اور غدار مکاروں کے راستوں سے ہم سب کو دُور رکھ کر ان کو اور ہم کو اپنی راہِ مُستقیم پر استقامت کاملہ بخشے اور کشتیٔ نجات محبّت آلِ بیت اطہار میں بٹھا کر ابدالآباد کی منزل امن و سلامتی و عزت دائمی تک پہنچا دے اور آلِ بیت اطہار کی محبت اور تمام صحابۂ کرام کی توقیر و حُرمت کی توفیق اُن کے مراتب کے موافق بخشے اور ان سب اکابر کی شفاعت و سرور سے ہم سب کو خوش کام فرمائے آمین

تنبیہ

واضح ہو کہ حسب طریقۂ مرضیہ اکابر علماء و اہلِ سنّت کے اس مختصر کتاب کو فضول اور لایعنی یا سخت رنجدہ کلمات و روایات سے جن میں اکثر واہی اور بے اصل بھی ہیں۔ پاک رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ فحش گوئی سے ذکرِ الٰہی یا سکوت افضل ہے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔



حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

تمام حمد وثنا اسی مالک الملک جل جلالہ کے شایان ہے جس نے ہمارے سردار اور آقا حضور رحمۃ اللعالمین سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشیر و نذیر بنا کر مبعوث فرمایا اور اپنی راہ رضا و قبولیت کی طرف بلانے والا اور ماہتاب عالمتاب ہدایت بنایا اور جن کی ذات مقدسہ کے جمال پُر انوار پر نقاب ہائے عظمت و جلالت شان تہ برتہ ڈالے تاکہ خلقت کو تحصیل کمالات علم وہدایت پر یاری ہو اور کہ جن کی ذاتِ مقدسہ کے وسیلہ اور ذریعہ سے ہدایت فرمائی ان کو جن کی سعادت اور تکریم پر مشیت اس کی سابق ہو چکی جن کے ذکر بلند سے تمام جہانوں کی پستیوں اور بلندیوں کو اُس نے بھر دیا اور تمام کائنات کا اصل بنا دیا۔ درود نامعدود رحمت کاملہ ہمیشہ نازل ہوتی رہے۔ اسی ذات مقدسہ مطہرہ پر اور ان کی آل اطہار و اصحاب کرام اخیار پر کہ جن کو شرف سبقت صحبت اس ذاتِ اطہر سے مشرف فرما کر دوسروں پر ان کو فضیلت و کرامت فرما دی اور حضورؐ کے تمام متبعین و وارثین کمالات پر ابھی درود رحمت نازل رہے ابد تک۔ آمین۔

اما بعد یہ چند مختصر کلمات بعض حالات و سیرت و واقعۂ شہادت سیدالشہداء امت محمدیہ عم کریم حضور اشرف الخلق سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سیدنا حمزۃ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں نہایت استعمال میں باصرار مخلصین جمع کئے گئے تاکہ حضرت کی تاریخ شہادت کے موقع پر ان کو پڑھ کر برکت حاصل کی جائے۔

حق تعالیٰ جامع سطور اور اس کی اولاد و ذریت و تمام محبین و سامعین مخلصین ناظرین کے لئے ذریعہ از دیاد انوار ایمان و معرفت اور وسیلۂ نجات و فلاح و عزت دارین کا بنائے اور حضرت سیدالشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بندگی و کرامت کے صدقہ میں اس حقیر خدمت کو

شرف قبولیت بخشے۔ آمین ثم آمین۔

ابتدائی حالات

آپ کی ولادت باکرامت حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ظلمت کدۂ عالم کو اپنے ظہور پُر نور سے منور فرمانے کے دو سال قبل ہوئی بروایتے چار سال قبل یعنی عام الفیل سے دو سال یا چار سال قبل تولد ہوئے۔ آپ کو علاوہ اس کے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ہونے کا شرف حق تعالیٰ نے بخشا۔ رضاعی بھائی بھی ہونے کا شرف عطا فرمایا۔ اس لئے کہ ابولہب کی لونڈی ثوبیہ (جن کو اس نے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باکرامت کی خوش خبری دینے پر آزاد کر دیا تھا) کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رضاعی والدہ ہونے کا بھی شرف حاصل ہوا ان سے حضرت سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابو سلمہ مخزومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ دُودھ پیا ہے۔ ان ہر دو بزرگوں کی بھی ثوبیہ رضاعی والدہ ہیں۔ نیز حضرت سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی والدہ ماجدہ کی جہت سے بھی اقرب ترین قربت کا شرف ہے اس لئے کہ آپ کی والدہ حضرت ہالہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ مطہرہ حضرت سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حقیقی چچا زاد ہمشیرہ ہیں۔

آپ کا اسم شریف سیدنا حمزہ ہے۔ آپ کے چار فرزند اور دو صاحبزادیاں تھیں مگر ان میں سے کسی کی نسل موجود نہیں۔ آپ کی کنیت آپ کے فرزند عمارہ سے تھی۔ اس لئے آپ ابو عمارہ پکارے جاتے تھے اسلام میں آپ کی حیات دنیاوی میں اسد اللہ و اسد رسول اللہ کا لقب عظیم بارگاہِ رسالت سے عطا ہوا۔ بعد شہادت کے اس امت کے سید الشہداء کا دوامی لقب بلند مرحمت ہوا۔ جس کا ذکر آئندہ ملے گا۔

اللّٰھم ادم دیم الرضوان علیہ و آمدنا بالاسرار التی اودعتھا لدیہ۔

قبول اسلام

جبکہ مشیت ایزدیہ نے اپنے دین حق کی بلندی چاہی تو اس کے اسباب بھی تدریجی ظہور

پانے لگے۔ چونکہ دعوتِ رسالت قریش کے لئے ایک ایسا قضیہ تھا کہ ان کے بڑوں کے عقول سقیمہ اس کی گنجائش ہی نہ رکھتی تھیں۔ اس لئے ہر طرح سے اذیت و عداوت پر کمر بستہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ عقل سے نکل کر حماقت اور سفاہت کی حرکات ان سے صادر ہونے لگیں اور باوجود فہم کے شرم و حیا ان سے دُور ہو گئی۔ یہاں تک کہ سب و شتم اور بدترین جسمانی تکالیف پہنچانے میں بھی کچھ باک نہ رہا۔

مسلمانوں کی جو مختصر جماعت تھی وُہ نہایت کمزور اور کفار کے نزدیک نہایت حقیر تھے جس پر ان کو قابو ملتا طرح طرح سے ستاتے اور عذاب دیتے تھے۔ کوئی مسلمان کعبہ معظمہ کے سامنے علی الاعلان نماز نہ پڑھ سکتا تھا نہ طواف و سجدہ کر سکتا تھا۔ نماز کی جماعت پوشیدہ حضرت ارقم بن ابی الارقم کے مکان میں ہوتی تھی۔

جب یہ شدت اللہ تعالیٰ کی اس مقبول ترین جماعت کے امتحان میں کسوٹی کا کام کر چکی تو حکمت الٰہیہ نے اسلام کے قدم کو میدانِ ترقی و رفعت میں قوت بخشی۔

سب سے اول مشاہیر میدانِ شجاعت سے جو کہ یکہ تاز تھے حضرت سید الشہداء سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس سعادت عظمیٰ نے اپنی آغوش میں لیا۔ جس کی ابتداء اس طرح ہُوئی کہ آپ کو شکار سب سے زیادہ محبوب تھا۔ اکثر شکار ہی میں رہتے۔ عادت آپ کی یہ تھی کہ جب شکار سے پلٹتے تو سب سے قبل کعبہ محترم کا طواف کرتے۔ پھر مکان پر تشریف لے جاتے۔

ایک بار آپ شکار کو گئے ہوئے تھے۔ آپ کی غیبت میں اس اُمت کے فرعون ابوجہل نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو صفا کے قریب تنہا پاکر بہت بے حیائی کے حرکات مثل سب و شتم کے استعمال کئے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کمال حلم و اخلاق بلند سے جو کہ تمام خلقت میں ذات اطہر ہی کا خاصہ ہے بالکل سکوت فرمایا اور کچھ اس کو جواب نہ دیا۔

عبداللہ بن جدعان جو کہ بڑے سرداران قریش میں سے تھا اور جن کا دستر خوان وسیع ضرب المثل تھا اس کی ایک لونڈی نے جو قریب میں موجود تھی۔ یہ سب دیکھا اور سنا۔ حسن اتفاق سے اسی روز حضرت سیدنا حمزہؓ شکارگاہ سے واپس ہُوئے اور طواف سے فارغ ہو کر

مکان جا رہے تھے کہ اس لونڈی نے کہا۔

"اے ابو عمارہ۔ کاش آپ نے دیکھا ہوتا جو کہ آج ابوالحکم نے اپنے بھتیجہ کے ساتھ کیا اور اُنہوں نے کچھ بھی اس کو جواب نہ دیا" آپ کو سُن کر اتنا طیش آیا کہ اُسی طرح ہتھیار بند پھر حرم مکی میں داخل ہُوئے اور اسی حلقہ کا رُخ کیا جس میں دشمنِ خدا ابوجہل بیٹھا تھا۔

اس نے آپ کے تیور دیکھ کر جان لیا کہ یہ اچھی نیت سے نہیں آرہے ہیں۔ آپ نے کسی کی طرف توجہ نہ کی بلکہ ابوجہل جہاں بیٹھا تھا اس کے سر کے پیچھے آکر اپنی کمان پر تکیہ دیکر کھڑے ہو گئے۔ آپ کی آنکھوں سے غصہ کے شرارے نکل رہے تھے۔ اس نے تجاہلِ عارفانہ کرتے ہوئے پُوچھا۔ کہ اے ابو عمارہ آپ کو کیا ہوا۔

آپ نے جواب میں اپنی کمان اُٹھا کر اس کے سر پر ماری کہ خون بہنے لگا۔ اور فرمایا کہ کیا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو گالیاں دیتا ہے۔ اگر یہی ہے تو میں بھی ان کے دین پر ہوں جو وہ کہتے ہیں میں بھی وہی کہتا ہوں اگر تجھ کو کچھ سکت ہے تو مجھ کو بھی جواب دے۔

آپ کی بہادری قریش میں ضرب المثل تھی تمام بہادرانِ قریش ہیبت کھاتے تھے۔ اس کی قوم کے کچھ لوگ کھڑے ہُوئے کہ اس کی حمایت کریں تو اس دشمنِ خدا کو ہیبت ہوئی کہ ابھی خون کی ندیاں بہنے لگیں گی۔ اُس نے لوگوں کو روکا اور کہا کہ ابو عمارہ سے کچھ تعرض نہ کرو۔ بے شک اللہ کی قسم میں نے ان کے بھتیجے کو آج نہایت قبیح گالیاں سُنائی ہیں اور دُوسرے سردارانِ قریش نے بھی اُٹھ کر آپ کے غصہ کو ٹھنڈا کیا اور اس طرح یہ فتنہ ختم ہُوا۔

آپ وہاں سے نکل کر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسی وقت مشرف باسلام ہُوئے۔ آپ نے عرض کیا کہ اے میرے بھائی کے فرزند دلبند اب آپ اپنے دین کو ظاہر فرمائیے۔ قسم ہے مجھ کو اللہ کی کہ تمام دُنیا بھی مل جائے تو مجھے یہ پسند نہیں کہ میں اب اپنی قوم قریش کے دین پر رہوں۔

کفار قریش کو آپ کے مسلمان ہو جانے کا حال معلوم کر کے نہایت ذلت ہُوئی اور مسلمان بہت باعزت ہُوئے۔ آپ کے اسلام لانے کے بعد آپ کے خون سے

دیگر ضعیف مُسلمانوں کو ستانے سے فی الجملہ وُہ دبنے لگے۔ یہ پہلی نکبت کفارِ قریش کو پہنچی۔

اس سے ابھی بار نہ ہُوا تھا کہ اس واقعہ کے تین ہی دن بعد حضرت امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہ برکت قبولیت دعاء نبوی اسی آغوش سعادت نے آگھیرا اور آپ ہتھیار بند دو تلواریں لگائے ہُوئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی جستجو میں بقصد اسلام ارقم بن ابی الارقم کے مکان پر آئے اور دستک دی صحابۂ کرام نے دروازوں سے دیکھا کہ حضرت عمرؓ ہیں۔ سب سہم گئے اور کوئی جواب نہ دے سکا اور سب ایک جگہ جمع ہو گئے۔

حضرت سیدنا اسد اللہ نے پُوچھا کہ تم کو کیا ہُوا ہے۔ سب نے کہا۔ عمرؓ دروازے پر کھڑے دستک دے رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا پھر کیا ہے۔

کہا۔ یہ عمرؓ ہیں یعنی ان کی بہادری اور جواں مردی اور حضورؐ سے سخت عداوت بھی ایک مشہور امر تھا۔

آپ نے فرمایا ہونے دو۔ اگرچہ عمر ہیں۔ اگر انہوں نے اسلام قبول کیا تو ہم اُن کو قبول کریں گے اور اگر وُہ الٹے پلٹے تو ہم ان کو قتل کر دیں گے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بھی سماعت فرما کر حکم دیا کہ عمرؓ کے لئے دروازہ کھول دو۔

چنانچہ دروازہ کھولا گیا۔ اور حضرت اسد اللہ سیدنا حمزہؓ اور ایک دیگر صحابی نے دونوں بازوؤں سے ان کو پکڑ کر پیشگاہ نبوی میں حاضر کیا۔ حکم ہوا کہ چھوڑ دو۔ چنانچہ حضرت سیدنا عمرؓ سے دونوں صاحب الگ ہُوئے۔

حضور اکرمؐ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پُوچھا۔ کس نیت سے آئے ہو۔ فرمایا اسلام کی۔ اور وُہ اُسی وقت مُشرف بہ اسلام ہُوئے۔ اس خوشی میں مُسلمانوں نے ایسا نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ تمام مکہ گونج اٹھا۔

کفار کو جب پتہ لگا کہ حضرت عمرؓ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے تو ان کے چہرے سیاہ پڑ گئے۔

آپ نے حضورؐ میں عرض کیا۔ یا رسول اللہ کیا ہم حق پر نہیں۔ فرمایا بے شک حق پر

ہیں۔ عرض کیا کہ پھر ہم کیوں اپنے دین کو پوشیدہ رکھیں۔ پھر مسلمانوں کی دو صفیں بنا کر حرم کی کو نکلے۔ ایک صف پر سیدنا حمزہؓ تھے اور دوسری صف پر حضرت سیدنا عمرؓ۔ اس شوکت و جلال سے تمام مسلمان حاضر کعبۂ معظمہ ہوئے۔

کفار قریش کے حلقے بھرے ہوئے تھے۔ وہ ان ہر دو شیرانِ میدان شجاعت کو دیکھ کر ایسے کبیدہ ہوئے کہ ان کے چہرے سیاہ پڑ گئے اور کہنے لگے۔ کہ آج ہمارے آدمی جواں مرد ہم سے نکل کر ان میں چلے گئے۔ اور اُن میں سے کسی کی جرأت نہ ہوئی کہ وہ سب مل کر بھی اس اسلامی مختصر دینی جماعت سے کچھ بھی تعرض کر سکے اور اس کے بعد مسلمان آزادی سے کعبہ معظمہ میں نماز و طواف ادا کرنے لگے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو آپ کے اسلام سے وہ سرور ہوا جو بیان سے بالاتر ہے۔

آپ کا اور حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشرف بہ اسلام ہونا بروایتے تین سال بعد بعثت نبویہ اور بروایتے چھ سال بعد بعثت نبویہ کے ماہ ذی الحجہ میں ہوا۔ ان ہر دو سادات جلیل القدر کے اسلام سے مشرف ہونے کے بعد اسلام ترقی کی رفتار میں روز بروز نہایت سرعت سے عزت پکڑتا گیا۔

اسبابِ شہادت

ہجرت نبویہ کے بعد مدینہ طیبہ قبۃ الاسلام زادہا اللہ تعالیٰ شرفاً و تعظیماً میں سب سے اول جو جہاد کا جھنڈا اعزازِ دین اور اذلال کفار کے لئے بلند کیا گیا وہ آپ ہی کا برگزیدہ علم ہے جس کو بہ نفس مبارک حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے لئے باندھا جو کہ سریہ سیف البحر سے موسوم و معروف ہے اور سریۂ سیدنا حمزہ بھی اسی کا نام ہے۔

تیس مہاجرین سواروں پر حضرت اسد اللہ کو امیر بنا کر سیف البحر کو روانہ فرمایا۔ جہاں کہ دشمن خدا ابو جہل تین سو سواروں سے مسلمانوں کے مقابلہ کی غرض سے آرہا تھا۔ مقام عیص کے نواحی میں دونوں لشکروں کا تقابل ہوا۔ قبیلۂ جہینہ کے ایک مشہور سردار مجدی بن عمرو نے جو کہ طرفین کا معاہد تھا درمیان میں آکر دونوں کو جنگ و قتال سے

روک دیا اور ہر دو لشکر بدوں جنگ وقتال کے واپس ہوئے۔ یہ فوج کشی قریش پر ہجرت نبویہ سے پورے ایک سال پر ہوئی۔ اس کے چھ ماہ بعد غزوۂ بدر کبریٰ ہوا جس کا مفصل بیان رسالۂ حیات ایمان و بیان میں تحریر ہو چکا ہے۔

جنگ بدر میں آپ کے جنگی کارناموں کی نظیر نہیں ملتی۔ میدان کارزار میں اپنے سینۂ مبارک پر ریش نعام کی علامت لگا کر کفار کی صفوں کو چیر چیر کر وہ شجاعت کے جوہر دکھائے کہ تمام بہادرانِ جنگ دنگ رہ گئے۔ قریش کے بڑے بڑے نامور چُنے ہوئے سرداروں کو تہ تیغ کر کے جہنم واصل کیا۔ حتیٰ کہ جب امیہ بن خلف کو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ قید کر کے میدان سے لے چلے تو اس نے پوچھا کہ تم میں وہ کون بہادر تھا جو اپنے سینہ پر ریش نعام کی علامت لگائے ہوئے تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ وہ حمزہ رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب تھے۔ اُس نے سُن کر کہا کہ وہی بہادر ہے کہ آج اس نے ہمارے لشکر میں اپنی شجاعت سے بہادروں کے اوسان خطا کر دیئے اور وہ کارنامے کئے کہ بیان سے بالاتر ہیں جنگ بدر میں آپ دو تلواروں سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کفار قریش سے لڑتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو فتح و نصرت عطا فرمائی۔ اور بہادرانِ قریش کو زیر و زبر فرما دیا۔ اس معرکہ میں چونکہ علاوہ دیگر مشاہیر قریش کے عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور عتبہ کے بیٹے علی بھی واصل جہنم ہوئے بلکہ ابتداء کارزار انہیں سے ہوئی۔ ان میں سے شیبہ کے قاتل حضرت اسد اللہ ہی تھے اور عتبہ کو حضرت سیدنا حمزہ اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مل کر تلوار کے گھاٹ اُتارا تھا اور علی بن عتبہ کو حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے واصل جہنم کیا۔ عتبہ کی بیٹی ہند بنت عتبہ حضرت ابوسفیان بن حرب کی بیوی تھیں اور فتح مکۂ مکرمہ کے بعد دونوں مشرف بہ اسلام ہوئے اور دونوں کی خدماتِ جلیلہ بعد کے مبارک فتوحات اسلامیہ میں مشہور و معروف ہیں۔ اُن کو اپنے باپ اور چچا اور بڑے بھائی کے قتل کا جو اثر ہونا چاہیئے اس کا ادراک بہ اعتبارِ بشریت ہر فرد کر سکتا ہے۔ انہوں نے نذر کر لی کہ جب تک ان کے ا... کے قاتل و شریک قتل یعنی حضرت سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے انتقام اس کا نہ لیا جائے ہر خوشی حتیٰ کہ اسباب زینت و لطافت بھی ان پر حرام ہیں۔

جنگِ بدر میں کفارِ قریش کو ایسی بدترین ہزیمت کا خیال بلکہ وہم بھی نہ تھا۔ کہ تین سو تیرہ مجاہدین اسلام جن کے پاس نہ مکمل ہتھیار نہ سواریاں اور اُن کے بالمقابل ایک ہزار زرہ پوش آراستہ و پیراستہ بہادرانِ جنگ اس طرح ہزیمت فاش اُٹھائیں گے اور اپنے نامور بہادروں اور سرداروں کو قتیل و اسیر چھوڑ کر فرار ہوں گے۔ تمام قبائل عرب میں اس معرکہ کا شہرہ اس سرے سے اُس سرے تک گھوم گیا اور قریش کو تمام قبائل کے سامنے باوجود اپنی مکانی و نسبی عزت و شرف کے آنکھ اُٹھانا دشوار ہو گیا۔ ان کا چین و راحت، عیش و آرام سب ان پر وبال ہو گیا اور شب و روز انتقام کے اسباب مہیا کرنے اور اسی کی تیاری میں صرف کرنے لگے۔

شب و روز نوحے اور گریہ ان مقتولین پر مکہ مکرمہ میں ہونے لگے اور ہر طرح سے آتشِ انتقام کو بھڑکایا جانے لگا۔ اور آخر کار جنگ بدر سے تقریباً تیرہ ماہ بعد تین ہزار لشکر جرار سے آراستہ و پیراستہ ہو کر مدینہ طیبہ کا رُخ کیا۔ اس لشکر کے سپہ سالار اس وقت ابوسفیان ہند بنت عتبہ مذکور کے شوہر تھے۔

جب مدینہ منورہ پہنچے تو وہ معرکہ عظیم پیش آیا جس کو کہ غزوۂ اُحد یا جنگ اُحد کہتے ہیں جو اُحد شریف کے متبرک پہاڑ کے نشیب میں ماہ شوال ۳ھ ہجریہ میں واقع ہوا۔ اسی معرکہ میں بڑی آزمائش مسلمانوں کی ہوئی اور ستر بہادرانِ اسلام اس معرکہ میں شہید ہوئے یعنی بہ تعداد ان سرداران اور ناموران قریش کے جن کو جنگ بدر میں واصل جہنم کر چکے تھے اسی تعداد میں اسلام کے جلیل القدر مجاہد شیر وغا اسد اللہ و اسد سیدنا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور اس امتِ محمدیہ کے سید الشہداء بھی شہید ہوئے۔

چونکہ منجملہ مقتولین بدر کے طعیمہ بن عدی نامور سرداران قریش میں سے بھی تھا۔ جو حضرت سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تیغ آبدار سے واصل جہنم ہوا تھا اس کے اقرباء کو بھی آپ کی ذات سے خاص انتقام کا خون موجزن تھا۔ اس کے بھتیجے حضرت جبیر بن

مطعم بن عدی کا جو کہ بعد میں جلیل القدر صحابی ہُوئے ہیں ایک غلام وحشی بن حرب نام حبشی الاصل تھا۔ جب جنگ اُحد کی تیاری ہُوئی تو انہوں نے اپنے غلام مذکور کو بلا کر کہا۔ کہ اگر تو حضرت حمزہؓ حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کو میرے چچا طعیمہ کے بدلے میں قتل کر دے گا تو تو آزاد ہے۔ بعد میں سعادت ازلیہ نے اس غلام کی بھی دستگیر فرمائی اور مشرف بہ اسلام ہُوا۔ اس کو حربہ پھینکنے میں بڑا کمال تھا۔ اس کا وار نادر ہی کمتر خطا کرتا تھا۔ حبشی لوگ حربہ پھینکنے میں عموماً خاص کمال رکھتے ہیں۔

شہادت

غرض کہ جب جنگ اُحد کا میدان قائم ہُوا تو حضرت اسد اللہ شیر ببر کی طرح دشمن پر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ کشتوں کے پُشتے لگا دیئے مثل شیر ببر کے برق کی طرح میدان میں اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر دشمنانِ دین کو مثل کھیرے کے کاٹتے پھرتے رہے۔

حضرت ہند بنت عتبہ بھی ایک ٹیلے پر سے آپ کی تاک میں تھیں۔ اور میدان میں بھی کارِ نمایاں اپنے لشکر کی معاونت میں نہایت بہادرانہ صورت سے انجام دیتی رہیں۔

جس جہت میں کہ حضرت سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ معروف پیکار تھے یعنی اُس پہاڑی کے نشیب میں جس پر کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تیر کش فوج کا دستہ بسر کردگی حضرت عبداللہ بن جبیر انصاری مقرر فرمایا تھا اُسی پہاڑی کے نشیب میں ایک مُقام کو تاک کے کہ آپ کی جہت جنگ کے قریب تھا پتھروں کے درمیان پوشیدہ ہو کر وحشی اپنے منصوبے کی تکمیل کی تاک میں آ بیٹھے۔

حضرت اسد اللہ پیکار کرتے ہُوئے اس جہت میں گذرے تو آپ کے مُقابلے کے لئے سباع بن عبد العُزیٰ نامی ایک کافر قریش سامنے آیا۔ اس کی ماں مکہ مکرمہ میں بچوں کا ختنہ کیا کرتی تھی۔ آپ نے اس کو للکارا کہ اے آلات تناسل کے کاٹنے والے بیٹے میری طرف بڑھ پس وُہ مقابل ہوا ہی تھا کہ آپ کی تلوار آبدار نے ایک ہی وار میں اس کا سر مثل کھیرے کے قلم کر کے واصل جہنم کیا اور یہ آخری اکتیسواں کافر دشمن دین تھا۔ کہ

جن کو حضرت سید الشہداء کی تیغ آبدار نے اُس روز واصل جہنم کیا تھا۔

چونکہ زخموں سے حضرت چُور ہو چکے تھے۔ اس پہاڑی کے نشیب میں آپ کو ایک جھٹکا لگا جس کے اثر سے آپ کی پشت زمین پر آ لگی۔ وحشی کو موقع مل گیا۔ انہوں نے تاک اپنا حربہ آپ کی ناف مُبارک پر پھینکا جہاں سے کہ زرہ اس وقت کھل گئی تھی۔ آپ نے اُٹھ کر وحشی پر حملہ کرنا چاہا مگر یہ زخم ایسا کاری تھا کہ آر پار ہو گیا۔ قوت ظاہریہ نے مساعدت نہ کی اور وہ بھی اپنی جگہ پوشیدہ رہے۔ یہاں تک حضرت کی رُوحِ مطہرہ نے عالم بالا کی راہ لی۔ اور میدانِ وغا آپ کے وجود باوجود شجاعت سے خالی ہُوا۔ اِنّا لِلّٰہ وانّا الیہ راجعون ؕ

اس کے بعد وحشی نے آکر حربہ آپ کے جسد اطہر سے نکالا۔ ان کو اس وقت میدان میں سوائے آپ کی شہادت کے دوسرا کوئی مقصد ہی نہ تھا۔ ہند اپنے ٹیلے پر سے یہ ماجرا دیکھ کر اپنی عورتوں کے ساتھ آپ کے جسد اطہر پر پہنچیں اور جوشِ انتقام میں آپ کے چہرۂ انور اور بدن مقدس کو چیر پھاڑ کر ایسا کر دیا کہ شناخت بھی نہ ہو سکے اور آپ کے کبد مُبارک کا ایک ٹکڑا نکال کر اُس کو کچا چبانا چاہا مگر وہ ان کے حلق میں نہ اُتر سکا اور ناچار انہوں نے نکال ڈالا۔

جنگِ اُحد اور آپ کی بے مثال بہادری

اس جنگ میں اگرچہ مُسلمانوں کی تعداد جنگ بدر سے زیادہ یعنی ایک ہزار تھی مگر یہ چند مصائب جو اسلام پر اس جنگ میں گزرے علاوہ ان حکمتوں کے جن کو رب اسلام بہتر جانتا ہے دو اسباب نیز زیادہ ظاہر نظر آتے ہیں۔

ایک یہ کہ جنگ بدر کی فتح نامدار سے صحابہ کرام کے قلوب پر دو اثر تھے جو حاضرینِ معرکہ تھے ان میں سے بعض کے قلوب میں دشمن کی حقارت قوت پیدا ہو گئی تھی۔ اور جو شریک جنگ نہ تھے وہ ان کفار دین کے مُقابل اپنی بہادری کے جوہر اسلام عزت کے لئے دکھانے کا

کے احکامات عالیہ کے بالمقابل اپنی رائے و فکر پر اعتماد کرنا مقربین کے لئے بڑا جرم ہے۔ اگرچہ ہر فرد مسلمان کے لئے بھی معیوب و مذموم ہے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رائے مبارک یہ تھی کہ شہر مدینہ طیبہ میں ہی مسلمان رہیں۔ اگر کفار گھس کر مقابلہ پر آ گئے تو ان کو ہر طرف سے گھیر کر خوب پیسا جا سکتا ہے اور اگر نہ آئے تو باہر پڑے پڑے خود بخود تنگ ہو کر بے نیل و مرام واپس ہوں گے۔

اس جماعت انصار بہادرانِ اسلام کا جو کہ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اصرار رہا کہ ہم باہر نکل کر کیوں نہ لڑیں اور برابر اپنی اسی بہادری پر مُصر رہے۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم مثال میں جو کہ مثل وحی کے حق ہے تمام معرکہ کا حال مُشاہدہ کرا دیا گیا تھا۔ از روئے مصلحت جنگی جو تجویز ہوئی تھی اس پہ ان کو ازراہِ شفقت و رحمت متنبہ فرما دیا ورنہ یہ اُن کا خود کا اختیار کردہ نسخہ تھا۔ جس کو کہ قبل ہی اپنے لئے تجویز کر چکے تھے۔

جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کا یہ اصرار ملاحظہ فرمایا تو خود بھی ہتھیار جنگ سے آراستہ ہونے کے لئے تشریف لے گئے۔ اصل مقصد مسلمانوں کے حال پر رحمت تھی۔ مگر تقدیر الٰہی یوں ہی ہو چکی تھی کہ ان کو چونکا دیا جائے کہ بندہ خود مختاری کے لئے محض عاجز ہے۔ اگر الٰہی تائید نہ ہو تو کچھ نہیں کر سکتا اور یہ کہ آئندہ تعمیل احکام نبوت میں ذرہ برابر چوں و چرا اُن کو نہ ظاہر میں رہے نہ باطن میں۔ چنانچہ بعد میں اس کی تصریحی تعلیم جا بجا قرآن کریم میں بتاکید فرمائی گئی۔

● اس معرکہ میں ایک تو کچھ اپنے اسباب و قوت و بہادری کی طرف میلان اور دوسری طرف اوامر عالیہ نبویہ کی تعمیل میں تامل کرنا اور اس کو محض مشورہ اور رائے پر محمول کر کے بہرا اعتبار واجب التعمیل ہونے میں راسخ نہ ہونا اس تکلیف کا سبب ہوئے جس کی مختصر تشریح یہی ہے کہ حکم نبوی مذکور کے مقابل عام انصار صحابہ کرام اسی پر مُصر ہو گئے کہ ہم باہر نکل کر دشمن کو جوہر بہادری دکھائیں گے جبکہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہتھیار و آلات جنگ کی پوشش کے واسطے تشریف لے گئے تو عقلاء صحابہ کرام کو فکر آئی کہ حضور کا فرمان عالی زیادہ النسب ہے اور ہم نے حضور پر اس معاملہ میں بیجا اصرار کیا ہے جو کہ ذاتِ عالی کو ناگوار ہے۔

جب ہتھیار بند مسلح ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم برآمد ہوئے تو خدمتِ عالیہ میں عرض کیا کہ حضور ہم نے حکم عالی کے خلاف بے جا اصرار کیا ہے اب جو ارشادِ عالی ہو ہم سب فرماں بردار ہیں۔

فرمایا کہ یہ وقت گذر گیا اس لئے کہ کسی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جائز نہیں ہے کہ ہتھیار پہننے کے بعد پھر ہتھیار اُتار دیں قبل اس کے کہ اللہ ان کے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمائے۔

دوسری مخالفت امرِ نبوی یہ ہوئی کہ حضرت عبداللہ بن جبیر انصاری کو پچاس تیر اندازوں پر امیر بنا کر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جبلِ اُحد کے مُقابل کی پہاڑی پر جس کو جبل الرماۃ کہتے ہیں (اصل نام اس پہاڑی کا عینین ہے) متعین فرمایا۔ اور حکم مؤکد فرمایا کہ تم سوار فوج کو تیروں کی بوچھاڑ سے ہم تک نہ پہنچنے دینا خواہ میدان ہمارے ہاتھ رہے یا ہم پر ہوا اپنی جگہ سے ہرگز جب تک کہ حکم ثانی نہ پہنچے حرکت نہ کرنا خود حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے لشکر کو لے کر جبل احد کی نشیب میں صف آرائی فرمائی جبل احد کو لشکر کی پشت پر کیا اور جنگ شروع ہوئی علمبردار حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت سیدنا مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عَلم لے کر لشکر کفار پر پل پڑے اور مُسلمان ان کے پیچھے کفار کو قتل کرتے ہوئے ان کے خرگاہ تک پہنچ گئے اور کفار کے پیر اُلٹ گئے اور ہر طرف فرار و منتشر ہونے لگے۔ مُسلمان اُن کے اموال و اثاثہ کو لوٹنے لگے میدانِ کفار صفوں سے خالی ہو گیا۔

یہ رنگ دیکھ کر تیر اندازوں نے اپنے امیر سے کہا کہ لڑائی ختم ہوئی ہمارے بھائی غنیمت لُوٹ رہے ہیں ہم کیوں محروم رہیں۔ جس غرض سے حضوؐر نے ہم کو متعین فرمایا تھا وُہ تمام ہُوئی۔

امیر نے ہر چند منع کیا مگر چالیس تیر انداز نافرنی کر کے غنیمت لُوٹنے کے لئے جبل الرماۃ سے اُتر کر لُوٹ میں معروف ہو گئے۔ صرف امیر حضرت عبداللہ بن جبیر اور اُن کے ساتھ نو صحابہ رہ گئے۔ انہوں نے کہا اللہ کی قسم جب تک کہ حضوؐر کا حکم نہ آ دے گا ہم حرکت نہ کریں گے خواہ کچھ بھی ہو۔ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سیف اللہ جو کہ اس

وقت کفار کی اسپ سوار فوج کے امیر تھے جبل الرماۃ کو خالی پاکر پہاڑی کا رُخ کیا۔ ان کو دیکھ کر حضرت اکرمتہ بن ابی جہل نے جو کہ اس وقت میسرہ کفار کے قائد تھے ان کی پیروی کی اور پہاڑ پر چڑھ کر حضرت عبداللہ بن جبیر کو معہ ان کے رفقاء کے شہید کر دیا۔ اور حضرت خالد سوار فوج کے ساتھ مسلمانوں کی صفوں میں آگھسے جن میں سے اکثر لوٹ مار میں مصروف تھے۔ ان سواروں اور پھر اُن کی پیادہ فوج نے جمع ہو کر مسلمانوں پر شدید حملہ کیا اور اسی اثناء میں علمبردار مہاجرین حضرت مصعب بن عمر شہید ہو گئے اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ ان کی شکل پر بھیجا جس نے عَلم اسلام بلند کیا۔

ابلیس لعین نے نعرہ مارا کہ حضور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) شہید ہو گئے اس آواز سے مسلمانوں میں ابتری موجزن ہو گئی اور اُن کے پَیر اُکھڑ گئے۔

حضور علمبردار کو بار بار فرماتے کہ آگے بڑھو اے مُصعب۔ اس فرشتہ نے عرض کیا کہ میں مُصعب نہیں ہوں۔ تب حضور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم ہُوا کہ یہ فرشتہ ہے۔

مُسلمانوں کی فوجیں حضور آقائے نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جُدا ہو کر مُنتشر ہو گئیں اور بدحواسی کا یہ عالم ہُوا کہ خود مُسلمان مُسلمانوں کو بدحواسی میں غنیم جان کر قتل کرنے لگے۔

یہ حال دیکھ کر چند شریر کفار حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کی طرف متوجہ ہُوئے اور پتھر برسانے شروع کئے۔ جن کے صدموں سے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دندان شریف کی کھونٹیوں میں سے ایک ٹکڑا شہید ہُوا اور بینی مُبارک بھی زخمی ہُوئی اور خود آہنی کی دو کڑیاں پیشانی مُبارک میں گھس گئیں۔ اور چہرۂ انور خوناں خون ہو گیا۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چہرۂ انور سے خون پونچھتے اور فرماتے کہ کیوں کر وُہ قوم فلاح پا سکتی ہے جنہوں نے اپنے نبیٔ کریم کے چہرہ کو خون آلود کیا۔ حالانکہ وُہ ان کو اُن کے رب کی طرف بُلاتے ہیں۔ پھر اُن کی ہلاکت کا خوف ہُوا کہ مُبادا غضب الٰہی جوش کھا دے اور یہ سب تباہ کر دیئے جاویں تو کمالِ شفقت و مرحمت جبلی سے دعا فرمائی کہ اے اللہ میری قوم کو تو معاف کر دے۔ یہ نادان ہیں۔

سبحان اللہ کیا شان رحمت اللعالمین ہے کہ ان شدید گستاخیوں، جراتوں، بے ادبیوں اور کفر و عناد کے باوجود ادھر دریائے رحمت ہی کی موج جنبی ہے۔

ان حرکات شنیعہ سے جسم اطہر پر بہت اثر کمزوری کا ہوا۔ اُحد کی نشیب میں ایک مقام پر جو قدرے اونچا تھا چڑھنا چاہا تو شدت ضعف سے نہ چڑھ سکے۔ تو حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیٹھ گئے۔ اُن کی پشت پر سوار ہو کر اس پتھر پر حضور بلند ہوئے اور فرمایا کہ طلحہؓ نے جنت اپنے لئے واجب کر لی۔ شدتِ ضعف بدنی سے اس روز نماز ظہر بیٹھ کر ادا فرمائی۔

ابلیس لعین کے نعرۂ بد سے صحابہؓ کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہو گئے اور میدان میں بدحواس ہر ایک اپنی مدافعت میں تھا یا یہ کہ مار کر مر جاوے کہ اسی حال میں حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ بن مالک انصاری کی نظر جبل اُحد کے نشیب کی جانب پڑی تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی براق چشمہائے مبارک پر ان کی نظر پڑی جو کہ اپنی نورانی شعاع سے خود آہنی کے اندر سے عجیب چمک دکھا رہی تھیں۔ وہ خود بھی حضورؐ کی جہت میں دوڑے اور آوازہ لگایا کہ مسلمانوں بشارت ہو ادھر آؤ حضور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہاں تشریف فرما ہیں۔ حضور نے ان کو انگشت مبارک سے اشارہ فرمایا کہ چپ رہو۔ مقصد کفار کی تبکیت تھی۔

اسی سخت عالمِ بدحواسی میں چودہ مہاجرین اور بارہ انصاری اور بروایتے چودہ مہاجرین اور سات انصاری صحابہ کرام ہی صرف حضور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی میں تھے۔ جن میں حضرت سیدنا ابوبکرؓ۔ سیدنا علیؓ۔ سیدنا طلحہؓ۔ سیدنا سعدؓ۔ سیدنا زبیرؓ۔ سیدنا حارث ابن الصمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی حاضری خدمت کے شرف سے مشرف رہے۔

حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سپر ضائع ہو گیا تھا۔ کفار بدکردار حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پتھروں اور تیروں کی بارش کر رہے تھے اس وقت حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر وار کو اپنے بائیں ہاتھ پر جھیلتے رہے ایک تیر آپ کی ہتھیلی میں گھس گیا جس کے اثر سے آپ کا ہاتھ شل ہو گیا۔ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مکرر فرمایا۔ کہ آج طلحہ نے جنت واجب کر لی۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص حضورؐ کے پیش گاہ میں کھڑے ہو کر کفار کو تیروں کی بوچھاڑ سے حضورؐ کی ذاتِ اقدس سے بھگا رہے تھے۔ خود بنفسِ مبارک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تیروں کو درست فرما کر ان کو عطا فرماتے اور بار بار فرماتے کہ تیر پھینک اسے سعد میرے والدین تجھ پر فدا ہیں۔ اسی حال میں بد بخت شقی ازلی ابی بن خلف اُس میں پکارتا ہوا آیا کہ محمدؐ کہاں ہیں اگر آج وہ بچ گئے تو اُس کی نجات نہیں۔

صحابۂ کرام نے اس دشمنِ خدا اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مقابلے کے لئے اجازت چاہی۔ فرمایا۔ چھوڑ دو۔ اس کو آنے دو۔ جب بالکل مواجہۂ اقدس میں آگیا تو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت حارثؓ بن الصمہ کے ہاتھ سے بھالا لے کر اس کو جھٹکا دے کر ایک چکر دیا اور پھر اس بھالے کو اس کی گردن میں چبھو کر نکال لیا۔ اس کے اثر سے وہ کئی بار اپنی گھوڑی پر سے گرتے گرتے بچا اور ایک چیخ ماری۔ کہ اللہ کی قسم محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے مجھ کو مار ڈالا اس کی جماعت نے بڑھ کر اس کو لیا دیکھا تو ایک چھوٹا سا زخم بھالے کا تھا کہ خون بھی اس میں بند ہو گیا تھا۔ اس کو تسلی دینے لگے کہ کچھ حرج نہیں ہے یہ کوئی ایسا کاری زخم نہیں ہے۔ اس نے کہا اللہ کی قسم اگر اس مار کا درد تمام اس میدان والوں پر ہو تو سب ہلاک ہو جاویں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ وہ مکہ میں مجھ سے کہا کرتے تھے کہ میں تجھ کو قتل کروں گا اللہ کی قسم اگر وہ مجھ پر تھوک بھی دیتے تو مجھے ہلاک کر دیتے۔ چنانچہ وہ شقی اسی طرح آہ وزاری و چیخ و پکار کرتا رہا۔ یہاں تک کہ مکۂ مکرمہ کے قریب مقام سَرف میں پہنچ کر اسی عذاب سے عذابِ اَبدی کو واصل ہُوا۔ اسی اثناء میں کفار کو خوب موقع مل گیا اور ان کے مرد و عورتوں نے مل کر مسلمان شہداءؓ کے جسموں کو خوب چیرا پھاڑا۔ ان کے اعضاء شریف کاٹے اور جو کچھ وہ بخارِ جنگِ بدر کا نکال سکے خوب نکالا۔

اس کے بعد نصرتِ الٰہیہ نے مساعدت فرمائی۔ اور مسلمان سب اپنے آقا و مولیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف ہر سمت سے دَوڑ دَوڑ کر خوش ہو کر حضورؐ کی سلامتی معلوم کر کے ایسے دوڑتے ہُوئے آکر جمع ہو گئے جیسے گائے کا بچھڑا اپنی ماں کی آواز پر

اُس کے پاس دوڑتا ہے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس بار اپنا علم جنگ حضرت شیر خدا سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو عطا فرمایا۔ اور پھر گھمسان جنگ فریقین میں ہوئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہُوا کہ کفار کے قدم اُکھڑ گئے اور اللہ تعالیٰ نے نصرت وفتح اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضورؐ کے اصحاب کرام کو عطا فرمائی۔ اور کفار نے مکہ مکرمہ کا راستہ لیا۔ اور اس طرح اس معرکہ میں اللہ تعالیٰ کی حکمت نے مُسلمانوں کو بہت سی تادیب فرمائی کہ آئندہ (۱) اپنی بہادری وقوت پر زعم نہ کریں (۲) اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذرہ بھر نافرمانی ظاہراً وباطناً سے باز رہیں۔ (۳) کسی دشمن کو حقیر جان کر خود اس کے مُقابلہ کے خواہش مند نہ ہُوا کریں (۴) منافقین سچے مسلمانوں سے ایسے ظاہر ہو جائیں جیسے دن سے رات جُدا ہوتی ہے اور سپیدی سے سیاہی (۵) اپنے اندرونی دشمنوں سے ہمیشہ ہوشیار رہا کریں (۶) اللہ تعالیٰ کے اختیار کے مُقابل خود اختیاری آئندہ نہ کریں کہ جنگ بدر میں جب صحابۂ کرام کو حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مخیر فرمایا کہ خواہ قیدیوں کو قتل کر دو اور اُن سے فدیہ نہ لو یا فدیہ لو بشرطیکہ آئندہ جنگ میں ان کے مقتولین کی تعداد میں مُسلمان بھی شہید ہوں۔

دنیاوی کمزوری کی حالت پر نظر کرتے ہُوئے اکثر مسلمانوں نے یہی اختیار کیا کہ اب ہم فدیہ لے کر قوت حاصل کریں اور پھر آئندہ ہمارے سر مردان کارزار منظور ہے۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کی قوت ایمانی کی آزمائش اپنے آقائے نامدار حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں پر اُن کا نثار ہونا پھر ان کے درجات عالیہ کو ترقی بخشنا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذاتِ مقدسہ کا بالمشافہ ان کے لئے گواہ بنانا۔ قرآن کریم میں ان کی شان ومرتبہ عالیہ کو ہمیشہ کے لئے بلند فرمانا وغیرہ وغیرہ امور کثیرہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ بہتر جاننے والا ہے۔

یہاں جنگ اُحد کی تفصیل تالیف کا مقصد نہیں ہے اس لئے اس کی تفاصیل سے تعرض کیا گیا ہے۔ بقدر ضرورت حوالہ جات پر اکتفا کی گئی ہے۔

غرض کہ جب جنگ ختم ہُوئی تو مُسلمانوں کو حکم ہُوا کہ اپنے اپنے شہداء کو جمع کر کے دفن کریں۔

چنانچہ ہر ایک اپنے اپنے اقرباء کی جستجو میں نکلے۔ کفار نے اپنی خونخواری سے مسلمان شہداء کا ایسا مثلہ کیا تھا کہ شناخت دشوار تھی۔ بہ مشکل تمام علامات خاصہ سے شناخت کر کے نکالے گئے۔ اور بالخصوص حضرت سید الشہداء سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسد اطہر بمشکل تمام حضرت صفیہ بنت عبد المطلب نے جو کہ آپ کی حقیقی ہمشیرہ تھیں آپ کے ناخنوں سے شناخت کر کے نکالا۔

جب حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ حال آپ کے جسد اطہر کا مشاہدہ فرمایا تو سخت کبیدگی حضورؐ کو ہوئی اور اتنا گریہ فرمایا کہ ہچکی بندھ گئی اور فرمایا کہ اے چچا آپ کی مصیبت کے مثل دوسری کوئی مصیبت میرے لئے ہرگز نہیں ہوسکتی۔ اس حال سے زیادہ میرے لئے کوئی حال موجب کمال غیظ کا نہیں ہوسکتا اور اگر میری پھوپھی صفیہ اور ان کے قرابتی عورتوں کے سخت کرب و اضطراب کا مجھ کو خوف نہ ہوتا تو میں ان کو دفن نہ کرتا یہاں تک کہ پرندوں اور درندوں کے شکم سے ان کا حشر ہوتا یعنی اس وجہ سے کہ اللہ تعالیٰ کا غضب اس طائفہ پر سخت ہو جس نے کہ یہ وحشیانہ حرکات آپ کے جسد اطہر سے کی ہے۔

اس کے بعد حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قسم فرمائی کہ اگر آئندہ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو کفار پر ظفرمندی دی تو ان میں سے ستر کا مثلہ ان کے معاوضہ میں کروں گا تو یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں۔ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِہٖ آخر سورۃ تک۔ یعنی اگر بدلہ لینا چاہو تو ویسا ہی بدلہ لو جیسا تم سے کیا گیا ہے اور اگر صبر کرو تو وہ صبر صابرین کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ اور اے نبی کریم صبر کرو اور نہیں ہے صبر کرنا تیرا مگر اللہ کی مدد سے اور نہ غمگین ہو ان پر اور نہ تنگ دل ہو اس سے جو کہ یہ کفار مکر کرتے ہیں۔ تحقیق اللہ انہیں کے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے ہیں اور جو کہ اس کا مراقبہ ہر حال میں رکھتے ہیں۔

ان آیات کے نزول کے بعد فرمایا کہ ہم صبر کریں گے اور اپنی قسم کا کفارہ فرمادیا۔

حضرت سید الشہداء و امت محمدیہ کو حضور اشرف المخلوقات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک کملی کی باریک چادر میں کفنایا کہ اگر وہ سر پہ ڈالی جاتی تھی تو پائے مبارک کھل جاتے

تھے اور اگر اس سے پائے مبارک ڈھکے جاتے تھے تو سرِ مبارک کھل جاتا تھا۔ ناچار حکم نبوی ہوا کہ سرِ مبارک کملی سے ڈھانکا جاوے اور پائے مبارک پر اذخر کی گھانس یا ہرمل کی پتیوں سے ڈھانکنے کا حکم فرمایا کہ کفن کا تتمہ ہو۔

دُنیا اور اس کی لذائذ و شہوات فانیہ کو محض خاک سمجھنے کے لئے ایسے ہی وقائع موجب عبرت و موعظمت ہیں۔ اس کے بعد جنازۂ مبارک لاکر حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیشگاہ میں ادائے نماز کے لئے رکھا گیا۔

جنازے پر کھڑے ہو کر اتنا گریہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اس سخت ترین المناک حادثہ پر ہوا کہ ہچکی بندھ بندھ جاتی اور قریب غشی کے نوبت پہنچی۔ گریہ فرماتے جاتے اور فرماتے اے رسول اللہ کے چچا۔ اے اللہ کے شیر اور اس کے رسول کے شیر اے حمزہؓ بڑی نیکیاں کرنے والے۔ اے حمزہؓ سختیوں کو کھوتنے والے اے حمزہؓ رسول اللہ کے چہرۂ انور سے دفاع کرنے والے۔ اے چچا اللہ کی رحمت ہو تم پر۔ تم جہاں تک کہ میں جانتا ہوں بڑی نیکیاں کرنے والے اور بڑے صلہ رحمی کرنے والے۔

اس کے بعد حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نماز جنازہ ادا فرمائی۔ ستر تکبیریں آپ کے جنازے پر فرمائیں اور پھر جن شہداء کے جنازے لائے جاتے حضرت سید الشہداء کے جنازے کے پیچھے رکھے جاتے ان پر حضور نماز ادا فرماتے اس طرح تمام شہداء کی تعداد پھر گویا ستر بار حضرت سید الشہداء پر نماز جنازہ ادا کی گئی اور یہ وہ خصوصیت ہے کہ جس میں آپ ہی منفرد ہیں۔ اس کے بعد آپ دفن کئے گئے۔

بعد فراغت مہمّہ دفن شہداء کے حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے لشکر جرار کے ساتھ کفار قریش کا تعاقب فرمایا۔ مقصد اس سے کفار کو مرعوب کرنا تھا کہ راہ میں ان کو مسلمانوں کی پستی کا گمان نہ ہو اور مبادا وہ عود کرنے کا خیال کریں تو اس تعاقب کا حال معلوم کر کے ہمت نہ کر سکیں۔ ہر رات پانچ سو ڈھیر آگ کے روزانہ میدان میں جلائے جاتے کہ دور سے دیکھنے والے پر لشکر کی عظمت کا سکہ بیٹھ جاوے۔ تین روز کے بعد مدینہ طیبہ باعز و وقار تشریف لائے۔

مدفن مبارک

ایک روایت میں ہے کہ ابتداءً اُسی جبل الرماۃ کی نشیب میں وادی کے درمیان دفن فرمائے گئے وہاں بھی مشہد بنا ہوا تھا جواب بھی منہدم موجود ہے۔ ایک روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس نشیب سے نکال کر اُسی بلندی پر دفن فرمایا جہاں کہ آج قبر شریف ہے۔ بعض دیگر روایات میں یہ نقل سیدنا معاویہؓ کی خلافت میں ہوا۔ پھر اس میں خلاف ہے کہ آپ تنہا دفن فرمائے گئے یا اور کوئی بھی آپ کے ہمراہ دفن ہوا۔ قول مشہور یہی ہے کہ آپ اپنی قبر شریف میں مفرد ہیں۔ بروایتے حضرت سیدنا مصعب بن عمر علمبر دار نبویؐ آپ کے ساتھ دفن کیئے گئے۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ کے بھانجے حضرت عبداللہ بن جحش بھی آپ کے ساتھ دفن ہوئے۔ بہر حال اس میں محققین کو شبہ نہیں ہے کہ اگر یہ دونوں حضرات آپ کے ساتھ دفن نہیں تو آپ کے مدفن سے بالکل قریب میں مزور مدفون ہیں اس لئے آپ کے مرقد منور کے روبرو زیارت سے فارغ ہو کر ان ہر دو صحابہؓ جلیلین کی زیارت اور سلام اُن پر کیا جاوے رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین اللھم ادم دیم الرضوان علیہ الخ۔

فضائل و خصائل

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آپ کے جنازۂ مبارک کے رُوبرُو کھڑے ہوئے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور مجھ سے کہا کہ ساتوں آسمانوں میں لکھا ہوا ہے کہ حضرت حمزہؓ اللہ کے شیر ہیں اور اللہ کے رسول کے شیر ہیں امام حاکم حضرت جابرؓ سے راوی ہیں کہ فرمایا حضور رسول اللہؐ نے حضرت حمزہؓ قیامت میں شفاعت کرنے والوں کے سردار ہیں یعنی انبیاء و مرسلین عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا۔ یا اُس امت کے مقربین شفیعوں کے آپ قیامت میں سردار ہیں۔ بعض الفاظ میں یہ بھی وارد ہے کہ تمام شہداء امت کے سردار ہیں۔ بعض علماء مفسرین فرماتے ہیں کہ آیت یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ

رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً آخر سورۃ تک آپ ہی کی نسبت نازل ہوئی ہے۔ امام سدی فرماتے ہیں کہ آیۃ کریمہ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ بھی آپ ہی کے حق میں نازل ہوئی۔ روایت ہے کہ جب میدان سے لوگ چلے گئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت مصعب بن عمیرؓ کے مدفن پر تشریف فرما ہوئے اور یہ آیت پڑھی مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَا عَاهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ پھر عرض کیا اے اللہ تحقیق تیرے بندے اور تیرے نبی یہ گواہی دیتے ہیں کہ یہ سب شہداء ہیں پھر صحابۂ کرام کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ ان کی زیارت کو آیا کرو اور ان پر سلام کیا کرو پس جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں جو ان پر سلام کرے گا یہ اس کے سلام کا جواب ضرور دیں گے۔

ایک بار حضور انورؐ ان کی زیارت کو تشریف لے گئے اور فرمایا کہ یہ میرے صحابہ ہیں جن کی میں قیامت میں گواہی دوں گا۔ حضرت سیدنا ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ کیا ہم حضورؐ کے صحابہ نہیں فرمایا بے شک ہو لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ میرے بعد کیسے رہو گے اور یہ تو دنیا سے سوکھے شکم لے کر نکلے ہیں۔

عباد بن ابی صالح سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر برس گزرنے پر برسی کے دن شہداء احد کی زیارت کے لئے تشریف لے جایا کرتے تھے اور جب وادی کو ملاحظہ کرتے جس میں شہداء مدفون ہیں تو فرماتے السلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ سال وفات شریف میں حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آٹھ سال کے بعد شہداء احد کے مقابر پر نماز جنازہ مکرر ادا فرمائی گویا کہ رخصتی اور وداع کی نماز تھی پھر منبر شریف پر چڑھ کر فرمایا کہ میں تمہارا پیش رو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور میری تمہاری ملاقات کا وعدہ حوض پر ہے۔

روایت بالا کا یہ مقصد نہیں کہ حضورؐ صرف سال بھر میں ایک ہی بار شہداء احد کی زیارت کو تشریف لے جاتے تھے اس لئے کہ روایت میں بکثرت غیر برسی کے دن بھی ان شہداء کا زیارت فرمانا ثابت ہے۔ جب سواری مبارک اس جہت میں جاتی ضرور شہداء کی زیارت کو تشریف لے جاتے۔ اس روایت میں مخصوص اہتمام خاص وقوع حادثہ کا ہے کہ اس دن

کے خاص آثار ضرور ہوتے ہیں اسی طرح حضورؐ کی اتباع میں حضرت سیدنا ابوبکر اور حضرت سیدنا عمر اور حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی برابر علاوہ دیگر اوقات کے اس برسی کے دن ضرور شہداء کی زیارت کو جایا کرتے۔

امام ابوداؤد وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ فرمایا حضور رسول اللہؐ نے کہ جب تمہارے بھائی اُحد میں شہید ہوئے تو ان کی ارواح اللہ تعالیٰ نے سبز پرندوں کے پیٹوں میں کر دیں کہ وُہ جنت کی نہروں سے پانی پیتے اور جنت کے میوے کھاتے ہیں اور عرش اعظم کے زیر سایہ قندیلیں معلق ہیں ان میں بسیرا لیتے ہیں۔ جب انہوں نے یہ لذائذ و آرام پائے تو کہا کاش ہمارے مسلمان بھائی جان لیتے کہ ہم زندہ ہیں اور جنت میں روزی دیئے جاتے ہیں۔ تاکہ وُہ جہاد کو نہ چھوڑیں اور اللہ کی راہ میں لڑنے سے تھک نہ جاویں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارا یہ پیام میں خود ان کو پہنچا دیتا ہوں پھر یہ آیت شریف نازل ہوئی۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا ۔ آخر آیت تک یعنی" اے مسلمانو ہرگز گمان اور وہم بھی نہ کرنا کہ جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے ہیں وُہ مُردہ ہیں بلکہ وُہ اپنے رب کے حضور میں زندہ ہیں روزی دیئے جاتے ہیں خوش ہیں ان نعمتوں پر جو اللہ نے ان کو عطا فرمائی ہیں اپنے فضل سے اور خوشخبری حاصل کیا کرتے ہیں اپنے ان بھائیوں کی طرف سے جو کہ ابھی تک اُن میں نہیں ملے ہیں اُن کے پیچھے سے یہ کہ نہیں خوف ہے ان پر کچھ بھی اور نہ ان کو کوئی غم ہوتا ہے۔ وہ اللہ کی نعمت سے خوش خبریاں حاصل کرتے ہیں اور بشارت دیتے ہیں کہ تحقیق اللہ ایمان والوں کا ثواب ضائع نہیں فرماتا"۔

حضرت امام محمد باقرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرہؓ برابر بکثرت حضرت سیدنا حمزہؓ کی زیارت کو جایا کرتی تھیں اور ہمیشہ آپ کی قبر شریف کی مرمت اور اصلاح فرمایا کرتی تھیں۔

حضرت امام باقرؓ اپنے والد حضرت امام زین العابدینؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کی قبر شریف کے پاس نماز بھی پڑھتی تھیں اور دعا کیا کرتی تھیں اور آپ کو گریہ بھی ہوا کرتا تھا اور یہی آپ کا دیترہ تھا اپنی وفات تک۔ ایک روایت میں ہے کہ برابر دو دن اور تین دن میں شہداء کی زیارت کو جایا کرتی تھیں۔

امام حاکم حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ سے راوی ہیں کہ حضرت سیدہ مطہرہؓ ہر جمعہ کو اپنے چچا حضرت حمزہؓ کی زیارت کو جایا کرتیں اور ان کے مزار کے پاس نماز پڑھتیں اور روتی تھیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ جو ان شہداء کی زیارت کو جائے اور اُن پر سلام کہے وہ قیامت تک ان کو جواب سلام کا دیتے رہیں گے۔ حضرت سیدنا معاویہؓ کے ایام خلافت میں ایک بار سیلاب ایسا عظیم آیا کہ شہداء کی قبور اس میں ڈوب گئیں ایک روایت میں ہے کہ انہوں نے ایک نہر آبپاشی کے لئے نکالنے کا حکم دیا اس کے گزر میں قبور شہداء آتے تھے انہوں نے حکم دیا کہ ہر ایک اپنے قرابتی شہید کو اُوپر بلندی کی جگہ منتقل کرے۔ تمام انصار نے اپنے اقرباء کو منتقل کیا جب ان کی قبور شریفہ چھیالیس سال بعد واقعۂ جنگِ اُحد کے اس وقت کھولی گئیں تو ان کی قبور سے مشک اذفر کی قوی مہک بلند ہوتی تھی اور ان کے اعضاء جوارح مثل ریشم کے نرم تھے جیسے الٹے پلٹے جاتے برابر مڑتے اور کھلتے تھے جیسے خوابیدہ کا جسم ہوتا ہے۔

حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد حضرت عبداللہ بن حرامؓ کو بھی منتقل کیا جس وقت کہ معرکہ کے بعد ان کو دفن کیا گیا تھا تو ان کے ایک زخم سے خون جاری تھا بند نہ ہوتا تھا۔ اس زخم کے سوراخ کو ان کے ہاتھ کی ایک انگلی سے بند کر دیا گیا تھا۔ چھیالیس سال بعد جب ان کو منتقل کیا تو خیال ہُوا کہ ہاتھ ان کا زخم کی جگہ سے نکال کر سیدھا کر دیا جائے جیسے ہی انگلی سوراخ سے جُدا ہوئی تازہ خون زخم سے بہنے لگا۔ ناچار پھر اسی طرح انگلی سے سوراخ کو بند کر دیا گیا۔ اُسی وقت میں ان قبور مبارکہ کے کھودنے میں ایک پھاوڑا حضرت سید الشہداءؓ کے قدم مُبارک پر بے اختیار لگ گیا۔ فوراً پائے مُبارک سے خون جاری ہوگیا۔ عطا بن خالدؓ اپنی خالہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک روز حضرت سیدنا حمزہؓ کی زیارت کے لئے گئی۔ میرا ایک غلام میری سواری پکڑے ہوئے تھا میں نے وہاں نماز پڑھی جتنی کہ اللہ نے چاہی جب نماز سے فارغ ہوئی تو میں نے کھڑے ہو کر حضرت سید الشہداء کی قبر اطہر کی جانب ہاتھ سے اشارہ کر کے کہا السلام علیکم حالانکہ اُس وقت اس تمام میدان میں کوئی نہ تھا میں نے زمین کے اندر سے اپنے سلام کا جواب سُنا اور اس جواب

کو خوب پہچانا جیسا کہ میں اپنی جان کو پہچانتی ہوں۔ میرے بال ہیئت سے کھڑے ہو گئے اور بدن میں لرزہ آگیا میں نے اپنے غلام کو پکارا کہ سواری لا۔ بس میں سوار ہو کر واپس ہوئی۔

امام بیہقی عطاف بن خالد سے روایت کرتے ہیں کہ میری خالہ نے مجھ سے بیان کیا کہ میں شہداء کی زیارت کو گئی اور میں نے اُن پر سلام کیا میں نے سلام کا جواب بھی سُنا اور ان شہداء نے یہ بھی مجھ سے فرمایا کہ اللہ کی قسم ہم تم زائرین کو ایسا ہی پہچانتے ہیں جیسے اپنے آپ کو آپس میں پہچانتے ہیں۔ یہ سُن کر مجھے ہیبت سے لرزہ آگیا۔ نیز امام واقدی سے روایت کرتے ہیں کہ فاطمہ خزاعیہ کہتی تھیں کہ ایک روز میں شہداء کی زیارت کے لئے گئی میری ایک بہن بھی میرے ساتھ تھی۔ آفتاب اس وقت غروب ہو چکا تھا۔ میں نے بہن سے کہا آؤ حضرت سیدنا حمزہؓ کو سلام کریں۔ ہم ان کے مزار پر کھڑے ہوئے اور کہا السلام علیک یا عم رسول اللہ۔ ہم نے اُس کا جواب سُنا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ حالانکہ ہمارے قرب میں وہاں اس وقت کوئی آدم زاد نہ تھا۔ نیز حضرت ہاشم بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ جو کہ حضرت سیدنا عمر بن علی کرم اللہ وجہہ کی اولاد میں سے ہیں کہ میرے والد ایک بار جمعہ کے دن مجھ کو ہمراہ لے کر طلوع آفتاب سے قبل شہداء احد کی زیارت کے لئے تشریف لے گئے۔ میں ان کے پیچھے چل رہا تھا۔ جب قبور شریف پر پہنچے تو انہوں نے کہا سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار تو ان کو جواب دیا گیا وعلیکم السلام یا ابا عبداللہ۔ وہ میری طرف ملتفت ہوتے اور فرمایا۔ کیا تم نے جواب دیا۔ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ پھر اُنہوں نے مجھ کو اپنے دائیں بازو کھڑا کر لیا اور دوبارہ سلام کیا۔ تین بار انہوں نے سلام کیا۔ ہر بار جواب سُنا پھر وہ اس نعمت پر شکر کرتے ہوئے سجدہ میں گر پڑے۔

علامہ برزنجی امام بقاعی سے بواسطہ بہت سے ثقات ساکنین بلقاء سے نقل کرتے ہیں کہ وہ لوگ بکثرت شہداء جنگ موتہ کو دیکھا کرتے ہیں کہ وہ میدان جنگ کے موقع پر اپنے گھوڑوں پر سوار چل پھر رہے ہیں جب دیکھنے والے وہاں پہنچتے ہیں تو ان شہداء کو وہاں سے نئے دوسری جگہ پر اُسی طرح دیکھتے ہیں۔

حضرت سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور شہداء بدر و اُحد و دیگر شہداء کے تصرفات

اس قدر کثیر ہیں کہ متعدد مجلدات بھی ان کے جمع کے لئے بس نہیں ہو سکتیں۔ علامہ ابن القیم نے اپنی کتاب الروح میں بھی بکثرت وقائع لکھے ہیں جو کہ فی الجملہ حد تواتر کو پہنچ چکے ہیں۔

تمام علمائے محققین شہداء کی حقیقی حیات پر متفق ہیں اور یہ کہ شہداء نماز بھی پڑھتے ہیں روزے بھی رکھتے ہیں۔ حج بھی کرتے ہیں اور کھاتے بھی ہیں پیتے بھی ہیں نہ از روئے تکلیف شرعی یا احتیاج کے بلکہ بمجرد افضال واکرام اور اپنی قبور شریفہ سے نکل کر ملکوت علوی وسفلی میں ان کے تصرفات عالیہ جاری وساری ہیں اور بہ برکت حسن اتباع ان مرتبوں میں اللہ تعالیٰ ان کو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی غلامی ان مراتب میں بخشی ہے اور ان کے مراتب عالیہ میں اس مقدس گروہ بھی از روئے فضل وانعام شریک فرمالیا ہے۔

اس میں بھی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مراتب عالیہ کا اظہار ہے کہ ولی کی کرامت معجزۂ نبویہ کا حکم باتفاق رکھتی ہے جو آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ و آثار اس عنوان میں مختصر لکھے گئے ان سے فی الجملہ یہ مزیتیں اس مقدس گروہ کی اظہر من الشمس ہیں کسی ذی ہوش کو اس میں ذرہ بھر اشتباہ نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ ظاہری وباطنی کور چشمی سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے اور صحت اعتقاد وسلوک ادب با ایمان کامل کرامت فرمائے۔ آمین۔

آپ کے مرقد مبارک کی خاک پاک دردِ سر کے لئے مجرب ہے کسی قسم کا درد شدید ہو اس خاک پاک کو پیشانی پر لگانے سے دُور ہو جاتا ہے یہ ایسا بالتواتر ثبوت ہے کہ فقہاء کرام شافعیہ کو بھی ضرورت پڑی کہ آپ کے مرقد منور کی خاک پاک کو اس مقصد تحصیل شفا کے لئے انہوں نے مستثنیٰ فرمایا ہے۔ اُن کے مذہب میں مدینہ طیبہ کی حد حرم سے کوئی چیز لگانا جائز نہیں مگر اس خاک مرقد منور حضرت سید الشہداء کو اس عموم سے محققین شافعیہ نے مستثنیٰ قرار فرمادیا ہے تفصیل اس کی ان کے کتب میں دیکھی جاوے۔

بلکہ انوار وبرکات نبویہ اور شہداء احد کے برکات اس میدانِ مبارک میں ایسے بھر گئے کہ اُس میدان مُبارک اور اس کے اطراف کی ہر بُوٹی میں شفا بھر دی گئی اس لئے حکم نبوی ہوا کہ جو تم میں سے جبل احد کو جاوے اس کی پتی بُوٹی میں سے کچھ نہ کچھ ضرور کھاوے اگرچہ خاردار ہی کیوں نہ ہو۔ انہیں امتیازوں کی بناء پر یہ مُبارک پہاڑ جنت کا پہاڑ ہوگیا۔

پھر کیوں مجسم شفانہ ہو۔ آج اس کا نظارہ مسلمان کے دل کو سرور اور آنکھوں کو نور بخشتا ہے۔
اس متبرک پہاڑ کے فضائل و خصائص بھی بہت ہیں۔ اپنی جگہ پر تلاش کئے جاویں۔ یہاں
اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں یہ متبرک پہاڑ مسجد نبویؐ سے جانب شمال میں تین میل
کے قریب واقع ہے ابتدائی حصہ سوا دو میل کے قریب ہے، اس مرقد منور پر نہایت
عالی شان قبہ تھا جس کو الناصر الدین اللہ خلیفۂ عباسی کی والدہ نے ۵۹۰ھ میں تعمیر کرایا
تھا۔ جو کہ موجودہ صدی کے چوتھے عشرہ میں منہدم کر دیئے گئے۔ ان حضرات کرام کی قدر و
منزلت پتھر چونے کی عمارت میں نہیں ہے کہ اس کے بقا و فنا میں ان کے مراتب عالیہ
کے تنزل یا ارتفاع کا معاذ اللہ کچھ بھی علاقہ ہو۔ اس کے مقاصد اگر نیک اور شرعی ہوں
تو وہ ایک مستقل مسئلہ ہے اور اگر غیر شرعی مقصد ہو تو بلاشبہ حرام و ناجائز ہوگا اللہ تعالیٰ
دین مبارک صحیح فہم اور فقہ سلیم ہم سب کو عطا فرمائے۔ اور افراط و تفریط کے مہلک جانبین
سے محفوظ رکھے راہِ توسط مقبول کرامت فرمائے۔ آمین۔

جب اس مہم سے فراغت ہوئی تو صحابۂ کرام کو مدینہ طیبہ کی مراجعت کا حکم ہوا۔ اور
صحابۂ کرام کی ٹولیاں داخل بلدۂ طیبہ ہونے لگیں۔ ان کے اقرباء معذورین و عوارت
مستورین استقبال کے لئے نکلے۔ ان میں ایک انصاریہ بی بی تھیں جن کے کئی عزیز قریب
اس میدان میں شہید ہو چکے تھے وہ بھی راہ پر کھڑی ہر ٹولی سے پوچھتی تھیں کہ حضور
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہاں ہیں ہر ایک یہی جواب دیتا کہ اللہ کی حمد سے بخیر ہیں
اور عقب سے سواری مبارک جلوہ فرما ہو رہی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس ضعیفہ کو
کہا ہوا ہے کہ اپنے بھائی، چچا، فرزند کسی کو نہیں دریافت کرتی۔ پھر جبکہ سواری مبارک
کا جلوہ ہوا اور اُن بی بی کی نگاہ جمال انور نبویؐ پر پڑی تو بے اختیار بڑھ کر سواری مبارک
کو پکڑ لیا اور عرض کیا کہ حضورؐ کے جمال انور کے مشاہدہ کے بعد تمام مصیبتیں ہیچ ہیں
اور حضورؐ کی سلامتی پر سب قربان ہیں سبحان اللہ کیا محبّت کاملہ کے درجات تھے جو اُن
صحابۂ کرام اور صحابیات کو عطا ہوئے تھے۔ کیوں نہ ہو کہ اسی مقدس اور برگزیدہ امم
گروہ کو حق تعالیٰ نے اپنے فضل و اکرام سے حضور اشرف المخلوقات صلی اللہ علیہ وسلم کی

صحبت مبارک کے لئے تمام عالم سے چُن لیا تھا۔ اور اسی لئے خیر الامم کے اوّلین مخاطب ہُوئے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

جب سواریِ مبارک کا گذر بلدۂ مدینہ طیبہ میں ہُوا تو ہر طرف سے انصار کے مکانوں گریہ وبکا کی آواز گوش مبارک میں پہنچی جو اپنے اپنے شہداء پر ماتم کر رہی تھیں۔ حضور انور رحمۃ اللعالمین نے سماعت فرما کر آبدیدہ ہُوئے اور فرمایا بلکن حمزۃ لا بواکی لہٗ۔ یعنی آج حمزہؓ پر کوئی رونے والیاں نہیں۔ اور یہ فرما کر حضور انور کو سخت گریہ ہوا۔ یہ حال دیکھ کر تمام صحابۂ کرام سخت متاثر ہوئے اور سب نے اپنی مستورات کو حکم دیا کہ جب اپنے اپنے شہداء پر ماتم کریں تو سب سے اوّل حضرت سید الشہداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ماتم کریں چنانچہ اس کے بعد مدت تک یہی عمل جاری رہا۔ بکثرت صحابۂ کرام آپ کے اقرباء و دیگر شعراء انصار و مہاجرین مرد و زن نے آپ کے مرثیئے نظم کئے جو کتب سیر میں موجود ہیں۔ اس مختصر کتاب میں جو احادیثِ شریفہ اور آثار لکھے گئے ہیں اُن میں بہت سے مسائل فقہیہ کے متعلق ازالہ شبہات ہوتا ہے جن میں اکثر عوام کو شبہے یا قال وقیل کرایا جاتا ہے۔ ذی فہم حضرات اُن دقائق کو خوب سمجھ سکتے ہیں چونکہ یہ کتاب فقہی جزئیات کے لئے نہیں لکھی گئی اس لئے ان جزئیات سے تعرض نہیں کیا گیا۔ ارباب عقل و دانش منصفین خود سمجھ سکتے ہیں اور شبہات کا ازالہ بفضل تعالیٰ کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فہم سلیم اور انصاف و حقانیت کی نعمت ہر مسلمان پر دائم رکھے اور دین میں بیجا تشدد اور سستی دونوں سے محفوظ رکھے آمین۔

اللّٰھم ادم د یعا لرضوان علیہ وامدنا بالاسرار التی ودعتہا لدیہ۔

حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واپسی جنگ اُحد پر حکم عالی فرمایا کہ حضرت سیدنا حمزہؓ کے قاتل کا خون ہلال ہے۔ جہاں ملے قتل کیا جاوے۔ اگرچہ اس جُرم عظیم کے بعد ان کو دُنیاوی آزادی بھی مل گئی ان کے آقا نے آزاد بھی کر دیا اور حضرت ہند بنت عتبہ اور ان کی قرابتی عورتوں نے اپنے زیورات اور گہنے تمام ان کو اس انعام میں اُتار کر بخشش بھی کر دیئے اور وہ مکہ مکرمہ میں فتح مکہ مکرمہ فی الجملہ باوجود خوف وخطر اس کے رہے بھی۔ فتح کے موقعہ پر وہ اپنی جان کے خطرے کی وجہ سے طائف کی

طرف فرار ہوئے۔ جب وہاں بھی اسلامی حملہ پہنچا تو وہاں سے بھی فرار ہو کر جنگل کی راہ لی غرضکہ وہ کہتے ہیں کہ مجھ پر تمام راہیں بند ہو گئیں اور تمام دنیا مجھ پر تنگ ہو گئی میں سخت اضطراب میں پڑ گیا کہ کہاں جاؤں۔ شام کو جاؤں یا یمن میں پناہ لوں۔ اسی اضطراب میں میں تھا کہ کسی نے کہا کہ تجھ کو کیا ہوا ہے جو ان کے دین میں داخل ہو جاوے اس کو وہ ہرگز قتل نہیں کرتے ہیں۔ لہٰذا تو اُن کے حضور میں اپنے کو داخل کر دے اور ان کا دین قبول کر لے۔ سعادات ازلیہ نے ان کی دستگیری فرمائی اور وہ کہتے ہیں کہ میں پوشیدہ ہو کر مدینۂ طیبہ حاضر ہوا اور ایک بارگی حضورؐ کے سامنے حاضر ہوتے ہی میں بول اٹھا...

اشہد ان لا الٰہ الا اللہ و اشہد ان محمداً رسول اللہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کلمۂ شہادت سُن کر فرمایا کہ کیا تو وحشی میرے چچا کا قاتل ہے۔ میں نے عرض کیا کہ بے شک۔ فرمایا بیٹھ اور مجھے سنا کہ کس طرح تو نے ان کو شہید کیا۔ انہوں نے تمام ماجرا سنایا۔ حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سخت کبیدہ خاطر اور آبدیدہ ہوئے اور فرمایا کہ اسے وحشی جہاں تک تجھ سے ہو سکے مجھ سے روپوش رہنا اور میرے روبرو نہ آنا۔

چنانچہ جان تو اُن کی اسلام نے بچائی اور حضور کی رحمت عالم کے گھیرے میں آ گئے مگر اپنی اس حرکت بد پر ہمیشہ نادم اور سخت پشیمان رہے اور مکہ مکرمہ چلے گئے۔

جبکہ خلافت حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ میں جب مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کے مقابلہ کے لئے لشکر اسلامی روانہ ہوا تو یہ وحشی بھی اس لشکر کے ہمراہ اس اُمید پر گئے کہ شاید اس بدترین دشمن اسلام کو اللہ تعالیٰ اُن کے ہاتھوں جہنم پہنچائے تو شاید ان کے اس جرم عظیم کا کچھ کفارہ ہو سکے۔ چنانچہ وہ گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے خلوص اور ندامت کی برکت سے یہ آرزو اُن کی پوری فرمائی۔ اور اس بدترین دشمن دین کو اسی بھالے سے جہنم پہنچایا جس کے ذریعہ سے حضرت سید الشہداء کو اعلیٰ جنتوں کے درجات پر پہنچایا حدیث شریف میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ ان قاتل و مقتول سے بہت خوش ہوتا ہے جو کہ دونوں جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ واقعہ اللہ تعالیٰ کی سبب سے وسیع رحمت کا ایک کرشمہ ہے وہ رحمت جو کہ ہر چیز کو سما گئی ہے۔ اس کذاب کے قتل کے بعد حضرت وحشی کو فی الجملہ سکون ہوا۔ اور

اکثر کہا کرتے تھے کہ اگر میں نے بہترین شخص کو قتل کیا تو بدترین آدمی کو بھی قتل کیا ہے۔ شاید کہ یہ اس کا کفارہ ہو سکے۔

اس کے بعد بحکم حضرت امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ شہر حمص ملک شام میں ان کو رہنے کا حکم ملا۔ اور آخر وقت تک وہیں رہے۔ وہیں انتقال کیا۔ ان کے حالات ارباب سیر نے لکھے ہیں ان کو درج کرنا مقصود نہیں۔

صحابیت کا منفرد شرف ایسا عظیم مرتبہ ہے کہ اس کے سامنے سب برائیاں ہیچ ہیں۔ یہ وہ اعلیٰ گروہ ہے کہ اُن کے ادنیٰ کے مرتبہ کو بڑے سے بڑے غوث و اقطاب و صالحین کرام بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اللہ تعالیٰ اپنے لئے اور حضور انور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محبت کے لیے ان تمام سادات عظام کی محبت و تعظیم جیسی کہ چاہیئے ہم تمام مسلمانوں کو بخشے اور ناجائز حمیت اور گمراہی و شقاوت سے بچائے اور اپنے محبوب بندوں میں شامل فرمائے۔ آمین۔

یہ مختصر کتاب نہایت عجلت میں لکھی گئی ہے۔ حتی المقدور صحیح مصادر و مآخذ کا لحاظ رکھا گیا ہے تاہم تقصیر و خطا جبلت بشری ہے۔ الا من عصمہ اللہ تعالیٰ۔ ناظرین محبین منصفین سے توقع ہے کہ اگر کوئی زلت قلم پاویں تصحیح کر کے پردہ پوشی فرمائیں اور اس کمترین کو دعائے صلاح و فلاح دارین سے فراموش نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ اس کا اجر حسن عطا فرمانے والا ہے۔

آخر میں مالک الملک رب کریم و رحیم سے التجا ہے کہ اس حقیر خدمت کو شرف قبولیت بخشے اور تاج اخلاص سے مزین فرمائے۔ اور حضور محبوب رب العالمین شفیع المذنبین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے غلامان متبعین و محبین میں اس ناچیز حقیر اور اس کی ذریت و اعزہ و اقرباء و حضور کے تمام آل اطہار و عشرۂ مبارکہ اور اصحاب کرام ابرار کی خالص محبت مقبولہ ہم سب کو کرامت فرمائے تمام شرور اور آفات سے امن و اماں میں رکھے۔ اور دولت ایمان کو ادب کامل کے ساتھ دائم برقرار رکھے۔ اسلام کا بول بالا فرمائے تمام دشمنان اسلام کو ذلیل و خوار فرمائے۔ اور دارین میں ہم سب کو اپنی نعمتیں کرامت فرما کر اپنی رضامندی کا تاج بخشے۔ آمین ثم آمین بجاہ حضرت سیدنا و مولانا و سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و علیٰ آلہ و صحبہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم و تب